

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَلْبَابِ

جلد دوم

BE ISSUED
CHECKED 1988
خلافتِ اہلسنی

مکاتیبِ مبینین عربیہ کی بہشتِ عدلہ حکومت
تصنیفِ عالی جناب ابوالقادر جنید ریم ای بی بی
ناظم اول فوجداری بلوہ قمر خذہ بنیاد حیدر آباد ترجمہ کیا ولی علم کیا
باہتمام محمد قاسم

قاسم حسین الدکن مین رونق طبع مانی

بشمار	نام والی	مدت حکومت	کیفیت
۱	عبد الرحمن اول لدخل	ذیحجہ ۳۸۰ھ - ۴۵۶ھ لغایت جمادی الاخری ۴۵۶ھ	
۲	ہشام اول -	جمادی الاخری ۴۵۶ھ - ۴۸۸ھ لغایت صفر ۴۸۸ھ	
۳	الحکم -	صفر ۴۸۸ھ - ۴۹۴ھ لغایت ذی الحجہ ۴۹۴ھ	
۴	عبد الرحمن ثانی	ذی الحجہ ۴۹۴ھ - ۵۲۲ھ لغایت ربیع الثانی ۵۲۲ھ	
۵	محمد اول	ربیع الثانی ۵۲۲ھ - ۵۵۲ھ لغایت صفر ۵۵۲ھ	
۶	المسذر	صفر ۵۵۲ھ - ۵۸۴ھ لغایت صفر ۵۸۴ھ	
۷	عبد اللہ	صفر ۵۸۴ھ - ۵۸۸ھ لغایت صفر ۵۸۸ھ	
۸	عبد الرحمن ثالث	صفر ۵۸۸ھ - ۶۱۲ھ لغایت رمضان ۶۱۲ھ	
۹	الحکم ثانی	رمضان ۶۱۲ھ - ۶۹۶ھ لغایت صفر ۶۹۶ھ	
۱۰	ہشام ثانی	صفر ۶۹۶ھ - ۷۳۶ھ لغایت جمادی الاخری ۷۳۶ھ	
۱۱	محمد ثانی (المہدی)	جمادی الاخری ۷۳۶ھ - ۷۹۹ھ لغایت ربیع الاول ۷۹۹ھ	
۱۲	سیلمان	ربیع الاول ۷۹۹ھ - ۸۰۹ھ لغایت شوال ۸۰۹ھ	
	محمد ثانی	شوال ۸۰۹ھ - ۸۱۶ھ لغایت ذی الحجہ ۸۱۶ھ	دور ثانی
	ہشام ثانی	ذی الحجہ ۸۱۶ھ - ۸۱۸ھ لغایت شوال ۸۱۸ھ	دور ثانی
	سیلمان	شوال ۸۱۸ھ - ۸۳۳ھ لغایت محمد ۸۳۳ھ	دور ثانی
۱۳	عبد الرحمن چارم المقتدی	رمضان ۸۳۳ھ - ۸۴۸ھ لغایت صفر ۸۴۸ھ	
۱۴	عبد الرحمن پنجم المستنصر	رمضان ۸۴۸ھ - ۸۶۳ھ لغایت یقعدہ ۸۶۳ھ	
۱۵	محمد ثالث المستغنی	ذی قعدہ ۸۶۳ھ - ۸۷۴ھ لغایت ربیع الاول ۸۷۴ھ	
۱۶	ہشام ثالث	ربیع الاول ۸۷۴ھ - ۹۰۳ھ لغایت صفر ۹۰۳ھ	

فہرست مضامین خلافت اندلس حصہ دوم

نمبر صفحہ

باب اول

آغاز خلافت اندلس - بغاوت امیر یوسف القہری - امیر یوسف اور ابن حاتم ابوالجوشن کا انتقال - ابن بغیث کا حسب الحکم خلیفہ ابو جعفر المنصور اندلس میں داخل ہونا اس کی کامیابی اور اس کا قتل - اہل یمن کی بغاوت - المغیرہ عبدالرحمن کے بیٹے کا قتل - سلطان عبدالرحمن کا ملک شام کی فتح کا قصد کرنا - جنگ فرانس - شارلمین کا صلح کی درخواست کرنا - تعمیر مسجد صافیہ عبدالرحمن بن معاویہ کے ذاتی حالات -

باب دوم

ہشام کی تخت نشینی - بنو حمی سے ملاقات - سلیمان کی بغاوت - فتح اربونیا اور عیسائیوں سے جنگ - تعمیر پل متہ طبرہ - طرز حکومت - ذاتی حالات -

باب سوم

الحکم کی تخت نشینی - اس کے چچا سلیمان اور عبداللہ کی بغاوت - جنگ حبلیقیہ - انتقال سلیمان - عیسائیوں کے ساتھ جنگ اور اون کی شکست - قحط عظیم - انتقال - طرز حکومت

باب چہارم

عبدالرحمن ثانی کی تخت نشینی - عیسائیوں کے ساتھ جنگ - یونان کے سفیر کا قریب آنا -

یحییٰ ابی جحجہ ابن النبی اور عبدالملک ابن حبیب۔ اندلس کا محصل۔ عبدالرحمن کے ذاتی حالات۔ نمبر صفحہ

باب پنجم

سلطان محمد۔ اور سلطان منذر۔ اور سلطان عبداللہ کا یکے بعد دیگرے تخت نشین ہونا۔ ان کے زمانہ حکومت کے مختصر حالات۔ عبدالرحمن ثالث کی تخت نشینی جلیقہ اور لوار اور البہ پر یلغار عربوں کی شکست۔ عربوں کی فتح۔ اہل یورپ اور عبدالرحمن سے بغاوت سلطان کے بیٹے عبداللہ کا قتل۔ اندلس پر یلغار۔ انتظام ممالک تخر و سد عمارات کا شوق اس کا دربار۔ عبدالرحمن کا انتقال۔

باب ششم

الحکم ثانی کی تخت نشینی۔ عیسائیوں سے محاربات۔ اردوئی چارم کا فتربطہ آنا۔ سفیون کا قریب آنا۔ قسطل کی شہزادی کا قریب آنا۔ واقعات افریقہ۔ علم کا شوق کیتخانہ۔ ذاتی حالات و انتقال۔

باب ہفتم

ہشام ثانی کی تخت نشینی۔ المغیرہ کا قتل۔ جعفر ابن عثمان المصطفیٰ۔ المنصور اور اواسکی سازشیں۔ اس کا انتظام مملکت۔ نصاریٰ کو ساتھ جنگ زیری بننا اور علم و فن عبدالملک بن محمد عبدالرحمن بن المنصور

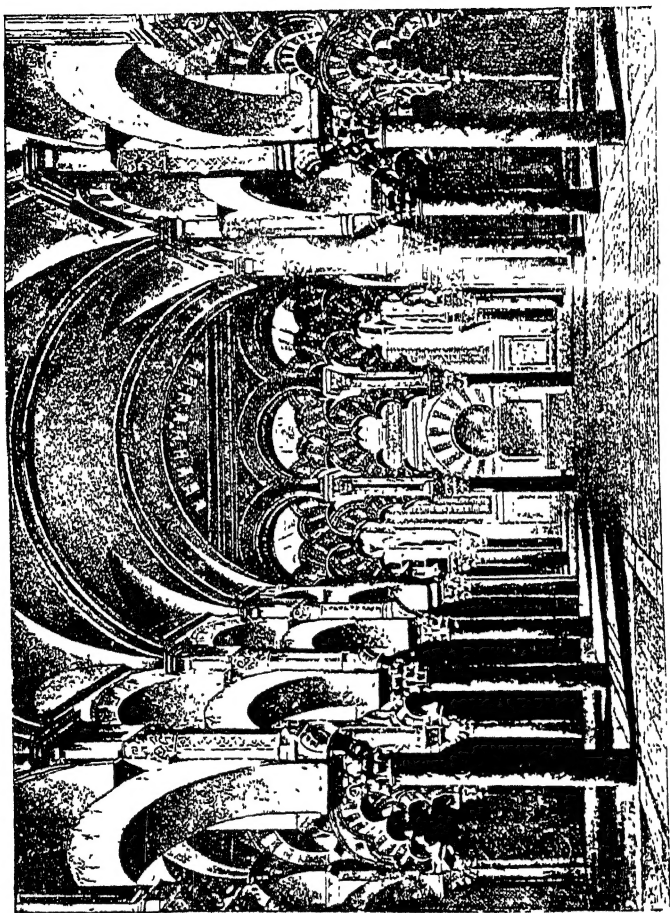
باب ہشتم

طوائف الملوکی محمد ابن عبدالجبار المہدی سلیمان سلطان شہم کا دوبارہ تخت پر بیٹنا اہل برکی بغاوت قتل عام علیہ شہم قتل ۸۳ تا ۸۴

غلط نامہ جلد دوم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۱	۱۲	حیرث	حریث	۲۷	نوٹ کی سطر	جلد کرنے	حمہ نہ کرنے
۳۱	۱۰	ساٹھ	سات	۵۱	۱۴	گمہ	۰
۵۲	نوٹ کی سطر	کو	کی	۶۰	۱	خورد و نوش	خورد و نوش
۶۸	۱۲	قدرت	قدرت نے	۸۳	۷	ال صرالدین	ال صرالدین
۸۳	۹	۳۲۲	۳۲۲	۱۳	۲۲۵	۳۲۵	۳۲۵
۱۰۸	۱۰	عسی	عیسیٰ	۱۰۹	۱۳	فرڈلند	فرولند
۱۱۰	۱۱	فساد نقض	فساد نقض	۱۲۸	۱۰	مستحق	مستحق
۱۲۹	۲	کوہی	کوہی	۱۳۰	۳	عامر کو	عامر
۱۵۵	نوٹ	سنگو	سنگاگو	۱۵۶	نوٹ سطر	سٹ	سٹ
۱۸۱	۶	رعایا کو	رعایا ہی	۱۸۹	۴	ابن عوس	ابن عوس
۱۹۰	۱۵	دیر شوش	دیر شوش	۱۹۱	نوٹ سطر	کمر لگی گئی ہے	۰
۱۹۲	۵	بلندی	بلند	۱۹۵	۴	ان سبکے	زیادہ لکھا گیا ہے
۱۹۷	۱۱	واضح اور	زیادہ لکھا گیا ہے	۲۱۰	۱۵	ابن جالوس	ابن جوس
۲۱۱	۱	البرزی	البرزالی	۲۱۱	۳	علی اور قاسم	علی اور قاسم

مسجد قرطبہ کا اندرونی حصہ



فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

جلد دوم خلافت الہند



ملک اسپین میں غزوان کی ہشت صد حکومت
مصنف عالی جناب طباطبائی والقد حجابہ دریم ایام
ناظم اول فداری بلیدہ فرخندہ بنیاد حیدرآباد مترجم کتاب گیارہویں علم
باہتمام محمد قاسم

قاسم پرچس بن مینونق طبع ملی

حصہ دوم

باب اول

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آغاز خلافت اندلس - بغاوت امیر یوسف الفہری امیر یوسف اور ابن حاتم - ابو جوشک کا انتقال
ابن بغیت کا حسب الحکم خلیفہ ابو جعفر المنصور اندلس میں داخل ہونا اس کی ناکامیابی اور
اس کا قتل - اہل یمن کی بغاوت - المنصور عبدالرحمن کے بھتیجے کا قتل سلطان
عبدالرحمن کا ملک شام کی فتح کا قصد کرنا - جنگ فرانسیسیوں کا صلح کی درخواست کرنا -
تیمیر مسجد رصافہ - عبدالرحمن بن معاویہ کے ذاتی حالات -

جنگ مصارۃ کے بعد جوشک ۳۱۰ھ میں مابین یوسف الفہری والی اندلس اور
عبدالرحمن بن معاویہ ہوئی تھی جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے عبدالرحمن ہریرا کا

سلطنت ہوا اور اسی سال سے خلافت اندلس جس کو عربوں نے تقریباً آٹھ سو برس
 تک اس ملک میں قائم رکھا شروع ہوئی بعد صلح یوسف الفہری اور ابن جاتم
 ابو الجوشن نے حسب معاہدہ شہر قرطبہ میں اقامت اختیار کی اور سلطان
 عبدالرحمن الافرام سلطنت اور استحکام مملکت کی طرف متوجہ ہوا۔ کئی سال کی
 متواتر خانہ جنگیوں نے اہل اندلس کو نہایت پریشان اور تباہ حال کر رکھا تھا۔
 انتظام کا نام و نشان تک اس ملک میں باقی نہ رہا تھا۔ غریب رعایا کی جانیں
 قزاقوں کی لوٹ مار اور امیروں اور زمینداروں کے ظلم و ستم سے تلف ہو رہی تھیں
 اس جدید انتظام سے ایک نوع کا اطمینان ہوا اور باستثنا چند امراء باقی فساد و
 بد باطن تمام ملک نے لطیف خاطر غاشیہ اطاعت اس کا اپنے دوش پر رکھا۔ اور
 خلفائے بنی عباسیہ شکست کھا کر اس ملک کی حکومت سے محروم کر دیے گئے۔
 میں سلطان کو اطلاع ہوئی کہ یوسف الفہری خلافت معاہدہ قرطبہ سے فرار ہو گیا
 ہے اور اب شہر مریدہ میں بغاوت کی نیت سے فوج فراہم کر رہا ہے سلطان نے
 فوراً اپنے ایک تجربہ کار امیر عبدالملک بن عمر بن مروان کو فوج کثیر کے
 ساتھ شہر مریدہ روانہ کیا اور خود بھی اوس کے عقب میں کچھ فوج لیکر قلعہ المدور
 کی طرف متوجہ ہوا۔ اس طرف یوسف نے بیس ہزار فوج فراہم کر لی تھی۔

یہ فوج کو لیکر شہر سے باہر نکلا اور عبد الملک کا مقابلہ کیا اس جنگ میں یوسف ہر قسم کا نقصان عظیم اٹھا کر اور شکست فاش کہا کر شہر طلیطلہ پہاگ آیا مگر یہاں بھی اپنی جان عزیز کو موت کے پنجے سے نہ بچا سکا۔ اور عبد الرحمن عمر الانصاری کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ قاتل نے اس امیر کے سر کو عبد الرحمن کی خدمت میں پیش کیا۔ اس کامیابی کے بعد سلطان مع افسران فوج نہایت شان و شوکت سے شہر مریدہ میں داخل ہوا سلطان پہلی اس شہر کے انتظام ہی میں مصروف تھا کہ اس کو اپنی پیاری بی بی کی علالت کی خبر پہونچی۔ اس نے عبد الملک کو اس صوبہ کا حاکم مقرر کیا اور خود شہر قرطبہ روانہ ہوا یہاں پہونچنے کے چوتھے روز آفتاب سلطنت و حکومت برج حل سے طلوع یعنی فرزند دلہند وارث تخت و تاج پیدا ہوا جس کا نام ہشام رکھا گیا اور تمام سلطنت میں محفلین خوشی و مسرت کی قائم کی گئیں۔ سلطان نے بحیال رفع فساد ابن حاتم اور یوسف کے لڑکوں ابو الاسود محمد الفہمی اور عبد الرحمن کو قید کر دیا

الحشام اور بغداد میں سلطان کا خطاب امراء عظام کو دیا جاتا تھا اور بوقت عطاسی خطاب خلیفہ خود اپنے ہاتھ سے جس کو خطاب ملتا تھا خلعت پہنا تا تھا۔ اندلس میں عبد الرحمن ثالث کے پہلے لقب سلطان یا امیر متعل تھا۔ عبد الرحمن سوم نے مستقل طور پر خلیفہ اور امیر المومنین کے القاب اختیار کیے تھے۔

اس واقعہ کے چند ہی روز بعد ابن حاتم زہر سے مار ڈالا گیا اور یہ دونوں لڑکے قید سے بہاگ نکلے عبدالرحمن فوراً گرفتار و قتل ہوا لیکن ابوالاسود محمدؓ تک سلطان کا مقابلہ کرتا رہا اور بالآخر اپنی موت سے مر گیا۔

سلطان کو ہنوز ان بغاوتوں سے فرصت نہ ہوئی تھی کہ خلیفہ ابو جعفر المنصور عباسی نے ۱۳۶ھ مطابق ۷۵۴ء میں آندلس پر فوج کشی کی اور اپنے ایک امیر العللا ابن مغیث لیتیسی کو مع فوج کثیرا ندلس روانہ کیا اس امیر نے سرحد پر قدم رکھتے ہی شہر صحیحہ کو فتح کیا اور رعایا کو اپنی مدد پر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔ اور خیر خواہان خاندان بنی امیہ کو ہر قسم کی تکلیف اور نقصان پہنچانا شروع کیا۔ سلطان جتنی فوج کہ اس قلیل عرصہ میں فراہم ہو سکتی تھی لیکر شہر مذکور کی جانب راہی ہوا اور شہر اشبیلیہ کے قریب جس کی تسخیر کی نیت سے ابن مغیث آگے بڑھا تھا دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا اس جنگ میں ابن مغیث مع اپنے افسران فوج گرفتار ہو گیا سلطان نے ان قیدیوں کے سر کاٹ کر دمشق اور مکہ بھیج دیے۔ اوس وقت خلیفہ ابو جعفر حج کی غرض سے مکہ آیا ہوا تھا ایک روز صبح کو دربانوں نے خلیفہ کے خیمہ کے سامنے ایک صندوق رکھا ہوا پایا۔ دربانوں نے یہ صندوق خلیفہ

کے ملاحظہ میں پیش کیا۔ جب وہ صندوق کھولا گیا تو خلیفہ نے اوس میں اپنے سپہ سالار
 حاکم افریقیہ کا سر تراشیدہ رکھا ہوا دیکھا اس امر کے مشاہدہ سے خلیفہ کو اس قدر رنج
 ہوا کہ اوس جوش میں اوس نے عبدالرحمن کے قتل کا عہد کیا۔ اور تادم مرگ
 عبدالرحمن کو نقصان پہونچانے میں کوتاہی نہ کی لیکن باوجود اس دشمنی اور متواتر
 حملوں کے یہ ہمیشہ عبدالرحمن بن معاویہ کی جس کو اس نے صقر القریش
 خطاب دیا تھا تعریف اور اس کی لیاقت اور انصاف کی داد دیا کرتا تھا۔ خلیفہ نے
 ایک روز اپنے اہل و بار سے عبدالرحمن کی نسبت یہ تقریر کی کہ ہم کو اس ملک کی
 وسعت اور قوت پر تعجب نہ ہونا چاہیے۔ اس فوجوان قریشی نے صرف اپنی بہادری
 اور خوش اسلوبی سے اپنے کو اس اعلیٰ درجہ تک پہونچایا جس زمانہ میں اس لڑکے کا دنیا
 میں کوئی دوست یا معاون نظر نہ آتا تھا اس نے اپنے پاس خوف و ہراس کو بالکل
 آنے نہیں دیا اور نہایت دلیری سے مشکل ترین مرحلوں پر کامیاب ہوتا اور آفات زمانہ
 سے بچتا ہوا اندلس تک جا پہونچا اور وہاں کی خانہ جنگیوں سے پورا پورا فائدہ اٹھایا
 مختصر یہ کہ ایک قلیل عرصہ میں اپنے تین ہر دل عزیز بنالیا اور اس ملک کو شر و فساد
 پاک و صاف کیا اور اب بحال اطمینان اوس زرخیز و شاداب ملک پر حکمرانی کر رہا ہے
 ۳۷۵ھ میں اہل یمن نے بارادہ بغاوت قرطبہ پر فوج کشی کی سلطان نے

فوراً عبدالملک بن عمر حاکم اشبیلیہ کو حکم دیا کہ باغیوں کا مقابلہ کرے۔
 عبدالملک نے اپنے بیٹے امیہ کو ہراول لشکر مقرر کر کے آگے جانے کا
 حکم دیا اور خود اس کے عقب میں روانہ ہوا۔ امیر امیہ نے نہایت تیزی کے
 ساتھ باغیوں کی فوج کو آٹلا یا لیکن جب اس نے دیکھا کہ فوج مخالف کی تعداد
 اس کی فوج سے کہیں زیادہ ہے اس نے پیچھے ہٹنا شروع کیا تا انکہ اپنے
 باپ کی فوج سے ملحق ہوا عبدالملک نے جب دیکھا کہ اس کا بیٹا باغیوں کی
 فوج کے سامنے سے بہاگ رہا ہے اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا آگیا
 اور نہایت غضب کے ساتھ اس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ ”اُمّی سب سے بہت
 کیا میں نے اسی روز کے لئے تجھ کو اپنی فوج کا ہراول مقرر کیا تھا۔ کیا اہل
 اندکس اور افریقیہ یہ نہیں جانتے کہ ہم نے کس محنت اور مشقت سے خون بہا
 دیکر جان عزیز کے عوض اس ملک کو خریدا۔ یہ کہہ کر امیر نے اپنے بیٹے کے قتل
 کا حکم دیا جس کی اسی وقت تعمیل کی گئی اس واقعہ کے بعد امیر نے اپنے دوستوں
 اور رشتہ داروں اور افسران فوج کو جمع کر کے یہ کہا کہ ”کیا ہم مشرق سے اس ملک
 کی انتہا تک بغیر محنت و مشقت کے پہنچ گئے تھے۔ اور کیا ہم اُن سخت مشکلوں کو بچھڑ گئے
 جو ہم کو اپنی فتوحات سابقہ میں سہنی پڑی تھیں۔ کیا ہمارے جسم میں وہ گرد و ش خون کی

باقی نہیں رہی جس نے ہم کو ہمیشہ فتوحات اور اپنے ارادوں میں کامیاب کیا تھا
 اپنی اپنی تلواروں کو غلاف سے نکالو اور مردانہ وار میدان جنگ میں مرنا قبول کرو۔
 اس تقریر کے بعد امیر نے اپنی فوج کو حکمہ کا حکم دیا۔ اس سخت یورش کی تاب
 اہل یمن نہ لاسکے اور نہایت بدحواسی کے ساتھ چار طرف منتشر اور پراگندہ ہو گئے
 تاہم اتنے قتل اور گرفتار ہوئے کہ پھر ان میں مقابلے کی قوت باقی نہیں رہی۔
 دونوں طرف سے تیس ہزار آدمی اس جنگ میں قتل ہوئے امیر عبد الملک
 کو بھی شدید زخم آیا۔ ہنوز عبد الملک میدان جنگ ہی میں تھا کہ عبد الرحمن بھی
 فوج لیکر اس کی مدد کے لیے پہونچا۔ سلطان نے جب اس عظیم الشان کامیابی کی
 خبر سنی اور اپنے لائق سپہ سالار اور رشتہ دار کو زخموں سے چوراد اور اس کی تلوار کو
 خون چکان دیکھا اس نے میدان جنگ ہی میں امیر کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اے
 بہائی میری یہ خوشی ہے کہ میں اپنے بیٹے ولی عہد ہشام کے ساتھ تیری بیٹی کی
 شادی کر دوں اور اس ہی جنگ کے صلہ میں سلطان نے اپنے وفادار اور جان نثار
 امیر کو اپنا وزیر اور شیر سلطنت مقرر کیا اور دولت دنیا سے مالا مال کر دیا۔

سلطان عبد الرحمن جیسا کہ اپنے دوستوں کے حق میں فیاض اور گناہگاروں
 کے لیے خطا بخش اور رحیم و کریم تھا ویسا ہی اپنے مخالفین اور معاندین کے حق میں

سم قاتل۔ چنانچہ ۴۳ھ میں ایک مولد عبد اللہ نامی نے اس کو خبر پہنچائی کہ بعض مشہور امراء عرب جن میں عبد السلام بن یزید بن ہشام اور اس کا بہا بن عبد اللہ بن معاویہ بن ہشام شریک تھے سلطان کو تخت سے اتارنے کی کوشش کر رہے ہیں عبد الرحمن نے ان لوگوں کو فوراً گرفتار اور قتل کیا ابو عثمان سلطان کا وزیر عظیم بھی اس سازش میں شریک تھا لیکن لمجا حقوق خدمات سابقہ عبد الرحمن نے اس کی جان بخشی کی۔ اس واقعہ کے تین سال بعد ۴۶ھ میں سلطان نے اپنے دوسرے بھتیجے المغیرہ ابن الولید بن معاویہ اور ہذیل ابن حاتم کو اس جرم کی پاداش میں قتل کر ڈالا اور اپنے حقیقی بہائی ابن الولید یعنی المغیرہ کے باپ کو ملک سے خارج کر دیا لیکن اپنے بہائی کے ساتھ اس نے اتنی رعایت کی کہ اپنے متعلقین کو ساتھ لیجانے کی اجازت ہی المغیرہ کے قتل کی نسبت ایک یہ بھی روایت ہے کہ جس وقت عبد الرحمن نے اپنے بھتیجے کے قتل کا حکم دیا ایک عرب جس کو سلطان بہت دوست رکھتا تھا سلطان کے پاس آیا اور دیکھا کہ اس کے چہرہ سے غم اور فکر کے آثار ظاہر ہیں۔ سلطان نے اس عرب کو دیکھ کر اس سے کہا کہ کس قدر تعجب اور افسوس کا مقام ہے کہ یہ لوگ جن کی جان اور مال بچانے میں میں نے اپنی جان و مال کی پروا نہیں کی

ایسے احسان فراموش بلکہ محسن کُش نکلے کہ آخر کار میرے ہی مخالف اور دشمن بن گئے۔ جیکہ یہ لوگ دشمنوں کی تلواروں کے خوف سے در بدر اور تباہ حال پہر رہے تھے مین نے ان کی ہر طرح اعانت کی اور اس ملک میں آرام و آسائش کا سامان مہیا کر دیا۔ مقام شکر ہے کہ خدائی تعالیٰ نے ان لوگوں کے حالات کو ظاہر کر دیا اور ہر ایک نے اپنی بدنتی اور بد اعمالی کی سزا پائی۔ اسی سال میں عبدالرحمن نے ملک شام کی فتح کا قصد کیا اور قریب تھا کہ سلطان اپنے بڑے بیٹے سلیمان کو اپنا قائم مقام مقرر کر کے اندلس سے روانہ ہو کہ وقتاً قریباً قرطہ میں حسین الانصاری کی بغاوت کی خبر پہنچی اور سلطان کو اپنا سفر ملتوی کرنا پڑا۔ علاوہ حسین الانصاری کے دوسرے امراء عرب مثل حیات بن ملاس حاکم اشبیلیہ و عبدالغفار بن حامد حاکم شہنبلہ اور عمرو حاکم سجیہ نے بغاوت کے جھنڈوں کو بلند کیا اور یکدل کجیہت ہو کر کثیر التعداد فوج کے ساتھ قرطبہ پر حملہ آور ہوئے سلطان بھی لڑائی کے لئے مستعد تھا بروقت مقابلہ متینوں کو شکست فاش ہوئی اور آخر کار گرفتار اور قتل ہوئے۔

ان امیروں کی مخالفت سے عبدالرحمن کو یقین کامل ہو گیا کہ جب تک اس کے گرد ایسے لوگ جمع نہ ہوں گے جن پر اس کو پورا مہر و سہ نہ ہو بغاوت کا سلسلہ متقطع نہ ہوگا

اس خیال سے سلطان نے افریقیہ اہل بربر کو اندلس آنے کی ترغیب دی
چنانچہ چالیس ہزار بربر اس کی فوج میں شریک ہوئے اور اسی فوج کی مدد سے ہمیشہ
اپنے دشمنوں پر غالب رہا عبدالرحمن اس طرف اپنے مخالفین اور باغیوں کی
تنبیہ میں مصروف تھا اور ادھر یعنی صوبہ حلیقیہ کے عیسائی اپنی قوت کو روز بروز بڑھتی
دے رہے تھے فرولیکہ بن الفانزو نے عبدالرحمن کو بے خبر پاکر سرحدی
قلعوں اور شہروں پر قبضہ کر لیا تھا اور اسی طرح رفتہ رفتہ عیسائی شہر لوگوں اور پرتغال اور
قسطلہ وغیرہ پر قابض اور متصرف ہو گئے تھے۔

اسی زمانہ میں شارلمین بادشاہ ملک فرانس نے جو ایک عرصہ دراز

لے مورزان اسپین مضافہ اسٹائولینپول باب صفحہ (۶۶) میں لکھا ہے کہ عبدالرحمن نے بغرض ظلم
رسانی بربروں کو فوج میں بھرتی کیا تھا اور ایسی ظلم و زیادتی شروع کی کہ تمام رعایا اور سلطان کے رشتہ دار
بد دل ہو کر بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔ حالانکہ یہ بیان صحیح نہیں ہے تاریخ سے ثابت ہے کہ عبدالرحمن نے محض بغاوت
کو فرو کرنے کی عرض سے قوم بربر کی فوج قائم کی تھی اور بعد رفع فساد اس کا زیادہ حکومت عدل و انصاف
درویشن خیالی میں گزرا چنانچہ المقری اور ابن حیان تحریر کرتے ہیں کہ عبدالرحمن کی خلق نافع و معدلت گسٹری ضرب البش
ہتی لینپول نے بلا دریافت و تحقیق بغاوت کے فرو کرنے کو ظلم و تعدی خیال کیا ہے بربروں کو فوج میں بھرتی کر نیکی اہل و ع
یہہ شہر کی اکثر امداد عرب خلفای دمشق کی خیر خواہی کا دم بھر رہے تھے ان کی سازشوں کا توڑ نا لازمی تھا اور یہ مغل

لیکن عبدالرحمن سے لڑا تو باسلطان کے پاس سفارت بھیجا اپنی بیٹی کے ساتھ شادی کرنے کی درخواست اور صلح کی خواہش ظاہر کی۔ چونکہ سلطان اپنی راج کے زخم کے سبب سے بیکار ہو گیا تھا اس نے شادی کرنے سے انکار کر دیا لیکن شارالیمین سے صلح کر لی۔

عبدالرحمن نے ملک اندلس میں عربی صنعت اور دھکاری کی بنیاد ڈالی اور قرطبہ میں اس مشہور و معروف مسجد اور قصر اور باغ رصافہ کی تعمیر شروع کی کہ جس کو اس کے بیٹے ہشام نے اختتام کو پہنچایا۔ سلطان نے اس ملک کی ایک سال کی آمدنی کا پانچواں حصہ یعنی اسی ہزار دینار طلائی اس عمارت پر خرچ کیے تھے اور قصر کی چبھت میں اس قدر سونا چڑھایا گیا تھا کہ جس کی چمک سے دیکھنے والے کی آنکھیں خیرہ ہوتی تھیں اس کے جانشینوں نے بھی اس قصر اور باغ پر

بقیہ صفحہ (۱۰) اور یہ آسان بات ہے۔ دیکھو شہری آف دی راسن مضافہ جسٹس امیر علی باب صفحہ ۶۷۷۔

لہ المقری نے عبدالرحمن سے یہ کہ حالات میں اس واقعہ کا ذکر کیا ہے لیکن فرانیسی اور انگریزی مؤرخین اس کی تصدیق نہیں ہوتی تاریخ سے یہاں البتہ اچھی طرح ثابت ہے کہ خاریس یا عبدالرحمن میں لڑائی ہوئی تھی اور شارالیمین نے اندلس پر حملہ کیا تھا لیکن عربوں نے فرانیسیوں کو شکست دیکر اندلس سے خارج کر دیا اس جنگ کے بعد جو ۷۵۵ء میں

ہوئی تھی شارالیمین نے عبدالرحمن کے ساتھ صلح کر لی۔ ”شہری آف دی راسن“ مضافہ جسٹس امیر علی باب صفحہ ۶۷۷۔

روپیہ خرچ کرنے میں اور ان کی شان و شوکت بڑھانے میں کمی نہیں کی عبد الرحمن نے اپنی سکونت اسی قصر اور باغ میں اختیار کی تھی چونکہ اس کو پھولوں اور میوہ دار درختوں سے بے انتہا شوق تھا اس باغ میں اس نے دنیا کے مشہور پھول اور درختوں کو فراہم کیا تھا اس باغ کی سفری انار اور آڑواو رشتہ والوں کی اور نزاکت میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے علاوہ اس کے عبد الرحمن نے اور بہت سی عمارتیں مثل مساجد اور حمام اور پل اور قلعے ممالک محروسہ میں عامہ خلایق کے آرام و آسائش کے واسطے بنائی تھیں۔ قصر صافہ کے باغ میں ایک درخت خرما بھی نصب کیا گیا تھا ایک روز سلطان اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کی نگہبانی اور خانہ جنگی سے نہایت متفکر اور افسردہ خاطر باغ میں گشت کر رہا تھا کہ اس درخت خرما پر نظر پڑی دل پہلے ہی سے ہر اسوا تھا بے ساختہ یہاں شاعر اس کی زبان پر جاری ہوئے

تَبَدُّتْ لَنَا وَسَطُ الرِّصَافَةِ نَحْلَةً
نَتَاكَ بِأَرْضِ الْغَرْبِ عَنْ بَلَدِ النُّحْلِ

لے ہم نے باغ رصافہ کے وسط میں ایک درخت خرما دیکھا جس نے نخلستان سے علیحدہ ہو کر زمین غربت میں نشوونما پائی ہے۔ پس میں نے کہا کہ تو غربت و پریشانی میں جو بہ سبب دوری اولاد و اہل کے مجھ لائق ہے میرا مشابہ ہے۔ تیری نشوونما اس سرزمین پر ہوئی ہے کہ تو اس میں تنہا و غریب ہے۔ دیکھو سفر (۱۳)

فَقُلْتُ شَيْبِي بِالْتَّغْرِبِ وَالنَّوَى
وَطَوَّلِ التَّيَّاسِي عَنْ بَنِي وَعَنْ أَهْلِي
نَسَّاتِ يَارُضٍ وَأَنْتِ فِيهَا غَرْبَةٌ
فَمِثْلُكَ فِي الْأَقْصَا وَالْمُنْتَاكِ مِثْلِي
سَقَنْتُكَ عَوَارِي الْمُنْزَنِ فِي الْمُنْتَاكِ الَّذِي
يُصَلِّحُ وَكَيْتُمْ مَيْمِ الْمَسَاكِينِ بِالْوَكْلِ

عبدالرحمن ابن معاویہ نہایت نیک سیرت اور نصف مزرع تھا اسکی رعایا میں سے اگر کوئی مر جاتا تھا تو وہ کیسا ہی غریب کیونکہ نہو سلطان میت میں شریک اور بذات خود نماز جنازہ کی امامت کرتا تھا رعایا کے ساتھ نماز جمعہ اور بعد نماز خطبہ پڑھنا ایک معمولی بات تھی اپنی رعایا کے شادی اور غم دونوں میں شریک تھا یہاں تک کہ اگر کوئی شخص بیمار ہوتا تو یہ وہاں کی عیادت کو ضرور جاتا تھا۔

بقیہ ماضی صفحہ (۱۲) پس تیرا مثل دوری و جدائی میں میرا مثل ہے۔ مقام جدائی میں تجھے سفید ابرو نے سیراب کیا ہے کیونکہ مسکین بوجہ بارش کے صحت اور راحت پاتے ہیں۔

لہٰذا یہاں معاویہ بن صالح قطیفہ کے قاضی القضاۃ نے انتقال کیا عبدالرحمن میت میں شریک تھا اور اس نے بذات خود نماز جنازہ کی امامت کی تھی۔ دیکھو عربوں میں یہی مصنفہ کوثر طہ (۱) باب صفحہ ۲۱۳۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سلطان بعد شرکت میت واپس ہو رہا تھا کہ اثنائی
 راہ میں ایک معمولی حیثیت کے آدمی نے بقاضی کے فیصلہ سے ناراض تھا کہا
 کہ یا امیر قاضی نے میرے حق میں نا انصافی کی ہے جس کی داد میں تجھ سے
 چاہتا ہوں سلطان نے جواب دیا کہ اگر تو سچا ہے تو میں تیرے حق میں انصاف
 کروں گا اوس آدمی نے عبدالرحمن کے گھوڑے کی باگ کو مضبوط کیا
 اور کہا کہ یا سلطان برائی خدا میری فریاد کو سن اور تاؤ قید کہ قاضی کو انصاف کا حکم
 مذے اس مقام سے ہرگز آگے نہ بڑھ وہ اس وقت تیرے ہمراہ رکاب ہے
 عبدالرحمن نے قاضی کو بلا کر اس شخص کے حق میں انصاف کرنے کا سختی جو حکم
 دیاجب عبدالرحمن محل میں واپس آیا تو ایک منہ پڑ ہے مصاحب نے اس طرح تنہا
 پڑے پہرے کے نقصانات ظاہر کئے اور بیان کیا کہ یا سلطان اس طرح بغیر کافی
 احتیاط کے شہر میں پہرہ ناچکوزیا نہیں اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ رعایا کے دل سے تیرا رعب
 اور خوف بالکل جاتا رہے گا۔ عبدالرحمن نے اس خیر خواہانہ راہی کو بہت پسند کیا
 اور آئندہ سے باہر نکلنے میں بہت کچھ کمی کر دی اور اپنے بیٹے ہاشم کو بھی
 اس کے متعلق ہدایت کی۔

عبدالرحمن کی تقریر نہایت شستہ اور دل آویز تھی اور نہایت سنجیدہ اور محکم

اور عظم خلق ہوا تھا کسی کام کے کرنے میں جلدی نہیں کرتا تھا لیکن جس کام کے کرنے کا قصد کر لیتا تھا تو پہر اس کو بغیر ختم کئے ہرگز نہ ہٹتا تھا ابو ولعب اور ضرورت سے زیادہ آرام کو اپنے پاس نہیں آنے دیتا تھا یا سستی معاملات اس نے اپنے ہی ہاتھ میں رکھے تھا اور کبھی کسی پر ضرورت سے زیادہ بہرہ و سہ نہیں کرتا تھا لیکن مشکل معاملات میں اپنے لائق اور خیر خواہ مشیروں کی رائی ضرور لیا کرتا تھا۔ فیاض کمال درجہ کا تھا اور فن شعر سے اس کی طبیعت کو بہت کچھ لگاؤ تھا۔ سفید لباس ہمیشہ پسند کرتا تھا۔

سلطان عبدالرحمن کی خلق اور فیاضیان عام طور پر ضرب المثل تھیں جس وقت اس نے یوسف الفہری اور دیگر مخالفین پر پوری کامیابی حاصل کی اور اطمینان کے ساتھ سرِ آرائی سلطنت ہوا تو ملک اندلس کے ہر صوبہ اور شہر سے حاکم اور رئیس طاعت قبول کرنے کے لئے شہر قرطبہ میں آنے لگے سلطان ہر روز وقت مقررہ پر ہر شخص سے علیحدہ خلعت سے ملتا تھا ہر شخص کو اس کی عام فیاضی اور عطائی خلعت و انعامات نے جان و دل سے مطیع و فرمان بردار بنا دیا تھا۔ ایک روز ایک غریب عرب بنی قناصرین سے اس کے دربار میں حاضر ہوا اور عبدالرحمن سے عرض کی کہ یا سلطان خدائی تعالیٰ نے مجھ کو بادشاہ اور

بے انتہا خزانوں کا اس لئے مالک کیا ہے کہ تو غریب اور یتیم اور بیوہ کے حق میں انصاف اور اون کی مدد کرے عبد الرحمن نے جواب دیا کہ میں نے تیرے معروضہ کو سنا اور تیری خواہشوں کو پورا کر دیا میں نے حکم دیا ہے کہ تیری مدد کی جائے تاکہ تو اس تباہ حالی اور پریشانی سے نجات پائے اور میں عام طور پر حکم دیتا ہوں کہ وہ لوگ جو مثل تیرے تباہ اور پریشان ہو رہے ہیں وہ یا تو بذات خود دربار میں حاضر ہو کر مجھے مدد چاہیں یا اپنی اپنی درخواست میرے پاس پیش کریں تاکہ میں اون کی مدد کر سکوں اور مثل تیری اون کو ہر قسم کی پریشانی سے نجات دوں۔ اس کے بعد عبد الرحمن نے اس عرب کو اپنے دربار سے خوش و خرم روانہ کیا اور حکم دیا کہ اگر کوئی درخواست لیکر دربار میں آنا چاہے تو اس کو ممانعت نہ کی جائے سلطان کی ایک سیہ بھی عادت تھی کہ کہانے کے وقت اگر کوئی اہل غرض حاضر ہو جاتا تو اس کو اپنے ساتھ شریک کر لیا کرتا تھا۔

ان واقعات متذکرہ صدر سے جنے سلطان عبد الرحمن کے ذاتی حالات معلوم ہوئے ہیں بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ یہ کس قدر رحم دل رعایا پرور اور اپنی عام رعایا کی بہبودی اور فلاح کا سچا خواستگار تھا۔ یہی باتیں ہیں کہ جس سے بادشاہ ہرل عزیز بنتا ہے اور یہی طرز حکومت ہے جس سے اس کا نام ابد الابد قائم اور رعایا کے دلوں میں

اور حبیب بن عبد الملک وغیرہ اس زرخیز اور شاداب ملک میں پناہ گیر ہوئے
عبد الرحمن نے ان سب کو جاگیر ات اور فوجی اور دیوانی خدمات عطا کیں
جس سے خود سلطان کو انتظام سلطنت اور انصرام مملکت میں بہت مدد ملی۔ چونکہ
عبد الملک بن عمر خلفای بنی امیہ کے عہد حکومت میں بڑے عہدوں پر
رہ چکا تھا اپنی تجربہ کاری اور ہمدانی سے اہم معاملات اور پیچیدہ مقدمات میں
سلطان کو بہت مدد دیا کرتا تھا عبد الرحمن نے اس امیر کو صوبہ اشبیلیہ کا
حاکم مقرر کیا اور اس کے بیٹے عمر کو صوبہ مورور کا۔

اس زمانہ میں بظاہر کوئی تعلق اندلس کو شام سے باقی نہیں رہا تھا لیکن
اندلس کی مساجد میں خطبہ خلیفہ ابو جعفر المنصور بنی عباس ہی کا پڑھا جاتا تھا۔
عبد الرحمن نے بھی اس قاعدہ کو دس سال تک جاری رکھا بالآخر عبد الملک
بن عمر کے شورہ سے خلیفہ کے عوض عبد الرحمن کا نام خطبہ میں شریک کیا گیا۔
جس وقت عبد الرحمن نے اندلس کی فتح کا قصد کیا اس کے ساتھ
اس قدر دوست اور خیر خواہ اس کے اور اس کے خاندان کے نہ تھے جو امیر
یوسف الفہری والی ملک اندلس کا مقابلہ بامید کامیابی کر سکتے۔ یہہ صورت
عبد الرحمن کی دور اندیشی اور چالاکی اور مدبرانہ برتاؤ کا سبب تھا کہ اس نے سلطنت

شام کے خیر خواہوں کو یہی اپنا دوست بنالیا اور ان سے اس سے زیادہ کام لیا جتنا وہ اس کی کامیابی کے لئے دے سکتے تھے ایک مدبر آدمی جو اصول سیاست سے آگاہ ہو اس کے نزدیک دوست اور دشمن دونوں سے اپنے حسبِ منشا کام کمانا کوئی بڑی بات نہیں عہدِ الرحمن میں یہ صفات موجود تھے جب یہ پورے طور سے کامیاب ہو گیا اور ملکِ اندلس کو اپنے قبضہ میں کر لیا تو اب اس نے اپنی قوت کے بڑھانے کی کوشش کی اور اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کو مصر اور شام وغیرہ سے بلا کر اپنے گرد جمع کرنا شروع کیا لیکن بعضی موغین سلطان کی اس طرز اور برتاؤ کی بہت کچھ شکایت کرتے ہیں جو اس نے بعدِ کامیابی اور تسخیرِ ملکِ اندلس اپنے پروردہ اور معاون پدر اور نیز ابو عثمان کی خلاف میں اختیار کیا تھا اس میں شک نہیں کہ ایک ایسے آدمی کے احسانوں کو فراموش کر دینا جس نے غم اور خوشی دونوں میں اس کا ساتھ دیا اس کو لایق اور سزاوار نہ تھا۔ پدر وہ شخص تھا کہ جس نے نہ صرف پریشانی اور حیرانی اور سرگردانی ہی میں عہدِ الرحمن کا ساتھ دیا بلکہ اسی خیر خواہ اور سچے دوست اور غلام کی وجہ سے عظیم الشان کامیابی حاصل کی لیکن عہدِ الرحمن نے تخت پر بیٹھتے ہی ان نمایاں خدمات اور خیر خواہی کے

صلہ میں بدر کو نہایت ذلت کے ساتھ قید کیا اور بعدہ اندلس سے بدر کو دیا
 بعد اخراج بدر نے ایک خط سلطان کو لکھا جس کا مضمون یہ ہے -
 ”مجھ کو امید تھی کہ صحرا اور دریا طے کرنے اور تیرہ کو ایک ملک کا مستقل حاکم
 بنا دینے کے بعد تو مجھ کو ہرگز ذلیل اور بے آبرو نہ کرے گا اور دشمنوں کو مجھ پر
 ہنسائے گا اگر میں بنی عباس کے ہاتھوں میں گرفتار ہو جاؤں تو مجھ کو یقین ہے
 کہ وہ میرے ساتھ اس قدر برابر تاؤ نہ کرتے۔ میں نے اپنے معاملات کو
 خدا کے سپرد کر دیا ہے پھر کے ساتھ اس قسم کا برابر تاؤ کرنے کی کوئی وجہ نہیں
 سے نہیں معلوم ہوتی لیکن بغیر کسی وجہ خاص کے عبد الرحمن سانیک تینت اور
 ہمہ صفات موصوف آدمی سے ایسی حرکت کا سرزد ہونا ہرگز یقین نہیں کیا جاتا اگر
 اپنے دلی دوستوں اور جان نثاروں کے ساتھ اس کو یہ برابر تاؤ کرنا منظور ہوتا
 تو پہر وہ عام حکم اپنے متعلقین کو اندلس میں اگر بسنے کا کیوں دیتا قرین قیاس اور
 قابل اعتبار یہی معلوم ہوتا ہے کہ بدر ہی کی کسی خطا کا معاوضہ اس کو منجانب اللہ
 ملا ہے امیر ابو عثمان کی نسبت موزین یہ تحریر کرتے ہیں کہ جب اس امیر نے
 دیکھا کہ سلطان میری طرف ملقت نہیں ہے اور نیز اپنے معروضوں کو بھی سب اثر
 پایا اس نے البیرہ میں اپنے پیہتجہ کو بغاوت پر آمادہ کیا لیکن ابھی بغاوت شروع

نہ ہوتی تھی کہ سلطان پر یہ بات ظاہر ہو گئی اور اسکا نتیجہ مع شرکاء کے قتل کیا گیا
 اس ناکامیابی کے بعد امیر ابو عثمان نے سلطان کے ہتھیے کو بغاوت کی
 ترغیب دی اس دفعہ بھی عبدالرحمن کو سازش کا حال معلوم ہو گیا اور قبل اسکے
 کہ بغاوت شروع ہوتی سلطان نے اپنے ہتھیے اور ابو عثمان کو گرفتار کر لیا
 گو سلطان کو یقین کامل ہو گیا تھا کہ فساد کا بانی ابو عثمان ہی ہے لیکن اس نے اسکو
 قتل نہیں کیا بلکہ صرف خطابات اور جاگیرات ضبط کر لیں جو بعد ایک مدت کے پہر
 اس امیر پر بحال کی گئیں۔ اسی طرح عبداللہ ابن خالد اور تمام ابن علقمہ جو بدر
 اور عثمان کے شریک تھے اپنے اپنے عہدوں سے علیحدہ کئے گئے۔
 ان دونوں پر عتاب نازل ہونے کی کوئی دوسری خاص وجہ نہیں پائی جاتی۔
 سلطان عبدالرحمن کے عہد حکومت میں حسب ذیل اشخاص یکے بعد
 دیگرے حاکم مقرر ہوئے تھے تمام بن علقمہ یوسف بن بخت عبدالکرم
 ابن محران عبدالرحمن ابن مغیث ابن حیرث۔ منصوریہ اخیر الذکر پہلا
 خواجہ سربراہ جو اس عہدہ پر مامور ہوا اور سلطان عبدالرحمن بن معاویہ کی زندگی
 تک اسی عہدے پر سرفراز رہا عبدالرحمن کا کوئی وزیر یا مشیر مقرر نہیں تھا بلکہ
 اس نے ایک مجلس امراء مقرر کی تھی جن کی رای اور مشورہ سے سلطان انتظامی

کام ریاست کا کیا کرتا تھا اون کے نام حسب ذیل ہیں :-

ابو عثمان مشیر اول عبد اللہ بن خالد یہ داماد تھا ابو عثمان کا ابو عبیدہ
حاکم اشبیلیہ شہید ابن عیسیٰ مثلاً یہ ابن عبیدہ حاکم سرسہ آٹھم ابن مسلم۔
عہدہ خطابت پر حسب ذیل امراء کیے بعد دیگرے مامور ہوئے تھے
ابو عثمان - عبد اللہ بن خالد امیہ بن زید -

عہدہ قضات پر یحییٰ ابن زید ابو عمرو معاویہ وغیرہم مقرر تھے۔
سلطان عبد الرحمن بن معاویہ کی پیدائش کی تاریخ کی نسبت زیادہ
اختلاف نہیں پایا جاتا بسکو اتفاق ہے کہ یہ ۳۱۰ھ میں پیدا ہوا تھا
لیکن اس کے انتقال کی تاریخ میں کس قدر اختلاف ہے۔ بعض ۳۸۰ھ میں
بتاتے ہیں اور بعض ۳۸۵ھ کہتے ہیں خلیفہ ہارون رشید کے عہد خلافت
میں سلطان کا انتقال ہوا اور قرطبہ میں دفن کیا گیا۔

عبد الرحمن کے ابتدائی حالات کی نسبت یہ بیان کیا جاتا ہے کہ
اس کے باپ معاویہ نے خلیفہ ہشام کے عہد حکومت ۳۸۵ھ میں انتقال کیا

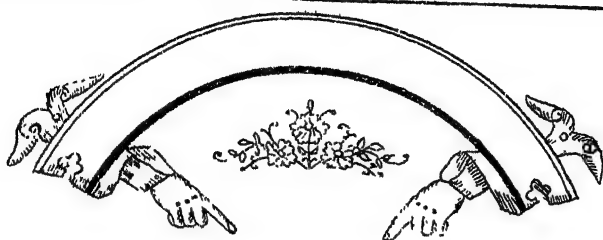
۳۸۵ تاریخ میں عبد الرحمن بن معاویہ الداخل کے لقب سے مشہور ہے جس کی وجہ یہ پائی جاتی ہے

کہ خاندان بنی امیہ کا یہ پہلا شخص تھا جو اندلس میں داخل ہوا تھا۔

اوس وقت معاویہ کی عمر ۲۱ سال کی تھی۔ خلیفہ ہشام نے عبد الرحمنؓ کو
 پیرورث کیا تھا چونکہ خلیفہ کا یہ خیال تھا کہ اس کو اپنا ولیعہد مقرر کرے۔ اعلیٰ درجہ
 کی تعلیم اور تربیت دی گئی۔ سلطان علاوہ تمام صفات مذکورہ بالا علم و فضل و
 کمال کی قدردانی میں اپنے لایق و مشہور ہم عصر خلیفہ ہارون رشیدؓ کا ہمسلا تھا
 غرض کہ عبد الرحمن بن معاویہ تخت و تاج و حکومت کے لئے نہایت موزون تھا
 عبد الرحمن سے لیکر عبد الرحمن انصاری تک فرمانروایان اندلس امیرالمسلمین
 کے خطاب سے مشہور تھے سلطان عبد الرحمن انصاری کے عہد حکومت
 میں جبکہ خلافت عباسیہ میں ضعف پیدا ہو گیا تھا اور سلطنت کا نام ہی نام
 باقی رہ گیا تھا عبد الرحمن انصاری نے رعایا کی خواہش سے اپنے خطابات
 شاہی میں امیرالمومنین شریک کیا اور اوس زمانہ سے شاہان اندلس نے
 امیرالمومنین اور خلیفہ المسلمین کے القاب اختیار کیے۔

عبد الرحمن بن معاویہ نہایت خوبصورت اور وجہ آدمی تھا۔ رنگ بہت
 صاف بال بہورے اس کی صرف ایک آنکھ کام دیتی تھی۔ قوت شامہ سے
 بے بہرہ تھا اس کے بیٹے بچے تھے گیارہ بیٹے اور نو بیٹیاں۔





باب دوم

ہشام کی تخت نشینی نجومی سے ملاقات - سلیمان کی بغاوت - فتح اربوہ

اور عیسائیوں سے جنگ - تعمیر بل قریطہ - طرز حکومت - ذاتی حالات -

۲۷۱ھ مطابق ۸۸۰ء میں عبدالرحمن بن معاویہ اندلس کے خلیفہ اول نے انتقال کیا اور اس کا دوسرا بیٹا ہشام ابوالولید جس کو عبدالرحمن نے اپنے سین حیات اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا تخت سلطنت پر شکن ہوا۔ اس کی مان کا نام حلل تھا اور شوال ۳۹۱ھ میں یعنی عبدالرحمن کے اندلس میں داخل ہونے کے ایک سال بعد پیدا ہوا تھا اور بچپن ہی سے اس کو علماء اور اہل کمال کی صحبت میں بیٹھنے کا بے انتہا شوق تھا۔ اس کے بڑے بہائی سلیمان کی طبیعت اس کے برعکس واقع ہوئی تھی عبدالرحمن نے ہشام کے ان ہی خیال حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ کی وجہ سے اس کو ولی عہد مقرر کر کے تمام مصمم قصد کیا تھا

۱۷۱ھ عبدالرحمن بن معاویہ نے اپنے تمام بچوں کی تعلیم کا خاص طور پر انتظام کیا تھا ہشام اور سلیمان (دیکھو صفحہ ۳۷)

اور ہمیشہ لوگوں سے ان دونوں بہائیوں کے حالات اور ذاتی صفات کا مستفسر رہتا تھا۔ سب ہم زبان تھے کہ شہزادہ ہشام کا دربار ہمیشہ علما اور فضلا اور بہادران و مدبران وقت اور صاحب کمال لوگوں سے معمور رہتا ہے جہاں ہر قسم کے علمی مسابقتیں ہوا کرتے ہیں برخلاف اس کے شہزادہ سلیمان کے دربار میں کم ہمت اور پست حوصلہ اور خوشامدی جمع رہتے ہیں ہشام صوبہ مریدیہ کی صوبہ داری کو انجام دے رہا تھا کہ اس کو اپنے باپ کے انتقال کی خبر پہنچی شہر مریدیہ ہی میں اس نے خان حکومت کو اپنے ہاتھ میں لیا اور رعایا نے بلا عذر اس کو سلطان عبدالرحمن کا جانشین تسلیم کر لیا۔

تحت پریشہ تھے ہی سلطان ہشام نے الضحیٰ نامی مشہور اور معروف منجم ساکن الجزائر کو دربار میں طلب کیا اور اس سے کہا کہ گو خدا ہی تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا عالم الغیب نہیں ہو سکتا لیکن چونکہ تو اپنے فن میں بیکتاے زمانہ سمجھا جاتا ہے لہذا تو زائچہ کے ذریعہ سے بلاتامل اور بغیر خوف و خطر حکموتا کہ میرا زمانہ حکومت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴) دونوں کو حکم تھا کہ دارالقضا میں جا کر کام کیا کریں اور جس وقت کو نسل آن اسٹیشن یعنی مجلس امرا کا انعقاد ہوتا تھا تو یہاں تیار ہوتے تھے شعراء اور علماء سلطان کی سالگرہ اور نظم و نثر سلطان کی تعریف میں لکھ کر شہزادوں کے سامنے پیش کرتے تھے اور جب نظم یا نثر سجدہ ہوتی تھی اس کو انعام دیا کرتے تھے عربی اس میں غزوہ طبرستان (۱) صفحہ ۲۱۳

کس طرح گزیرے گا۔ سلطان کے اس اطمینان دلانے پر اس نجومی نے زانچہ تیار کیا اور بارگاہِ سلطانی میں حاضر ہو کر عرض کی کہ یا امیر تیرا زمانہ حکومت نہایت مبارک اور بے مثل رہے گا دشمن ہمیشہ پامال اور فتح و نصرت ہمیشہ ہمراہ رکاب رہے گی مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تیرا عہد حکومت آٹھ سال تک یا یکہ کم و بیش رہے گا ہشام نے منجم کے اس بیان کو بغور سنا اور کچھ دیر تک سوچ اور فکر میں رہا بعد چند لفظوں کے سراوٹھایا اور کہا کہ اے الضحیٰ تیری پیشین گوئی نے مجھ کو مطلقاً ہراسان اور پریشان نہیں کیا بلکہ اس تیرے بیان نے مجھ کو اپنی نیکی اور کامیابی حاصل کرنے کا راستہ بتایا۔ میں ہمیشہ اپنے معبود ہر حق کی عبادت اور اپنے منصبِ جلیلہ کی انجام دہی میں تادمِ مرگ مشغول رہوں گا اس کے بعد ہشام نے منجم کو خلعت و انعام کے ساتھ رخصت کیا اور اسی وقت سے دنیوی عیش و آرام اور لباسِ خوشنہائی کو کیلخت دور اور معدلت گستری اور فیاضی کے جامے کو زیب تن کیا۔

اپنے عہد حکومت کے اوایل میں سلطان ہشام کو اپنے خاندان کے بعض لوگوں کا جنہوں نے بغاوت کے جہنڈے کو بلند کیا تھا مقابلہ کرنا پڑا چنانچہ اس کے بڑے بہائی سلیمان نے دوسرے بہائی عہد اللہ نامی کی شرکت سے فوج شیر

کے ساتھ سلطنت کا دعویٰ کیا سلطان نے بذات خود باغیوں کا مقابلہ کیا اور ان کو شکست فاش دی اس خانہ جنگی سے فراغت حاصل کرنے کے بعد ہشام ملک فرانس کی طرف متوجہ ہوا اور اس نے شہر اربونہ کو دوبارہ فتح کیا صوبہ جلیقیہ کے تحت عیسائی رئیسوں نے نہایت عجز کے ساتھ صلح کی درخواست کی جس کو سلطان نے باین شرط قبول کیا کہ یہ لوگ شہر اربونہ کی شکست دیواروں کے چوڑے اور مٹی وغیرہ کو خود ڈھک کر دار السلطنت قرطبہ تک پہنچائیں جہاں پر سلطان نے اسی مٹی اور چوڑے وغیرہ سے ایک مسجد باب الجنہ کے محاذی تعمیر کی شہر میں البہ اور ارض القلاع کے عیسائیوں نے بغاوت شروع کی لیکن سلطانی فوج نے باغیوں کو ایسی شکست دی کہ پہر ان عیسائیوں کو بغاوت کی جرأت نہ ہوئی۔ اسی سال میں سلطان نے اپنے وزیر یوسف ابن نجبت کو فوج کشیر کے ساتھ صوبہ جلیقیہ کے عیسائیوں کے قبضہ کے لیے روانہ کیا اس نے یسوع

لہ اس فتح کی نسبت الفاظ بہت صاف ہیں ”و فی ایامہ فتح اربونہ“ بعض فرانسیسی مورخین مثل رومی اور ریناڈ بیان کرتے ہیں کہ عربوں نے اس شہر کو فتح نہیں کیا بلکہ صرف اس شہر کے قریب جوار کے مقامات کو تاخت و تاراج کیا تھا المقبری اور دیگر مؤرخین عرب کا بیان ہے کہ عربوں نے اس شہر کو فتح کر لیا تھا اور یہ آخذاً ذکر بیان صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے کہ اس شہر کے قریب پہنچنے کے بعد اسے چلا کر لے کر کوئی دہان مورین اولیٰ ذکر کرنے بیان نہیں کی ہے۔

برمیوڈو کو شکست کامل دی جس میں بے انتہا عیسائی قتل و غارت ہوئے اور اس صوبہ کا بہت بڑا حصہ ممالک مغربہ میں شریک کیا گیا۔ اسی طرح ۱۷۶۱ء میں دوسرے وزیر عبد الملک ابن عبد الواحد بن معیث نے الہہ اور ارضع ^{القلاع} کے عیسائیوں کو کافی سزا دی ۱۷۷۰ء میں اسی امیر کو اربونیاہ اور جبرندہ کی ہم پر مقرر کیا جہاں امیر عبد الملک نے اپنی خدمات مغربہ کو نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیا۔

اسی زمانہ میں قمر طبع کیل کی جس کو امیر السمع نے خلیفہ عمر ابن عبد العزیز کے زمانے میں بنایا تھا از سر نو تعمیر کی گئی۔ یہ پل جس کا نقشہ سلطان ہشام نے اپنے ہاتھ سے کھینچا تھا حسن اور وسعت میں بے نظیر تھا۔ زمانہ تعمیر میں ایک روز سلطان نے اپنے اہل دربار سے پوچھا کہ اس پل کے بنانے کی نسبت عام خیال کیا ہے۔ جواب دیا کہ رعایا کا یہ خیال ہے کہ سلطان ذیل کو اس غرض سے تعمیر کیا ہے کہ شکار کی آمد و رفت میں دقت نہ ہو۔ یہ سن کر ہشام نے عہد کیا کہ آج سے تادم مک اس پل پر پاؤں نہ رکھوں گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ہشام کے زمانہ حکومت میں بعض علماء اور فقہا حج کی نیت سے مکہ معظمہ روانہ ہوئے جن میں فرعون ابن العباس عیسیٰ ابن دنیا ر سعید بن ابی ہند اور دیگر

مشہور لوگ شریک تھے شام میں ان لوگوں کی طاقت مالک ابن انس سے جو
 اوس زمانے میں علم فقہ کا مشہور عالم تھا ہوئی جو کچھ فیض کہ ان لوگوں کو اوس کی
 صحبت سے حاصل ہوا تھا اوس سے اندلس میں اگر پورا کام لیا لو
 مالک ابن انس کے خیالات کے پہیلے میں کوتاہی نہیں کی ابو
 عبد اللہ زید ابن عبد الرحمن نے بھی جو علاوہ عالم ہونے کے نہایت
 نیک اور صاف باطن آدمی تھا بہت کوشش کی تھی کہ ابن انس کی تصانیف
 اس ملک میں رواج پائیں ہشام نے ابو عبد اللہ زید کو بلایا اوس کی
 لیاقت اور قابلیت کے عہدہ قضات کے لیے تجویز کیا لیکن اس نے اس
 عہدے کو نا منظور کیا سلطان نے اس کو مجبور کرنا چاہا تاہم یہ اپنے ارادہ
 سابق پر قائم رہا اور وزرا سے کہدیا کہ اگر میں نے مجبور اس عہدے کو قبول بھی کیا
 تو شرع اور فقہ کے بالکل خلاف احکام جاری کروں گا اوس وقت تم خود مجھ کو اس
 خدمت سے علیحدہ کر دو گے سلطان بصد ابدیدہ وزرا اپنے ارادہ سے باز رہا اور
 یہ کہی ابو عبد اللہ کو عہدہ قضات کے قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا۔ اس عالم
 کا انتقال ۱۷۸ھ میں ہوا۔

سلطان ہشام کے عہد حکومت میں علم و فضل اور قہر و کمال نے بیحد

ترقی پائی چونکہ بادشاہ خود لائق اور علم دوست اور صاحب فن کا قدردان تھا۔
 اس کی طبیعت نے اپنے کردار سے بے نظیر اور نادر العصر لوگوں کو جمع کیا
 کہ جن کی بدولت اس کا نام اس وقت تک قائم ہے اور آئندہ بھی قائم رہے گا
 ایک روز کا واقعہ ہے کہ اس کا باپ سلطان عبدالرحمن بن معاویہ دربار
 میں بیٹھا ہوا تھا اور اہل دربار حاضر تھے کہ سلطان نے یہود و شر پڑھے۔

وَعَرَفْتُ مِنْ أَبِيهِ شَمَائِلًا	مِنْ خَالِهِ أَوْ مِنْ يَزِيدٍ وَمِنْ حُجْرٍ
سَمَاحَةً ذَامَعٍ بَرِّدًا وَوَفَا ذَا	وَنَائِلٍ ذَا إِذَا احْكَا وَإِذَا اسْكُرَ

اور ہشام سے پوچھا کہ کیا تم بتا سکتے ہو کہ یہ اشعار کسے ہیں ہشام نے فوراً کہا
 یہ اشعار امر و القیس کے ہیں جو خاص تیرے لیے لکھے گئے سلطان اپنے
 بیٹے کی اس حاضر جوابی سے بہت خوش ہوا ہشام کی فیاضی اور معدلت گسری
 کی نظیروں سے تاریخ بھری ہوئی ہے اور اس نے اپنی بیدار مغربی اور دانشوری
 سے سلطنت کو ایسے مستحکم اصول پر قائم کیا کہ اگر ان کی پابندی اس کے جانشین
 کرتے تو اسی وقت یورپ کا مغربی کو نہ ہی مسلمانوں کے قبضہ میں ہوتا جس سے

لے (ترجمہ) اوس کے باپ اور امون کی یا زید کی بحر کی مثال سے تو اوس کو معلوم کر سکتا ہو کہ وہ صاحب شہ
 دکنوی و صاحب قاصد صاحب جو ہے صحت اور نش کی حالت میں۔

سلطنت ہای بلاد مشرقیہ اسلامیہ کے قیام کے بعد ہندوستان میں سب سے پہلے
 تہ جن کے ذریعہ سے سلطان کو حکام کی طرز حکومت کی خبر رسید یہ پونجی تھی
 تھی جس طرح کہ خیر خواہ اور نیک نیت حکام چشمہ فیض و قدر دانی سے یہ راہِ اسطرح
 ظالم اور بدخواہ اتش غضب ظلم سوز سے راہی ملک دوار ہوئے تھے اس کو رعایا
 کی تکلیف ایک لمحہ کے لیے بھی گوارا نہ تھی اور ہمیشہ کہ شش یہ راہ گوارا نہ تھی
 حکام سے خوش رہے اور اس کے جان و مال کی پوری پوری حفاظت کی جاتی تھی
 شخصی سلطنت میں ملک اور رعایا کی یہودی خاص بادشاہ کی ذمہ داری
 وابستہ ہے اس بادشاہ کی خوش قسمتی تھی کہ اس نے اپنی محنت اور
 جفاکشی کا نتیجہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا رعایا نے اس کو العادل کا خطاب
 دیا تھا اس لقب کو یہ نہایت عزیز رکھتا اور اپنا فخر سمجھتا تھا ہشام نے ہاشم
 اور آٹھ یا نو مہینے کی حکومت کے بعد ۸۹۶ء میں انتقال کیا قبل انتقال
 مسجد قرطبہ کو جس کی بنیاد عبدالرحمن نے ڈالی تھی ختم کر دیا تھا۔





باب

الحکم کی تخت نشینی۔ اس کے چچا سلیمان اور عبد اللہ کی بغاوت جبکہ جسلیقہ
انتقال سلیمان عیسائیوں کے ساتھ جنگ اور انکی شکست قطع عظیم انتقال طرہ

سلطان الحکم اپنے باپ سلطان ہشام کے بعد تخت پر بیٹھا۔
عربوں کی یہ خوش قسمتی تھی کہ لائق باپ کی میراث لائق تر جانشین کے حصہ میں
آئے لیکن مثل سابق اس کے رشتہ داروں نے اس کو یہی آرام لینے نہیں دیا۔
چنانچہ الحکم کے تخت پر بیٹھے ہی اس کے دونوں چچاؤں یعنی عبد اللہ اور
سلیمان نے بغاوت شروع کر دی اگرچہ یہ لوگ علانیہ بغاوت کی قدرت
نہیں رکھتے تھے مگر چونکہ یہ سب سلطنت کے رکن عظیم تھے خفیہ طور پر اس کو
اور اس کی سلطنت کو نقصان پہنچا سکتے تھے اور اس تکلیف اور نقصان سانی
میں انہوں نے کوتاہی نہیں کی۔ عیسائی ہی ہمیشہ ایسی سازشوں اور خائبہ جنگیوں کا
انتظار جن پر ان کی کامیابی منحصر تھی کیا کرتے نہ تھے جب عیسائیوں نے دیکھا
کہ الحکم خانہ جنگی میں مشغول ہے فریسیوں نے ۵۸۰ء میں ہسپانیہ میں برشلونہ

حکمہ کیا اور اس کو اپنے قبضہ میں لے آئے۔ عربوں نے وہ پورا صوبہ
 خالی کر دیا اور سرحدی قلعوں میں پناہ گزین ہوئے لیکن قبل اس کے کہ
 عیسائی کچھ زیادہ نقصان پہنچا سکتے احکم نے اپنے مشہور حاجب عبدالکریم
 ابن بنیث کو معقول تعداد فوج کے ساتھ عیسائیوں کے مقابلہ کے لیے روانہ
 کیا۔ اس امیر نے نہایت دلیری اور ہوشیاری سے اپنے کارِ مفوضہ کو انجام
 دیا اور ایک ہی جنگ میں فرانسیسیوں کو ملک سے خارج کر دیا اور کافی انتظام
 کے بعد قرطبہ واپس آیا اسی اثنا میں معتقدان مالک انش نے جن کو اپنے
 سیادت اور تقدس پر ناز تھا یہ خبر مشہور کی کہ سلطان دنیوی عیش و آرام کی طرف
 متوجہ ہو گیا اور حکومت کے قابل نہیں رہا اس خبر کے مشہور کرنے کا بانی
 یحییٰ ابن یحییٰ اللیثی تھا بغاوت شہر قرطبہ کے مغربی حصہ سے شروع ہوئی
 اگر سلطان فی الحقیقت جیسا کہ اس فرقہ نے اسے مشہور کیا تھا امورِ سلطنت سے
 بے خبر اور لہو و لعب میں مصروف ہوا و بخیر ہی کی حالت میں اس انقلاب اور بغاوت کو
 بڑھنے دیتا تو معلوم نہیں کہ انجام کار کیا ہوتا۔ اس بغاوت کا اثر نہ صرف سلطان کی
 ذات پر پڑتا بلکہ تمام خاندان شاہی کو نقصان عظیم پہنچتا خاندان معاویہ کی خوش قسمتی
 تھی کہ احکم میں وہی لیاقت اور خوبیاں موجود تھیں جن کی بدولت اس کے دادا

عبدالرحمن بن معاویہ نے بغیر یار و مددگار صرف خدای عزوجل کی رحمت و برکت
 سلس ملک کو فتح کیا اور اپنے خاندان کا نام قائم رکھا۔ یہ بغاوت کوئی نئی بات
 نہ تھی۔ تاریخ اس امر کی پوری شہادت دیتی ہے کہ انقلاب عظیم کے بانی اکثر ہی
 فرقہ ہوتے ہیں اور مذہب کی لگائی ہوئی آگ اپنا اثر کیے بغیر بچتی نہیں جس وقت
 الحکم کے مخبروں نے اس بغاوت اور ملک انفس کے معتقدوں کی مفسدہ پرداز
 کی اطلاع دی اوس نے قبل اس کے کہ رعایا پران باغیوں کی سازش کا کچھ اثر ہو
 اس حصہ شہر کو جس میں یہ لوگ مقیم تھے نیست اور نابود اور جو لوگ باقی رہے ان کو
 ستر می سخت کے بعد اندلس سے خارج کر دیا کچھ باغی دار السلطنت مراکش میں سکونت پذیر
 ہوئے اور کچھ مصر چلے گئے اور باوجود اس سختی اور مصیبت اوٹھانے کے بھی
 یہ لوگ اپنی شرارت جلی سے باز نہیں آئے مصر میں ہی آتش فساد بڑھائی پھی
 لیکن خلیفہ المامون کے قائم مقام عبداللہ ابن طاہر نے کافی سزا کے
 بعد ان کو جزیرہ افسرطیس کی طرف نکال دیا جس کو ان باغیوں نے فتح کیا اور
 مدت دراز تک اوس پر حکومت کرتے رہے آخر کو آرمینیاں و قسطنطین نے
 ۹۶۱ء میں اس جزیرہ کو فتح اور ملک یونان سے ملحق کر لیا آخر بادشاہ ان کا
 عبدالعزیز خاندان ابو حفص سے تھا۔

اندرونی بغاوتوں کو رفع کرنے اور اپنے چچا سلیمان کے انتقال کے
 بعد ۸۳ء میں الحکم سرحد کی دستی اور حفاظت کی طرف مائل ہوا پہلے اس نے
 قلعجات سرحدی کو کمر در دست اور مستحکم کیا اور پہرہ عسائیوں کے حملوں کو روکنے
 کی غرض سے مختلف دستہ فوج کے اپنے نامی اور جانشا را میروں کی سرکردگی
 میں سرحد کی طرف روانہ کیے۔ ۹۲ء میں ۸۴ء میں شاہ فرانس کی سازش
 سے لذریق نے شہر طروشہ کا محاصرہ کیا جب اس محاصرہ کی اطلاع سلطان
 کو پہونچی تو باوجود اس کے کہ بعض مشہور اور تجربہ کار امیر میدان جنگ میں موجود تھے
 الحکم نے بذات خود اس طرف کا غم کیا۔ پہلی ہی جنگ میں اس کے بڑے بیٹے
 عبدالرحمن نے لذریق کو شکست فاش دیکر اپنی حدود سے باہر کر دیا۔
 اس جنگ کے چار برس بعد ۸۶ء مطابق ۸۷ء میں سلطان نے
 پہرہ جنگ کا غم کیا اور اپنے وزیر عبدالکریم ابن مغیثہ کو جو فوج سپہ گری میں
 یکتا زمانہ تھا فرانسیسیوں کے مقابلے میں بھیجا عرب حدود حلیقیہ میں داخل
 ہوئے اور بلا کسی محنت اور مشقت کے سرحدی قلعجات کو اپنے قبضے میں لائے
 ہنوز یہ سرحد کے قریب تسخیر شدہ ملک کے انتظام میں مصروف تھے کہ ان کو
 شاہ حلیقیہ کی فوج کشی کی اطلاع پہونچی دونوں فوجیں دریا کے کنارے خیمہ زن

ہوئیں چونکہ دریادونوں کیچے میں تل تھا جنگ چند روز تک ملتوی رہی امیر عبدالکریم نے مصلحت اپنی فوج کو کنارے سے ہٹالیا اور عیسائیوں کو دوسری طرف آنے کا موقع دیا۔ تیرہ روز تک دونوں فوجیں لڑتی رہیں اور باوجودیکہ عرب اس جنگ میں کامیاب ہوئے لیکن بارش اور دریا کی شورش کی وجہ سے یہ پہلے ہی کامیابی سے پورا فائدہ حاصل نہیں کر سکے۔ جب امیر نے دیکھا کہ دریا کی طغیانی زیادہ ترقی کرتی جاتی ہے اور طوفان بھی کم نہیں ہوتا تو اس نے سلطان کو اطلاع کی اور حسب الحکم قریب واپس چلا آیا۔

اسی زمانہ میں اندلس میں ایسا شدید قحط پڑا کہ ہزار ہا آدمی ہلاک ہو گئے لیکن اسی حادثہ عظیم میں سلطان نے بھی اپنی غریب رعایا کی پریشانی رفع کرنے میں بے انتہا کوشش کی۔ یہی وجہ تھی کہ اس کے دشمن اس زمانہ میں بھی ناکام رہے۔ عباس ابن ناصح البحر ایزی حسب ذیل اشعار میں اس واقعہ کو ظاہر کرتا ہے۔

فَلَمَّا زَالَ الزَّمَانُ فَأَمْنَتْ أَيْكُمُ	مَنْ أَنْ يَكُونَ بَعَصْرُ عُسْرٍ
ظَلَعَ الزَّمَانُ بِأَرْمَتِهِ فَجَلَّتْ لَهُ	تِلْكَ الْكَلْبِيَّةُ جُودَةُ الْغَمْرِ

ترجمہ زمانہ خراب ہو گیا تھا مگر اس کے ایام نے اس بات سے بچایا کہ اس کے عہد میں تلکی پریشانی ہو مصلحتوں کی کثرت سے زمانہ تنگ ہو رہا تھا مگر اس کی دریا دل بخشش نے اس رنج کو دور کر دیا۔

عباس ابن ناصح ایک واقعہ بیان کرتا ہے کہ جب میں وادی الحجاز کے قریب سے گزرا تو ایک عیسائی عورت نے مجھ کو سلطان سمجھ کر آواز بلند کہا کہ اے حکم کیا اس سخت زمانے کے ساتھ جس نے ہمارے باپ اور شوہر دونوں کو مار ڈالا تو یہی اپنی غریب رعایا کو جو یہو کی سیاسی تھکویا دکر رہی ہے بھول گیا۔ میں نے نہایت تشفی اور دلداری کے ساتھ اس تباہی کی وجہ دریافت کی اس نے بیان کیا کہ جب ہم اپنے مردوں اور بچوں کے ساتھ وادی الحجاز کے کہیتون سے گزر رہے تھے عیسائیوں کے ایک گروہ نے ہم کو گھیر لیا اکثر قتل ہوئے اور بقیہ اسیف کو گرفتار کر کے لے گئے اس واقعہ کو یہی شاعر نے یوں نظم کیا ہے۔

أَرَأَيْتُمْ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ تَغْيِيرًا	مَمْلُوكًا فِي الْوَادِي الْحِجَازِ مُسَدَّدًا
تَسِيرُ بِهِمْ سَارِيًا وَمُهْجَدًا	إِلَيْكَ أَا الْعَاصِي لَضِيَّتِ مِطْلَقِي
فَإِنَّكَ آخِرِي أَنْ تَغِيثَ تَنْصُرًا	تَدَارِكُ نِسَاءَ الْعَالَمِينَ نُبُصْرًا

ترجمہ مقصود ان شعروں کا یہ ہے کہ وادی الحجاز میں بڑی مصیبتوں سے میری شب بسر ہوئی اور ابو العاص کی مدد کے نظر کرتے اونٹ کو رات دن اس قدر دوڑانا پڑا کہ وہ ناتوان و لاغر ہو گیا جبکہ تیری ذات نصرت دے کے لئے لائق تر ہے اپنے زمانہ کی عورتوں کی فریاد سن اور مدد کر۔

عباس ابن ناصح نے ویرا سلطانی میں اپنے قصیدے کو پڑھا جس سے سلطان اس قدر متاثر ہوا کہ فوراً بذات خود مع فوج کے وادی الحجارة پہونچا اور کامل تحقیقات کے بعد مجرموں کو قتل کیا اور اس عیسائی عورت کے سامنے سلطان نے عباس کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اے عباس اب اس عورت سے پوچھ کہ احکم اپنی غریب رعایا کی آہ و زاری سنتا ہے یا نہیں اور اس کے مصفا کے دفع اور اس کے حقوق کی نگرانی کرنے میں خاص توجہ اور کوشش کرتا ہے یا نہیں۔ بیوہ بیہ سن کر ابدیدہ ہوئی اور رکاب سعادت کو بوسہ دیکر نہایت ادب سے عرض کیا کہ اے امیر جو حکیم میں نے اس وقت دیکھا اور سنا اس کے صحیح ہونے میں بالکل شبہ نہیں خدا تعالیٰ تجھ کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔

احکم کے گرد و پیش جو بشیر اور ارکان سلطنت تھے وہ اپنے اپنے فرہین و حید عصر تھے ان کے نام نامی بیہ بن اسحاق ابن المنذر اور عباس ابن عبد اللہ اور عبد الکریم ابن مغیث اور سعید ابن حسین بیہ چار پانچ شخص احکم کے خاص وزیر اور سپہ سالار تھے شہر قرطبہ کی قضائے پر عمر ابن بشیر اور بشیر ابن قطن اور عبد اللہ ابن موسیٰ اور حمید ابن محمد ابن یحییٰ بیہ مشہور عالم فقہ تھے بعد دیگرے مامور ہوئے اور اس کے خطیب حجاج ابن العقیلی اور

فطیس ابن سلیمان اور عطا ف ابن زید تھے۔

سلطان الحکم کے علم دوست ہونے کی نسبت جو کچھ اوپر تحریر کیا گیا ہے اس کی تائید متعدد مورخین سے ہوتی ہے۔ یہ قصبات شہر کی ادسی شخص کے سپرد کیا کرتا تھا جو علاوہ عالم ہونے کے استباز اور نصف مزاج ہوتا تھا چنانچہ ایک مورخ کا بیان ہے کہ ابن عمران کے انتقال کے بعد محمد ابن بشیر قاضی الجماعت اندلس کا مقرر کیا گیا اس کا باپ سعید ابن بشیر مشہور اور واجب التعلیم عالم علم فقہ اور حدیث کا تھا جس کو سلطان عبدالرحمن اوّل نے اس عہدے کے لیے منتخب کیا تھا۔ اس کا انصاف صرف اندلس ہی میں نہیں بلکہ کل ممالک اسلام میں ضرب المثل ہو گیا تھا۔ نقل مشہور ہے کہ جب شاہی فرمان تقرر کا اس کے وطن مقام بحیثیت پوچھا اور یہ شہر قرطبہ کی طرف روانہ ہوا اس نے ایک منزل اپنے ایک پرانے دوست کے مکان پر بس کر اثنائی گفتگو میں ابن بشیر نے اپنے دوست سے کہا کہ اگر سلطان نے مجھ کو اندلس کا قاضی مقرر کیا تو میں مجھ کو اپنا مدگار بنا لوں گا دوست نے جواب دیا کہ اس درخواست کے منظور کرنے میں مجھ کو عذر نہیں بشرطیکہ تو میرے تین سوالوں کا جواب شافی دے۔ پہلے یہ کہ

لے اندلس کے قاضی کو قاضی نعمات اور قاضی الجماعت دونوں کہتے تھے۔

اگر مجھ کو لباس عجم پہنانا اور عمدہ سواری دی جائے تو تجھے خوشی حاصل ہوگی یا نہیں
 جواب کیا کہ لذتِ کھانوں کی مجھ کو پروا نہیں۔ غذا سے صرف زندگی منظور ہے نہ کہ
 زندگی واسطے غذا کو لباس سے ستر منظور ہے نہ خوشنمائی اور حجبِ خدا تعالیٰ
 نے پاؤں عطا فرمائے ہیں تو پہر سواری کی کیا ضرورت۔ دوسرا سوال یہ کہ
 حسنِ خدا داد کے دیکھنے اور معشوق کے ناز و کرشمہ کے اوٹھانے کی تاب
 تجھ میں موجود ہے یا نہیں ابنِ بشیر نے جواب دیا کہ حیا ان امور کا مجھ کو تجربہ نہیں
 تو مجھ پر معشوق کے حسنِ خدا داد کا کیا اثر ہو سکتا ہے۔ تیسرا سوال یہ کہ اگر تیرے
 ہجومِ تیری خوشامد اور تعریف کریں تو کیا تو خوش ہوگا اور اگر اسی عہدہ پر مامور ہونیکے
 بعد علیحدہ کر دیا جائے تو کیا تو پسند کرے گا۔ جواب دیا کہ قسم ہے مجھ کو اللہ کی کہ
 تعریف اور تائید کی نہ مجھ کو پروا اور نہ بڑا کہنے کا مجھ کو بچہ اس عہدے سے
 علیحدہ ہونا مجھ کو کیا بڑا معلوم ہو سکتا ہے۔ یہ سنتے ہی اوس دوست نے
 ابنِ بشیر کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور کہا کہ میرے سوالات کے جواب مجھ کو حسب
 دل خواہ ملے اور اب میں نہایت خوشی سے تیری نیابت کو قبول کرتا ہوں۔
 احوالِ ابنِ بشیر اپنے دوست سے رخصت ہو کر سید بادِ السلطنت آیا

لے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوالات اس کی خوبیِ طبیعت اور طبیعت کی جانچ کے لئے کیے گئے۔

اور مسند قضا کو زیب دمی چند ہی روز میں اس کے انصاف اور اسکی شرع کی پابندی نے اس کو شہرہ آفاق کر دیا و ردور سے لوگ اس سے ملنے اور اس کی صحبت سے فیضیاب ہونیکے واسطے قرطبہ آتے تھے۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک شخص نے خاص سلطان پر ایک قطعہ زمین کے متعلق جو قرطبہ کے پل کے قریب واقع تھی دعویٰ کیا۔ بعد تحقیقات ابن بشیر کو دعویٰ کا مقدمہ صحیح معلوم ہوا۔ اس نے حکم دیا کہ سلطان اپنا قبضہ اس جایداد سے اٹھالے۔ اب احکم کے منصفانہ برتاؤ اور قانون کی پابندی کو دیکھنا چاہئے کہ اس نے فریق اول کو طلب کر کے قیمت اس جایداد کی دریافت کی اور جو قیمت کہ مانگی گئی فوراً ادا کر دی۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عرب بادشاہ قانون شرع کے کس قدر پابند تھے۔ اسلام کا یہ بہت بڑا اصول ہے کہ جس قانون پاک کی رو سے پادشاہ شیخ الاسلام کو معزول کر سکتا ہے اسی قانون پاک کی رو سے شیخ الاسلام پادشاہ کو سزا دے سکتا ہے۔ اسلام میں کیسی سے کیسی سخت اور جابرانہ شخصی سلطنت کیون نہ قائم ہو بادشاہ ہمیشہ قانون شرع کا تابع رہے گا جب احکم کو یہ اچھی طرح یقین ہو گیا کہ ابن بشیر سے بہتر ملک کو قاضی القضاہ نہیں مل سکتا سلطان نے اس کی قدر و منزلت میں اور زیادہ ترقی کی اور اس کے

مخالفین سے منہ پھیر لیا۔ چنانچہ ایک روز موسیٰ ابن سمح نے جوشاہی اصطبل کا
 صاحب الخیل تھا سلطان سے عرض کی کہ ابن بشیر نے میرے مقدمہ میں
 نا انصافی کی ہے اور ایسے احکام جاری کئے ہیں جو خارج الاقدار ہیں سلطان
 جواب دیا کہ تیرے بیان کی صحت اسی وقت ہو سکتی ہے تو جا اور ابن بشیر
 سے ملاقات کر اگر تو اس میں کامیاب ہو تو میں تجھ کو سچا سمجھوں گا اور اس کو
 عہدے سے معزول کر دوں گا ورنہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ میں اس کو اور زیادہ
 عزیز رکھوں گا۔ چنانچہ موسیٰ حسب الحکم ابن بشیر کے مکان پر گیا اور اس سے
 ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ سلطان نے موسیٰ کے عقب میں اس واقعہ کی تحقیق
 کے لئے دو مخبروں کو بھی روانہ کیا۔ ان میں سے ایک واپس آیا اور الحکم سے
 عرض کیا کہ جب موسیٰ نے قاضی سے ملنے کی کوشش کی۔ قاضی کے ایک خادم
 نے موسیٰ سے کہا کہ قاضی کہتا ہے کہ اگر تجھ کو کسی عدالتی معاملے میں کچھ کہنا ہے
 تو عدالت میں وقت مقررہ پر حاضر ہو الحکم یہ سن کر مسکرایا اور کہا کہ تجھ کو پہلے ہی
 یہ یقین ہو چکا تھا کہ یہی ایک شخص اس عہدے کے لئے موزون ہے اس لئے ابن بشیر
 کی تعریف نہ صرف ایک دو بلکہ جتنے عرب مورخین ہماری نظر سے گزرے سب کرتبیں
 المقرمی نے ہی اپنی بے نظیر تاریخ اندلس میں اسی قاضی کی نسبت

ایک ایسا واقعہ بیان کیا ہے جس کا اظہار اس مقام پر نامناسب نہ ہو گا۔ وہ تحریر کرتا ہے کہ الحکم کے چچا سعید النخیر ابن عبد الرحمن الداخل نے دعویٰ کیا سعید النخیر کی مختار نے ایک دستاویز جاریہ امتنا زعمہ کی نسبت قاضی کے سامنے پیش کی۔ اس دستاویز پر مختلف لوگوں کی شہادت موجود تھی لیکن اُن گواہوں میں سے سوائے سلطان الحکم اور ایک اور شخص کے کوئی زندہ نہ تھا فریق ثانی نے یہ عذر پیش کیا کہ جب تک دستخطوں کی تصدیق نہ ہو دستاویز منظور نہیں ہو سکتی ابن لشیر نے اس عذر کو تسلیم کیا اور فریق اول کو حکم دیا کہ وہ گواہوں کو عدالت میں حاضر کرے۔ قاضی کے اس فیصلے سے سعید النخیر بہت متعجب ہوا اور سلطان سے عرض کیا کہ کیا اب ہماری حکومت اس قدر کمزور ہو گئی کہ ایک قاضی خاص سلطان کی دستخط کو منظور نہیں کرتا اور ایسے احکام جاری کرتا ہے جس سے بادشاہ کی تدبیر عام طور پر ہو الحکم نے اپنے چچا کی بہت کچھ تشفی کی اور کہا کہ تو قاضی کی صفات اور منصفانہ طبیعت سے واقف نہیں ہے۔ اس نے یہ احکام انصاف رسانی کی نیت سے جاری کیے ہیں اور میں ہی نہیں چاہتا کہ میری رعایا میں جن کی جان و مال میرے ہاتھ میں خدا تعالیٰ نے دی ہے کسی کی حق تلفی ہو۔ مجھ کو معلوم ہے کہ تیرا دعویٰ سچا ہے دستخط کی تصدیق

کر دینے میں کیا ہرج ہے یہ کہہ کر سلطان نے اپنے دو قانونی مشیروں کو طلب
 کیا اور ان کے سامنے اپنے ہاتھ سے اپنی دستخط کی تصدیق کی اور اس کو بند
 کر کے انہیں مشیروں کے ذریعہ سے قاضی کے پاس بھیج دیا۔ ابن بشیر
 نے یہ شاہی تحریر بغور پڑھی اور سعید النخیر کے مختار کی طوط متوجہ ہو کر کہا کہ
 جتنک تصدیق کنندہ اصالتاً حاضر ہو کر تصدیق نہ کرے عدالت اس کو منظور نہیں
 کر سکتی سعید النخیر یہ سن کر پہرہ الحکم کے پاس آیا اور کہا کہ قاضی کی عدول
 حکمی اب حد سے بڑھ گئی ہے اگر اس کو فوراً سزا نہ دی گئی تو رعایا کے حقوق
 تلف ہوں گے اسکے علاوہ شاہی رعب و اب کا قائم رہنا محال ہو گا سلطان
 نے جواب دیا کہ قاضی نے اپنے فرائض منصبی کو ادا کیا ہے میں اس کو سڑج
 سزا کا مستوجب قرار دوں سعید النخیر یہ سن کر اور زیادہ برداشتہ خاطر ہوا اور
 عرض کیا کہ کیا تو بھی میرے حقوق کو تسلیم نہیں کرتا الحکم نے کہا کہ میں پہلے ہی
 کہہ چکا ہوں کہ تیرا مقدمہ بالکل سچا ہے مجھ سے جہان تک ہو سکتا تھا میں نے
 تیری مدد کرنے میں کوتاہی نہیں کی البتہ قاضی کے فیصلے کے خلاف میں کچھ نہ کر سکتا
 محمد ابن بشیر نے سزا پوری میں امام شافعی کے چہ برس قبل قریطہ میں کیا
 سزا میں سلطان الحکم نے اپنے امر اور اراکین سلطنت کو جمع کر کے بیان کیا

کہ اب میری زندگی کے بہت تھوڑے روز باقی رہ گئے ہیں میری خوشی
 ہے کہ اپنے بیٹے عبدالرحمن کو اپنا ولی عہد مقرر کروں میری بیہوش
 ہے کہ تم سب اس کی اطاعت کو بخل قبول کرو سب سے پہلے شہزادوں
 نے اور ان کے بعد حاجب اور قاضی القضاۃ اور دیگر ارکان سلطنت نے
 عبدالرحمن کے ہاتھ پر بوسہ دیکر اطاعت و فرمانبرداری قبول کی۔ چونکہ
 اس زمانے میں جنگ موقوف تھی اور ملک میں امن تھا عبدالرحمن کے
 ولیعہد ہونے کی عام طور پر خوشی کی گئی اور سلطان کو بھی اپنی باقی عمر آرام سے
 گزارنے کا موقع ملا الحکم فی ۲۵ ذیقعدہ ۷۲۶ھ بم ۲۲۶ھ عروزی پنجشنبہ کو انتقال کیا
 یہ طویل القامت لاغر اندام آدمی تھا۔ رنگ سانولادرازمینی جو سامنے سے
 کسی قدر کچھ تھی۔



باہجہام

عبدالرحمن ثانی کی تخت نشینی۔ عیسائیوں کے ساتھ جنگ۔ یونان کے سفیر کا قتل

آنا۔ یحییٰ ابن یحییٰ ابن الیشی اور عبدالملک ابن حبیب۔ اڈلس کا محصل۔ عبدالرحمن

کے ذاتی حالات۔

سلطان الحکم کی وصیت کے موافق عبدالرحمن زبیدہ سیر مملکت ہوا تخت پر بیٹھتے ہی اس کے بلیقیہ پر فوج کشی کی اور اس ملک کا بہت بڑا حصہ الڈس میں شریک کیا اور اس جنگ کے اختتام کے بعد سلطان نے شہر میں اپنے مشہور سپہ سالار امیر عبدالکیرم ابن عبدالواحد کو مع فوج قسطلہ اور البہ کی تسخیر کے لئے روانہ کیا اس امیر نے عیسائیوں کے قلعوں پر قبضہ کیا اور ان کو اس معاہدے کی پابندی پر مجبور کیا کہ وہ مسلمانوں کو قید سے رہا کریں اور حسب معمول خراج ادا کرتے رہیں۔

جنگ مذکور کے بعد سلطان خانگی لکوکیطوف متوجہ ہوا لیکن عیسائیوں نے

اس کو آرام لینے نہیں دیا اور پہراندس کی حدود میں اگر مسلمانوں کو لوٹنا اور قتل کرنا شروع کیا سلطان نے ۲۲۴ھ میں عبداللہ ابن عبداللہ البفسی کو ان کے مقابلے کے واسطے پہچا عبداللہ نے اہل قسطہ کو شکست فاش دیکر اپنی حدود سے باہر کر دیا اور دوسری جانب ابن موسیٰ نے بادشاہ جلیقہ کو شکست دیکر سیگڑون عیسائیوں کو قتل اور گرفتار کیا لیکن چونکہ ابھی کافی سزائیں عیسائیوں کو نہیں ملی تھیں عبدالرحمن بن داؤد ابن موسیٰ کی مدد کو آیا اور لڑائی کے بعد بہت دور تک اس ملک کو تاراج کرنے کا حکم دیا اور جو قلعے عیسائیوں نے سرحد کے قریب قائم کئے تھے انہیں میں اپنی فوج کو چھوڑ کر سلطان قرطبہ واپس آیا

۲۲۶ھ میں عبدالرحمن بن ابن موسیٰ کو فرانسیسیوں کے مقابلہ کو پہچا اور پہر اسی میدان میں جہاں موسیٰ ابن نصیر نے فرانسیسیوں کو شکست دی تھی عرب اور عیسائی لڑائی کے لئے تیار ہوئے۔ اس دفعہ بھی عیسائی تعداد میں مسلمانوں سے بہت زیادہ تھے لیکن افسر فوج اپنی مشہور ہرنام امیر سے جرات اور شجاعت میں کچھ کم نہ تھا اس نے اپنی فوج کی قلت اور دشمن کی کثرت پر پروا نہیں کی اور بلا خوف و ہراس فوج مخالف پر حملہ کیا۔ فرانسیسیوں نے یہی نہایت

دلیری سے عربوں کا مقابلہ کیا اور بہت دیر تک معرکہ کارزار گرم رہا بارے
 آخر کو فرانسسی منتشر ہو کر چار طرف بہاگ نکلے اور عرب مظہر کا میاں لے لیں آپ نے
 اس ہی سال موسیٰ ابن موسیٰ اور سلطان کے ایک دوسرے
 مصاحب خوزمیع فوج میں کبھیہ نزل شروع ہوئی۔ سلطان نے خوزمیع کی طرف
 کی موسیٰ کو بیہ امر ناگوار کرنا اور بیہ غرسیہ بادشاہ بنیو بنو حلا اور اس کو و غلا نکم
 عربوں سے لڑنے پر آمادہ کیا عبدالرحمن نے ان باغیوں کے دفع کرنے کے
 واسطے الحارث کو حکم دیا۔ شروع جنگ میں حریت ایک دوبار کا میاں ہوا
 لیکن ایک موقع پر دھوکے سے گرفتار ہو گیا۔ سلطان کو جس وقت اس امیر کی
 گرفتاری اور اپنی فوج کی شکست کی خبر پہنچی اس نے فوراً اپنے بیٹے محمد کو
 فوج کثیر دیکر اس دھبے کے مٹانے کی غرض سے روانہ کیا۔ شہزادے نے
 شہر قلعہ لیتے کہ جس میں موسیٰ مع اپنی فوج کے مقیم تھا محاصرہ کر لیا۔ موسیٰ
 نے جب اپنی کمزوری کے آثار دیکھے عفو جبرائیم کی استدعا کی شہزادے نے مصلحت سے
 اس درخواست کو منظور کر لیا اور خود غرسیہ کی طرف متوجہ ہوا اس جنگ میں
 نہ صرف عیسائیوں کو شکست ہوئی بلکہ اون کا بادشاہ بھی مارا گیا۔

۱۰ اس شہر کو انگریزی میں ٹیوڈ کہتے ہیں۔ ۱۱ سورج کو نڈنے اس جنگ کا ذکر غلط سے (دیکھ صفحہ ۳۹)

اس فتح عظیم سے عربوں کو بے حفاظہ پہنچا۔ پادشاہ غریسیہ عیسائی بادشاہوں
 میں ممتاز تھا اور اسی کے بہرہ و سہ پر چھوٹے چھوٹے بادشاہوں کو عربوں کے
 مقابلہ کی جرات پیدا ہوتی تھی جب اس طرف سے سلطان کو اطمینان کامل
 ہو گیا تو پہرہ نہ شاہ جلیقیہ مثل غریسیہ کے ہمیشہ مصدر شورش اور فساد کا ہار تھا
 اور اب غریسیہ کے قتل ہو جانے سے اس کی کمرہمت شکستہ ہو گئی تھی۔
 عبدالرحمن کو یہ قرین مصلحت معلوم ہوا کہ جس قدر جلد ممکن ہو اس بانی شرفیاد کو بھی
 مثل اس کے معین کے تہ تیغ کرنا چاہیے پس اس نے ۳۳۱ھ ہجری میں ملک
 جلیقیہ کی طرف اپنے رایت فتح آیت کو جنش دی۔ عرب شہر لیون تک بغیر کسی
 تعرض کے جا پہنچے اور اس کا محاصرہ کیا لیکن یہ شہر ایسا مضبوط اور مستحکم تھا کہ
 عرب ایک مدت تک اس کے گرد پڑے رہے اور مختلف دستے فوج کے
 گرد و نواح میں چھوٹے چھوٹے شہر اور قصبوں پر قبضہ کرنے کی غرض سے
 نہ پہنچتے رہے بالآخر قلعہ کی دیوار کا ایک حصہ ٹوٹا لیکن بنیل مرام قمر طبرہ واپس آنا پڑا
 عربوں کی فتوحات متواترہ نے ان کے زور و شجاعت اور ان کی ترقی

بقیہ نوٹ (صفحہ ۴۸) سلطان محمد کے عہد حکومت میں کیا ہے اور یہی غلطی ایک دست نویس نامہ رومی نامی نے بھی

کی ہے۔ المقرئ نے اس جنگ کا ۲۲۹ھ میں ہونا بیان کیا ہے جس کو دست نویس مورخین کو بھی اتفاق ہے

علوم و فنون کو دور و در تک مشہور کر دیا تھا یورپ کے چھوٹے اور بڑے بادشاہ
 کچھ بوجہ خوف اور کچھ بوجہ شوق ان سے اتحاد و دوستی بڑھانے اور پیدا کرنے
 کی فکر میں پڑے۔ ۲۵ء میں طوفیلس بادشاہ قسطنطنیہ نے عبد الرحمن سے
 دوستانہ تعلقات قائم کرنے کی درخواست کی اسی زمانے میں خلیفہ المامون
 اور خلیفہ المعتصم نے یونان پر فوج کشی کی تھی۔ اس بادشاہ کی یہ ہی خواہش تھی
 کہ عبد الرحمن کو جس کو وہ عباسیوں کا دشمن سمجھتا تھا اپنی مدد پر آمادہ کرے۔
 اس نے اپنے نامہ میں یہ بھی لکھا تھا کہ اگر عبد الرحمن نے اس درخواست
 کو قبول کیا اور فوج اور روپیہ سے اہل یونان کی مدد کی تو اس کو عمدہ موقع اپنی بانی
 سلطنت کے مکرر قبضے میں لانے کا ملے گا۔ عبد الرحمن نے اس کے جواب
 میں اپنے لائق وزیر یحییٰ الغزال کے ذریعے سے پیش بہا تحائف طوفیلس
 کو بھیجے اور یہ سفارت مشید بنائی دوستی و یک جہتی جابنین کی ہوئی۔ بادشاہ
 یونان نے نہایت اعزاز و اکرام سے یحییٰ سے ملاقات کی اور دعوت و مہمان
 نوازی میں کوئی دقیقہ اوٹھا نہیں رکھا۔ ایک روز یحییٰ طوفیلس سے
 باتن کر رہا تھا کہ اس اثناء میں بادشاہ کی بی بی پر تکلف لباس پہنے مکرے میں
 داخل ہوئی یہ عورت ایسی حسینہ و جمیلہ تھی کہ یحییٰ اس کی صورت تکٹا رہ گیا۔

اور ایک عرصے تک ایسا محوِ جال ہوا کہ اصلاً بادشاہ کی موجودگی کا خیال بھی نہ ہا طوفیلِس کو سفیر کا یہ فعل بہت ناگوار گزرا۔ مترجم کے ذریعہ سے اس خلافِ تہذیب واقعہ کی وجہ پوچھی گئی۔ اس نے ایسے عمدہ الفاظ میں شہزادی کی تعریف کی کہ دونوں کا غصہ مبدل بخوشی ہو گیا اور کبھی خوش و کامیاب اندلس واپس آیا۔ اس کی دانشوری اور جادو بیانی کی عبدالرحمن نے بہت کچھ تدرک کی اور اس کو پہرہ یورپ کے مختلف سلاطین کے پاس بطور سفیر روانہ کیا جہاں یہ گیا وہاں امیر و غریب سب عزت و توقیر سے پیش آتے تھے۔ آخر عمر میں کئی جہ سے یہ اندلس سے خارج کر دیا گیا۔ بقیہ عمر اس کی مثل سابق عراق اور دیگر بلادِ مشرقیہ کی سیر و سیاحت میں گزری۔ کبھی نے پچاس برس کی عمر میں انتقال کیا۔ اسی زمانے میں مجوسیوں نے جو یورپ کے شمال میں رہتے تھے اندلس پر حملہ کیا اور اپنے جہازوں سے او ترکر سمندر کے کنارے کے مقامات کو تاخت و تاراج کرنا شروع کیا۔ پہلی فوج جو ان کے اخراج کے لئے بھیجی گئی تھی وہ ناکام رہی لیکن امداد کے پہنچنے کے بعد عربوں نے اس غیرِ قوم کو شکست دی۔ یہ لوگ جہازوں پر رواں ہو کر شد و نہ کی طرف بھاگے مگر عربی جہازیں بیرونِ انکا تعاقب نہ کیا

لے ان کو تار منتر کہتے ہیں۔

مگر یہ وحشی صفت بشو نہ ہوتے ہوئے نظرون سے غائب ہو گئے عبدالرحمن
 نے سمندر کے کنارے قلعجات مجیدوں کے روکنے کی غرض سے قائم کیے
 عبدالرحمن کے عہد حکومت میں بہت سے نانی اور گرامی اہل سیف
 اور اہل قلم نے سلطنت عباسیہ کو چھوڑ کر اندلس کو اپنا وطن گردانا۔ ان
 لوگوں میں علی ابن نقی۔ معروف بہ زریاب اور زمانہ میں علم موسیقی میں
 دور دور تک مشہور رہا عبدالرحمن کی طلبی پر اندلس آئے علاوہ اس علم کے یہ علم
 نجوم اور علم ہستیا اور جغرافیہ میں کامل دستگاہ رکھتا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس کو ایک
 ہزار غزلین خطایا دہتین۔ یہ نہایت مہذب و با اخلاق شخص اور فن انشا پردازی میں
 اور خوش بیانی میں شہرہ آفاق تھا۔ جہاں یہ گیا وہاں معزز و ممتاز رہا۔ طباطبائی میں بھی
 اس کو بہت کچھ ملکہ حاصل تھا۔ غرضیکہ انہیں خوبیوں کے باعث یہہ ایسا مقرب
 بارگاہ سلطانی ہوا کہ عبدالرحمن اس کو ایک لحظہ کے لئے بھی اپنے سے جدا
 نہیں کرتا تھا۔ زریاب کی صحبت کا اثر تمام اہل ملک کی طرز معاشرت پر بھی
 بہت کچھ پڑا۔ چنانچہ پہلے اس ملک کے عرب اپنے کپڑوں کو گلاب یا اور کسی

لے اس ہی زمانہ سے اندلس کے عربوں کو علم موسیقی کا شوق ہوا اور اس کو انہوں نے درجہ کمال تک پہنچایا
 رفتہ رفتہ ان کو تہذیب اخلاق اور نازک خیالی اور نفاست طرز معاشرت نے اہل یورپ کو اپنا مقلد بنالیا۔

خوشنودار پانی میں برائی نام دھولیا کرتے تھے۔ اس نے پانی میں نمک ملوا کر کپڑے دھونا شروع کیے جس سے زیادہ نفاست اور صفائی پیدا ہوئی۔ اسی طرح بعض تزکاریاں جو اس ملک میں بکثرت ہوتی تھیں جن سے عرب بالکل ناواقف تھے اون کا استعمال شروع کیا اور ہر موسم کے مناسب ایک خاص لباس مقرر کیا۔ زریاب کی تقلید سے عربوں کو بہت سی ایسی باتیں معلوم ہوئیں جن سے وہ روزمرہ فائدے اٹھا سکتے تھے۔

یحییٰ ابن یحییٰ اللیثی اسی عہد میں فقہ اور حدیث کا بہت بڑا عالم گزرا ہے۔ یہ وہ شخص تھا کہ جس نے اوس زمانہ شور و شر میں ہزاروں میل کا سفر گوارا کیا اور مدینہ منورہ جا کر مالک ابن انس سے فقہ اور حدیث میں درس لیا اور ایک زمانہ تک اوس عالم کی صحبت سے مستفید ہوتا رہا اور جو کچھ کہ اوس نے بکمال محنت و جانفشانی حاصل کیا تھا اوس کو اندلس میں اگر اپنے ہم وطنوں کو بطور تحفہ نذر کیا جو ذوق و شوق یحییٰ کو علم سے تھا وہ اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک روز یہ دوسرے طالب علموں کے ساتھ بیٹھا ہوا درس لے رہا تھا کہ ایک بارگی ہاتھی کے اوس طرف سے گزرے گا غل ہوا۔ چونکہ ہاتھی اس ملک میں ایک نئی چیز تھی اوس محلہ کے لوگ اور نیز اوس کے ہم درس سب اوس کے

دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے لیکن کبھی اپنی جگہ سے نہیں ہلا اور حسب دستور کتاب دیکھتا رہا مالک ابن انس نے پوچھا کہ ہاتھی تیرے ملک میں نہیں ہوتا پہر تو کیوں نہیں اوس کو باہر جا کر دیکھتا۔ جواب دیا کہ میں مغرب سے مشرق ہاتھی دیکھنے کے لئے نہیں آیا بلکہ اس لئے آیا ہوں کہ آپ کو دیکھوں اور آپ کی صحبت سے جو میرے ملک کو نصیب نہیں خود بھی فائدہ اٹھاؤں اور اپنے ہموطنوں کو بھی اوس سے مستفید کروں مالک ابن انس کے منہ سے بے ساختہ نکلا کہ تو اوس ملک کے لئے باعث فخر و مباہات ہے کہ جس میں تجھے ایسا علو یمت و بلند حوصلہ آدمی پیدا ہوا۔

سلطان عبدالرحمن نے ایک مرتبہ اپنے نامور علماء کو طلب کیا اور ان سے کہا کہ مجھ سے ایک سخت خطا سرزد ہوئی ہے کہ میں رمضان میں نہ محل میں چلا گیا۔ اس کا کفارہ کس طرح ممکن ہے کبھی نے جو اس وقت علماء کے گروہ میں موجود تھا عرض کی کہ یا امیر اگر تو دو مہینے متواتر روزہ رکھے تو البتہ تیری بخشش کی صورت ہو سکتی ہے۔ حاضرین یہ سن کر خاموش ہو گئے لیکن جب یہ لوگ دربار سے باہر آئے تو بعض نے کبھی اسے پوچھا کہ کیا مالک ابن انس نے اس کفارہ کا بدلہ ہی کوئی بتایا ہے یا نہیں۔ جواب دیا کہ معاوضہ ضرور ہے لیکن

اگرین عبد الرحمن کو اس سخت سزا کا معاوضہ بتا دیتا تو اس کو مکر راوسی گناہ کے کرنے کی جرات ہوتی اور اب یہ ہے کہ وہ ضرور اپنے کو ہر گناہ سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرے گا۔ اس پابند شرع پادشاہ کی ہمت کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے یحییٰ کے حکم کی پوری تعمیل کی۔ جیسا کہ یحییٰ لائق تھا اس کی خوش قسمتی سے اسکو الیق بیٹا نصیب ہوا اس کا نام عیسیٰ تھا۔ اس کو صغریٰ سے سیر و حیات اور علماء و فقہاء کی صحبت میں بیٹھنے کا بدرجہ غایت شوق تھا۔ بعد تحصیل علم جب یہ ہاندلس واپس آیا تو عبد الرحمن نے عیسیٰ کو شہر قرطیبہ قاضی القضاۃ مقرر کیا یحییٰ کے انتقال کے چار سال بعد اس کا ہم درس اور ہم فن ابو عمرو ابن عبد الملک ابن حلیب نے بھی انتقال کیا یہ بھی یحییٰ سے کچھ کم مشہور تھا یحییٰ کی ایک نہر تصنیفات جن میں علاوہ علوم کے تاریخ اور صرف نحا و رفقہ اور اصول قانون بھی شریک ہیں اس کے دل و دماغ کی قوت اور ذہن کی تیزی کے عمدہ ثبوت ہیں یحییٰ ابن الیشی نے ۲۳۴ھ میں رحلت کی۔

غرضیکہ عبد الرحمن کی سلطنت میں علم و فضل و کمال کے ایسے بڑے ہوا جو ہر چڑے ہوئے تہہ جن کی آب و تاب کے مقابلہ میں الماس و یاقوت معمولی

سہ یہی ایک بڑا نامی گرامی عالم اس وقت میں تھا۔

بیتھر سے بھی کم رتبہ رکھتے تھے ان علماء کی دوراندیشی اور لیاقت سے بادشاہ
 کی شوکت اور دبدبہ کو اس قدر قوت پہنچی کہ اندلس کے نام ہی تمام یورپ میں زلزلہ
 پیدا ہو جاتا تھا اور ہر شاہ اس سلطنت سے اتحاد و دوستی بڑھانا باعث عزت و فخر تصور کرتا تھا
 عبدالرحمن ثانی بیرونی دشمنوں کے کامل استیصال کے بعد امور ملکی کی
 طرف متوجہ ہوا ہی تھا کہ بعض محکوم عیسائی شریک نفس مفسدہ پر دازون نے ہنگامہ
 برپا کیا اور بالقصد و علانیہ عام راستوں اور حدالتون میں نقص امن کے مرتکب
 ہونے لگے۔ پادریوں نے جب دیکھا کہ حکومت کے ساتھ ہماری قوت و
 وقعت بھی جاتی رہی ان سے خاموش نہ بیٹھا گیا اور مذہب کی آڑ میں عام طور پر
 عیسائیوں کو بغاوت پر آمادہ کرنا چاہا۔ یہ لوگ شائع عام پر اور بعض اوقات
 دارالقضا میں خاص قاضی کے اجلاس پر مذہب اسلام کی توہین اور حضرت
 رسول خدا صلعہ کی شان میں نہایت ناسزا اور نالائیم الفاظ استعمال کرتے تھے
 سلطان کی یہ اعلیٰ درجہ کی لیاقت اور خوش تدبیری اور حکام عہدہ کی روشن
 خیالی۔ ہوشیاری اور نیک نیتی تھی کہ انھوں نے ایسے نازک وقت میں
 تعصب و غیظ و غضب کو اپنے پاس آنے نہیں دیا اور اس فساد کو بلا کشت و خون
 رفع کرنے کی کوشش کی اور ان مغویوں کو تازیانہ اعماض سے ایسی سزا دی

کہ خود ان کے ہم قوم اور ہم مذہبوں نے ان کی حرکات ناشائستہ پر لعنت و ملامت کی اور ان سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ اس ہنگامہ عظیم کا بانی مہربانی ایک عیسائی یو لو حبیس نامی تھا جس نے اپنے کو مرد پرہیزگار اور باخدا طاہر کیا تھا۔ اگر عبد الرحمن ثانی سے ذرا سی غلطی ہو جاتی تو یہ پادری ضرور اپنے ارادہ میں کامیاب ہو جاتا۔ اس کے مریدوں میں دو عورتیں بھی تھیں ان میں سے ایک کا نام فلور تھا اس لڑکی کا باپ مسلمان اور ان عیسائی تھی۔ مان نے نفعیہ طور پر اس لڑکی کو تلقین اپنے مذہب کی کی تھی۔ جب یہ لڑکی سن شعور کو پہنچی تو مان کے ورغلائے سے بہاگ کر ایک کانٹوں والی یعنی معبد میں پناہ گیر ہوئی اس کے بہائی نے بمشکل تمام پتہ پا کر قاضی کے سامنے پیش کر دیا لڑکی نے قاضی کے سامنے اسلام کی نہایت جرأت سے توہین کی۔ قاضی نے فوراً اس کو مجنون قرار دیکر حلیجہ زمین قید کر دیا اور اس کو راہ راست پر لانے کی بہت کچھ کوشش کی مگر یو لو حبیس کی تعلیم کا اثر اس لڑکی پر ایسا پڑا تھا کہ یہ اپنی نازیبا حرکتوں پر اپنی عیلائی امراء نے عوام الناس کو ایسا اپنے قبضہ میں کیا تھا کہ ان پر ان باتوں کا

لے مورزان اسپین مصنفہ اسٹانیٹول باب (صفحہ ۸۶)

لے مورزان اسپین مصنفہ اسٹانیٹول باب (صفحہ ۸۳)

کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ یہ سب ان خود غرض پادریوں کو یہ جواب دیتے تھے کہ
 عربوں کی حکومت سے ہم کو کیا نقصان پہونچا ہے کہ ہم بلا وجہ تمہارا ساتھ دین
 اور اپنی جانوں اور آزادی کو کھودیں۔ ہم ہر طرح آزاد اور ہماری جان اور مال
 ہر طرح سے محفوظ ہے عرب ہمارے مذہب میں بالکل دخل نہیں دیتے ہم بالکل
 مطلق العنان اور خوش حال ہیں صرف حکومت ہاتھ نئے کھل گئی ہے۔ ان فوائد
 کے عوض محض حکومت کی تمنا میں اپنی جان اور مال تلف کر دینا عقل و دانش
 سے بالکل بعید ہے۔

عبدالرحمن کو علاوہ فتوحات کے ملک کو آراستہ اور اس کی مالی حالت
 درست اور عمدہ اصول پر قائم کرنے کا بہت کچھ خیال و شوق تھا۔ نسبت سلاطین
 سلف کے اس کے عہد حکومت میں ملک بیرونی حملوں اور خانہ جنگیوں سے
 امن میں رہا۔ ملک سرسبز اور رعایا خوش حال جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اندلس کی آمدنی
 پہلے سے دو چاند ہو گئی عبدالرحمن کی تخت نشینی کے زمانہ میں ٹکس کی
 آمدنی چھ لاکھ دینار وصول ہوتی تھی اور اب اس کے حسن انتظام سے دس لاکھ
 دینار تک نوبت پہونچ گئی تھی عبدالرحمن بن معاویہ کے زمانہ میں تین لاکھ
 دینار بڑے شہروں سے تجارت اور اہل شہر کی مالی حالت کے لحاظ سے

وصول کیے جاتے تھے۔ ہر شخص کو ایک رقم معینہ خزانہ عامرہ میں داخل کرنی پڑتی تھی اور علاوہ اسی ٹکس کے یہودی اور نصاریٰ سے ان کی حیثیت کے موافق جزیہ وصول کیا جاتا تھا۔ یہی طرز اب بھی جاری رہا لیکن کل آمدنی تین حصوں میں تقسیم کی گئی تھی۔ ایک ثلث فوج پر صرف کی جاتی تھی اور ایک ثلث کے حکام و عہدہ داران سلطنت وغیرہ کی تنخواہیں اور اخراجات ادا ہوتے تھے۔

بقیہ حصہ آمدنی کا خزانہ عامرہ میں خاص موقعوں مثلاً جنگ وغیرہ کے لیے محفوظ و امانت رکھا جاتا تھا۔ زکوٰۃ مطابق شرع ذریعہ آمدنی کا تھا جو خاص مسلمانوں سے وصول کی جاتی تھی۔ صدقہ۔ زراعت۔ مولیشی اور اوسے تجارتی مال سے جو ملک سے برآمد و درآمد ہوتا تھا دو دینار فی صدی بلحاظ قیمت مال لئے جاتے تھے۔ سونا چاندی اور جو اہرات جو ہر تہیاریوں کے لیے استعمال کیے جاتے تھے۔ اور گھوڑوں کا ساز و سامان اور کتابیں اور وہ زیور جو شادی کے وقت دلہن کو پہنایا جاتا تھا محصول سے بری تھا لیکن اب بوجہ مصلح ملکی بحری و بری فوجوں کی ترقی پر بادشاہ مجبور ہوا اوس وقت اور ذریعہ آمدنی کے ایجاد کرنے پڑے جب کہ یہی وہ آمدنی جو عیسائیوں اور یہودیوں سے وصول ہوتی تھی بلحاظ ملک کی ترقی اور ضروریات کے لیے ناکافی سمجھی جاتی تھی تو بار ٹکس کا مسلمانوں پر

ڈالاجاتا تھا یہاں تک کہ ان کو خورد و نوش کی اشیاء پر بھی محصول دینا پڑتا تھا اور ان نئے محصولوں کا نام المستخلص اور جیاہہ رکھا گیا تھا جن کا جملہ حاصل سات لاکھ پینسٹھ ہزار دینار سالانہ ہوتا تھا عبد الرحمن نے بہت کچھ روپیہ محلات اور باغات پر خرچ کیا لیکن ان سب یادگاروں میں سے اسی عہد میں ایک ایسی یادگار قائم ہوئی جس سے عبد الرحمن کی لیاقت اور روشن خیالی ظاہر ہوتی ہے۔ اس نے آب رسانی کا محکمہ قسطہ میں جاری کیا اور پانی کے متعدد ذخائر بنائے۔ نلون کے ذریعہ سے شہر میں پانی پہنچایا۔ ملک میں پل اور راستے اور ہر بڑے شہروں میں مسجدیں تیار کی گئیں قسطہ کی مشہور مسجد بھی بڑھائی گئی لیکن قبل اس کے کہ مسجد کی تعمیر ختم ہوتی عبد الرحمن نے ۲۳۸ھ بم ۵۲ھ ع ۱۱۳۳ء میں سال کی حکومت کے بعد انتقال کیا۔

عبد الرحمن کے دو سواولادین تھیں۔ ڈیڑھ سولڑ کے اور باقی لڑکیاں

یہ نہایت ہی نیک نیت ہر دل عزیز اور بیدار مغز بادشاہ تھا اس کی عظیم الشان فتوحات کے لحاظ سے رعایا اس کو المظفر کے لقب سے ملقب کرتی تھی قیافہ نشاں بے مثل تھا اور کہا کرتا تھا کہ حکومت اور اعزاز کی خواہش ایسے لوگوں کو رہتی ہو چکی جو انہی قدر نہیں اور اس لیے آپ لوگ حکومت اور اعزاز حاصل کرنے میں ہشہنگا میاں رہیں اور ان کی اصلاح ہو۔

باب

سلطان محمد - اور سلطان منذر - اور سلطان عبداللہ کا یکے بعد دیگرے
تخت نشین ہونا - ان کے زمانہ حکومت کے مختصر حالات - عبدالرحمن ثالث
کی تخت نشینی - حلیقہ اور نوادر البہر پیلغار عربوں کی شکست - عربوں کی فتح - اہل
یورپ اور عبدالرحمن سے بناوت - سلطان کے بیٹے عبداللہ کا قتل - افریقہ پر پیلغار
انتظام مالک محمد دسہ عمارات کا شوق - اس کا دربار عبدالرحمن کا انتقال -

۳۳۰ھ میں عبدالرحمن ثانی کے انتقال کے بعد سلطان محمد
اس کا بیٹا تخت نشین ہوا - مثل اپنے باپ کے فتوحات کا اس کو بھی بے انتہا
شوق تھا - تخت پر بیٹھتے ہی اس نے موسیٰ ابن موسیٰ کو سپہ سالار لشکر مقرر کیا
اور قسطلہ کی فتح کے لیے بھیجا اور ایک دوسری فوج برشلونہ روانہ کی ہنوز یہ
مہم ختم نہ ہونے پائی تھی کہ طلیطلہ کے عیسائیوں کی ترغیب سے بادشاہ حلیقہ
نے اندلس پر حملہ کیا - سلطان نے بذات خود پیلغار کا غم کیا اور وادی السلیطہ

کے کنارے پردونون فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ مقابلے میں ہیرا اہل طلیطلہ اور اسی قدر جلیقیہ کی فوج تھی۔ سلطان نے چند سوار بطور ہراول عیسائیوں کے مقابلے کے لیے روانہ کیے اور بقیہ فوج کو ٹیلوں اور درختوں کی آڑ میں پوشیدہ رکھا۔ ہراول کے افسر کو یہ حکم تھا کہ وہ عیسائیوں سے لڑتا ہوا ان کو ان درختوں میں لے آئے۔ جب یہ سوار آگ بڑھنے تو بادشاہ جلیقیہ نے انہیں کو پوری فوج سمجھ کر حملہ کا حکم دیا۔ سواروں نے پیچھے ہٹنا شروع کیا۔ عیسائیوں نے اخیال سے کہ عرب بہت تھوڑے ہیں نہایت بے پروائی اور بے ترتیبی کے ساتھ ان کا تعاقب کیا اور اسی طرح پسپا کرتے ہوئے جہاڑی کے اندر گھس گئے۔ سلطان ایک بلند مقام پر سے اس جنگ کا تماشا دیکھ رہا تھا جیسے ہی یہ جہاڑی کے قریب پہنچے اس فوج کو حکم دیا کہ عیسائیوں پر حملہ کرے۔ عیسائیوں کو اس فوج کا گمان تک نہ تھا اس قدر فوج کے دفعتاً پیدا ہوجانے سے ایسے بدحواس ہوئے کہ تاب و مت و استلا کے اور بہاگ کھڑے ہوئے۔ عربوں نے ہزاروں کو قتل اور ہزاروں کو گرفتار کیا اور جو کچھ مال اون کے ساتھ تھا تمام کمال عربوں کے قبضے میں آیا۔

سلطان نے ۲۵۴ھ اور ۲۵۵ھ اور ۲۵۶ھ ہجری میں عیسائیوں اور باغیوں

پرلیغار کی اور بہار منصور و مظفر رہا۔ ۱۵۱۰ ہجری میں اس کے بیٹے المنذر نے
 شاہ افانزو کو شکست دی اور جو مال و متاع اس کے ہاتھ آیا سلطان کی خدمت
 میں پیش کیا۔ اسی سال سلطان محمد نے حلیقہ پر پیر فوج کشی کی اور ملک کو
 تاراج اور ملعون اور شہروں پر قبضہ کرتا ہوا دار الخلافہ واپس آیا۔ غرض کہ اس کی عمر
 اسی قسم کی جنگ اور یلغاروں میں گزری۔ گو یہ بھی مثل اپنے باپ کے قدردان
 اہل علم و کمال کا تھا اور اس نے بھی اپنے دربار میں مشہور علماء مثل ابو عبد اللہ
 القزطبی وغیرہ کو جگہ دی لیکن اس کی لڑائیوں نے اس کو اس طرف متوجہ نہ کیا
 موقع نہیں دیا سلطان محمد کے لایق اور بہادر ہونے میں شبہ نہیں لیکن
 بادشاہ میں علاوہ صفت بہادری اور بھی صفات کی ضرورت ہے فی الحقیقت
 اس کے اور اس کے بعد دو بادشاہ گزرے ان کے زمانہ حکومت میں کوئی
 نیا ملک دائرہ اسلام میں نہیں آیا۔ یہ زیادہ تر اپنے خود غرض اور خوشامد پسند
 مشیروں کی راہی پر چلتے تھے جن کے ظلم و زیادتی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں بغاوت
 پھیل گئی جس کے فرو کرنے میں انکی عمریں گزریں۔ سلطان محمد نے ۷۳۲ھ
 مطابق ۱۳۳۰ء میں انتقال کیا اور اسی سال المنذر تخت نشین ہوا اس کا زمانہ بھی
 سرحدی لڑائیوں میں گزرا۔ ذلیل و ناتواں تھا کہ جنگ میں اپنی جان تک کی پروا نہ کرتا تھا۔

چنانچہ ۵۷۲ء کی جنگ میں مارا گیا اس کے انتقال کے بعد اس کا بہائی عبداللہ ابن محمد تخت پر بیٹھا اس کا زمانہ حکومت ایک حد تک امن میں گزرا اور گو بیہ ہی شائق علم نہ تھا لیکن اس کے زمانہ میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ہوا جو تہل بل تحریر ہو۔ دنیا کی چوٹی بڑی سلطنتوں میں بیہ ہمیشہ ہوتا آیا ہے کہ بعض بادشاہ اپنی لیاقت و محنت اور جانفشانی سے ملک اپنے قبضہ تصرف میں لائے لیکن ان کے بعض کوتاہ عقل اور نا عاقبت اندیش جانشینوں نے اپنے باپ دادا کی محنت اور عرق ریزی کی بیہ قدر کی کہ نالج اور رنگ اور عیش و آرام کے شیلے بن کر ملک کو برباد کر دیا۔ چنانچہ عربوں کی سلطنت اندلس بھی اس مرض سے محفوظ نہ رہی اور عبدالرحمن ثانی کے جانشینوں نے کچھ بوجہ نالایقی اور کچھ بوجہ آرام طلبی اور انصرام سلطنت نظر انداز کر دیا اور خود غرض اور چرب زبان مذملوگ جن کے پاس سوائے زبانی جمع خراج کے اصلی جوہر نہ تھا ہاتوں میں ہینس گئے سلطان عبداللہ بوجہ تلون مزاجی اس قابل نہ تھا کہ اس نوعمر سلطنت کے اہم امور کا انصرام کر سکتا۔ سختی اور نرمی کو ایسے ہیجا موقعوں پر کام میں لایا کہ تمام رعایا اس سے بیزار اور نالان تہی یہاں تک کہ رعایا کو اس کے تحت پر سے اوتار دینے کا جھیل پیدا ہو گیا اس کو ابھی پورے ترین سال ہی تخت پر بیٹھے نہ ہوئے تھے کہ اندلس کا

بہت بڑا حصہ قریب قریب خود مختار ہو گیا۔ سلطنت کا ہر رکن ایک دوسرے کا
 مخالف بادشاہ میں اتنی لیاقت اور دور اندیشی نہیں کہ سلطنت کے مختلف
 ارکان سے ان کی اہلیت و قابلیت کے مطابق کام لے ہر عرب اور ہر
 بربری اور عیسائی نے علانیہ خود مختاری اور خود رانی سے کام لینا شروع کیا
 غرض اس سخت بد انتظامی اور بادشاہ کی بے انتہا لاپرواہی سے ہر طرف
 بد نظمی پھیل گئی۔ عیسائی پادریوں نے غل مچایا کہ سلطنت عرب اپنی عمر طبعی کو
 آپہنچی ہے اور زوال وادبار کے آثار روز بروز نمایاں ہوتے جاتے ہیں
 وہ عرب امرا کہ جن کے ہاتھوں پر یہ ملک فتح ہوا تھا اور جن کی آنکھوں میں اب تک
 عبدالرحمن اعظم اور الحکم کے دربار کی شان و شوکت کا سماں پہر رہا تھا بوجہ
 ناقدر دانی دار الخلافہ چھوڑ چھوڑ کر اپنی اپنی جاگیروں میں خود مختار بن بیٹھے یہاں تک
 کہ شہر اشبیلیہ قرطبہ کی ہمسری اور برابری کرنے لگا۔ وہ شہر جو اس بد نظمی پر ہی علانیہ
 بغاوت کی قدرت نہ رکھتے تھے صرف برائی نام عبداللہ کو بادشاہ مانتے تھے
 دار الخلافہ کی نواح کے باہر جہاں سلطان کی فوج کا اثر نہیں پڑتا تھا کوئی شہر یا صوبہ
 ایسا نہ تھا کہ خاندان امیہ کی حمایت اور زندہ رکھنے پر آمادہ ہو۔

عربوں کی یہ حالت دیکھ کر قوم بربر کے قول و فعل سے ہی بغاوت اور خود مختاری

کے آثار آشکارا ہوتے جاتے تھے حتیٰ کہ انہوں نے پرتغال کے جنوب کی طرف جو صوبہ تھا اور اندلسیہ کے مشہور شہر جیان پر قبضہ کر لیا اور ان کے سرکردہ موسیٰ اور اس کے تین بیٹوں نے جو فتنہ انگیزی اور بد معاشی میں اپنے آپ نظیر تھے ملک کو تباہ و تاراج اور لوٹنا شروع کر دیا وہ عیسائی جو ابھی مسلمان ہوئے تھے اور عربوں سے بھی زیادہ قواعد اسلام و شریعت کے پابند تھے اور جو ابھی تک شاہی خاندان کے خیر خواہ اور طرفدار سمجھے جاتے تھے دوسروں کی دیکھا دیکھی بادشاہ سے مخالفت اور سرکشی کرنے لگے اور ملک کے مغربی حصہ کو و با بیٹھے۔ وہ عیسائی جو پہاڑوں کی چوٹیوں اور دامنوں میں چھپے ہوئے تھے ابھی موقع کے منتظر تھے اب باہر نکل کر علانیہ فوجیں جمع کرنے لگے سلطان نے بارہا ان سے مقابلہ کیا لیکن ہر بار ناکام رہا۔ عربوں کی حالت زار پر ناز و زبان حال سے یہ کہہ رہا تھا کہ اے اولاد عرب تم یہ نہ سمجھو کہ تمک اس خاندان کا جس نے تم کو اور تمہاری اولاد کو پرورش کیا اور وہ تمک جو کہ تمہارے رگ و پے میں اثر کر گیا ہے تمہارے یا تمہاری اولاد کے دامنوں کو چھوڑے گا وہ ملک اور دولت جس کو تمہارے باپ اور دادا نے خوبنا دیکر جان عزیز کے بدلے خریدا یوں آنا فائدہ مند نہ کر دینا اچھا نہیں بغاوت سے دین و دنیا دونوں نہ کہو و اور سرخروئی

حاصل کرنے کے بعد اپنا منہہ کالا نہ کرو اور اپنے آبا و اجداد کے صاف پاک
 و امنوں کو کورنگی کے دہسے سے بچاؤ۔

غرض جب عبداللہ نے دیکھا کہ دن بدن ملک کی حالت اترتی جاتی
 ہے تو اب اس نے عیسائیوں سے صلح کرنے کی کوشش کی لیکن وہ بھی ایسی
 سوئی تدبیر سے کہ جس سے اسی کو زک اور نقصان پہونچا۔ شہر ظلیہ سے
 بھی بغاوت کی خبریں پے در پے آئے لیکن نوبت بانیا رسید کہ سوامی تخت
 اور تاج کے کسی قسم کا سرمایہ باقی نہ رہا لیکن اس شدید مایوسی اور ہراس بلکہ یہ کہنا چاہیے
 کہ نزع کی حالت میں اس سلطنت نے خفیف سا سنہا لایا یعنی عربوں کو ملک سے
 نکالنے کے قبل ہی عیسائیوں میں باہمی حسد نے زور کیا اور دشمن کے مقابلہ
 کی عوض خانہ جنگی شروع ہو گئی اور کہیں کہیں خود مختار عرب امرانے اپنے انتظام
 اور خوش اسلوبی سے عیسائیوں پر قدیم رعب و اب قائم رکھنے کی کوشش کی
 ان سب میں سب سے زیادہ این حجاج تھا جس نے صوبہ اشبیلیہ کو قرطبہ کا
 ہمسایہ بنا دیا اور سلطان کو اپنے ساتھ دو ستانہ تعلقات پیدا کرنے پر مجبور کیا اور خود
 اپنے کو اس صوبے کا بادشاہ کہا کرتا تھا۔ یہ چونکہ دیرینہ سال مدبر و تجربہ کار آدمی
 تھا اس نے اپنی ریاست کو پڑانے اصول پر قائم رکھا تھا۔ عروج نہایت باقاعدہ

خزانہ معمور اور دربار علما و اہل فن اور دانشوروں سے بہرا وہ لوگ جو کسی زمانہ میں
 دربار شاہی کے رکن اعظم اور دار الخلافہ کی زیب و زینت تھے جن کی تنظیم و تکمیل
 کے لیے شاہان سلف اوٹھ کھڑے ہوتے تھے وہ اب شہر اشبیلیہ میں
 نظر آنے لگے مگر جب ملک سے اتحاد و قومی عصمت کا خیال جاتا ہے اور ملک جمع ہٹی
 چوٹی ریاستوں میں بٹ جائے تو پہر ایک دو کی ترقی کا اثر تمام ملک پر کیونکر
 پڑ سکتا ہے رجب عربوں کو دار الخلافہ کی ناموس کا خیال نہ رہا اور عیسائی اور مسلمان
 دونوں قرطبہ کے لینے کی فکر میں ہوئے تو اب کیا رہ گیا سب کو خیال یہی ہوا
 کہ سلطنت ہاتھ سے گئی ملک کی یہ حالت خیر خواہان ریاست کا یہ حال کہ
 شخص بجان غیور و ارث تحت و تاج ہو نہ کیا شوق قریب تھا کہ طارق ابن زیاد اور
 موسیٰ ابن نصیر کے ہاتھ کا روشن کیا ہوا چراغ جواب ٹٹمارا ہاتھا خاموش ہو جائے
 سنہلنے کی تمام امیدیں منقطع ہو گئی تھیں کہ قضا و قدر نے چراغ بے وزن کو قدرت
 کا مہیا بنی کے تیل سے سیراب کیا ایک بارگی تمام ملک میں مشہور ہو گیا کہ سلطان عبداللہ
 فیصلہ ۹۱۲ھ عرپس برس کی حکومت کے بعد ملک کو اس تباہ حالت میں
 چھوڑ کر سفر آخرت اختیار کیا اور عبدالرحمن ثانی بن سلطان محمد ہریرا راعی سلطنت ہوا
 اس خبر سے خیر خواہان بنی امیہ کے جان میں جان انی قرطبہ میں خوشی کے

نقارے بجنے لگے بادشاہ کی بیس برس کی عمر جوان بخت اور جوان سال تھا
اوس وقت قریب کے رشتہ دار اور تاج و تخت کے دعویٰ دار اسی جوان دست
کو گھیرے ہوئے تھے اور ملک کی یہ حالت تھی کہ سوائے دار الخلافہ کے
اور کسی جگہ حکم شاہی کا اثر نہ ہوتا تھا لیکن جس کو خدا بنائے اوس کو کون بگاڑے
دعویٰ داروں کے دہن پر قدرت کی مہر لگ گئی شہرخص نے بخوشی تمام عبدالمملکین
کو اپنا بادشاہ تسلیم کیا اور دربار میں امر سے پہلے دعویٰ داران سلطنت نے نذر
پیش کیں۔ تکلیف و وقار اس کے چہرے سے نمایاں۔ اقبال و کامیابی کا شائبہ
اس کی پیشانی پر درخشان۔ سخاوت اور دلیری اس کے اطوار سے آشکار مروت
و فتوت افعال سے نمودار۔ یہ کیوں اہل قرطبہ امیر و غریب اس پر اپنی جانیں
نثار نہ کرتے اہل شہر کی نظریں اس بست سالہ لڑکے کی طرف لگی ہوئیں تھیں اور ب
سہایت مسرت و انبساط کے ساتھ اس کی ترقی اقبال اور کامیابی کی دعائیں
مانگ رہے تھے اور دیکھ رہے تھے کہ یہ کیا طرز حکومت اختیار کرتا ہے۔
یہ دیکھ چکا تھا کہ اس کے دادا کی تلون مزاجی اور بے موقع سختی اور نرمی سے
ملک کس حالت کو پہنچ گیا تھا اس نوجوان بادشاہ نے اپنے تخت پر بیٹھ ہی
فوج کی ترتیب شمرع کی اور پہر ایک عام حکم ممالک محروسہ میں اس مضمون کا نافذ کیا کہ

جوشاہی حکم سے ذرا ہی انحراف کر کے کا قتل کیا جائے گا اور اون امراء اور
عبدہ دارون کو جو باغی ہو کر خود مختاری کا دعویٰ کر رہے تھے حکم دیا کہ فوراً دربارین
حاضر ہو کر اپنے اپنے ملک کا حساب پیش کریں یہ غیر ممکن ہے کہ کوئی حصہ
ملک کا کسی کے تصرف میں بلا حکم شاہی رہ سکے فرمان میں جو احکام مندرج تھے
وہ نہایت صاف اور قطعی تھے۔ گو ملک کی یہ حالت تھی کہ ہر شخص اپنے ملک کا
بادشاہ بنا ہوا تھا لیکن عبدالرحمن بھی اپنی قوم کے عادات اور صفات سے
یورپی طرح واقف تھا یہ جانتا تھا کہ یہ موقع ایسا نہیں ہے کہ نرمی سے کام
نکل آئے جرات سے کام لے دینا چاہیے اور اگر اس پر بھی کام نہ نکلے تو فوج بھی
امداد کے لئے وافر ہونی چاہیے اس کی خوش اقبالی سے بغاوت کا زور بھی
کم ہوتا جاتا تھا وہ لوگ جو اس فساد کے بانی تھے بہت قوم گئے تھے جو باقی تھے
ان کو ضعیفی نے کم قوت و بیکار کر رکھا تھا۔ عام رعایا نے خیال کیا کہ ہم کو گزشتہ
زمانہ طوفان خیر اور حکومت شورانگیر اور انقلابات پر آشوب سے کیا نفع پہنچا۔
عیسائیوں کو گو اس زمانہ کس میسر سی اور مسلمانوں کی باہمی مخالفت سے نفع پہنچا تھا
اور یہ لوگ پُر زور اور صاحب جرات ہو گئے تھے بلکہ کچھ ملک بھی ان کے قبضہ
میں آ گیا تھا تاہم یہ دیکھتے تھے کہ مسلمان اسی طرح اندلس میں موجود اور حکمران ہیں۔

عربوں کو عیسائیوں کا یہہ زور اور اپنی یہہ حالت کب گوارا ہو سکتی تھی۔ ادنیٰ اور اعلیٰ کی یہی خواہش ہوئی اور اسی میں اپنی یہہودی دیکھی کہ سلطان کی اطاعت و فرمانبرداری کی جائے تاکہ وہ عزت و آبرو اور وہ مال و دولت جو ان کے آباؤ اجداد نے پسینہ کی جگہ اپنا خون گرا کر حاصل کی تھی مخالفوں کی دست بردِ سختی سے محفوظ رکھے۔ غرض کہ امرائے عرب کے تصفیہ کے بعد اب عبد الرحمن نے عیسائیوں کی طرف عنان توجہ کو منعطف کیا یہہ نہایت مشکل مہم تھی جہاں صرف شجاعت نہیں بلکہ لیاقت اور تدبیر کو بھی بہت کچھ دخل تھا اس لئے کہ ایک عیسائی ابن حفصون نے موقع پا کر بہت کچھ خزانہ اور لشکر جمع کر لیا تھا اور مع اپنے شرکاء کے ایک نہایت مستحکم اور دشوار گزار پہاڑی قلعہ میں پناہ گیر ہوا تھا عبد الرحمن نے جب دیکھا کہ ان چند کونہ نشینوں کا استیصال آسان نہیں اور نیز عیسائی عام طور پر ان کے ہمدرد اور اگر موقع ملے تو انکی مدد کرنے سے بھی باز نہ آئیں گے اس نے نہایت دانشمندی سے بغرض تالیفِ قلوب عملاً عوام الناس پر یہہ ثابت کر دیا کہ عدل اور انصاف کی نظر میں مسلمان اور عیسائی اور یہودی سب درجہ مساوات کا رکھتے ہیں جب عیسائیوں نے یہہ دیکھا کہ سلطان بلا لحاظ قوم و ملت عدل پر آمادہ اور رعایا کے حقوق کا گمراہ ہے سب نے ہتھیار رکھ دیئے اور دربارِ سلطانی میں

حاضر ہو کر عفو خط کا طلبگار ہوئے سلطان نے نہایت دلجوئی اور دل دہی کے ساتھ سب کو بکمال خوشی واپس کیا۔ جن عیسائیوں کی جائیداد اس طوائف الملوکی میں ضائع ہوئی تھی اور ان کی امداد شاہی خزانہ سے کی گئی لیکن اس جفصون سے چند اشعار کے بدستور بغاوت اور جنگ پر آمادہ رہا راتوں کو شیخون مارٹاؤ لوٹ مار سے شاہی لشکر کو پریشان کر رہا تھا مگر قبول شخصے یک پیری و صید بڑھاپے نے اس کی ہمت اور جرأت کو پست کر دیا تھا صرف ملک اور قوم کی خیر خواہی تھی کہ اس کو لڑا رہی تھی اس ہی اثنا میں اس کا اشتعال ہو گیا اور اس کے ہمراہیوں نے اپنے کو بے یار و مدار دیکھ کر ہتھیار رکھ دئے اور قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ سلطان مع چند سواروں کے قلعہ میں داخل ہوا اور قلعہ کے ایک برج پر کھڑے ہو کر جب اس نے اجمالی نظر چار طرف ڈالی قلعہ کو نہایت مضبوط اور مستحکم پایا اور اس طرح بلا کشت و خون قلعہ کو اپنے قبضہ میں پا کر بخیاں تائید غیبی حالت وجد میں دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی اور جن عیسائیوں نے اس کو اس قدر حیران و پریشان کیا تھا سب کو بغیر باز پرس معاف کر دیا اور خود یلغار کر کے راستے کے شہروں کو فتح کرتا ہوا اطلیلہ پہنچا یہی ایک شہر باقی رہ گیا تھا اس مشہور شہر کا قلعہ وسیع اور دیواریں نہایت مستحکم تھیں لیکن سلطان فتح و نصرت نشان کب ان مشکلات کو خیال

لاتا تھا بلا خوف و ہراس اس کی دیواروں کے سایہ میں خیمہ زن ہوا۔

طلیطلہ وہ شہر تھا کہ جس نے بہادر ترین بہادروں کی ضرب شمشیر کو برداشت اور بہت سے جنگجویان قلعہ شکن کو ناکام و نامراد واپس کیا اس کی شان و شوکت کو اسی دے رہی تھی کہ یہ شاہان سلف کا مایہ ناز و فخر تھا مگر اب اس کو ایک بادشاہ کے سامنے کہ جس کا نیر دولت و حکومت ترقی روز بہ روز ہے تسلیم خم کرنا پڑا۔ ابتدا میں **طلیطلہ** کی مستحکم دیواروں نے عربوں کے متواتر حملوں کو روک دیا۔ **عبدالرحمن** نے جب دیکھا کہ معمولی تدبیروں سے کشائش کار ممکن نہیں اس نے نہایت استقلال کے ساتھ اس ہی شہر کے قریب ایک دوسرا شہر موسوم بہ **الفتح** آباد کیا اور وہیں سے محاصرہ کو بدستور قائم کیا ہر طرف کے راستے اور رسد کے ذرائع مسدود و منقطع ہو چکے تھے چندی روز میں محصورین دست فقر و فاقہ سے ایسے تنگ آئے کہ انجام کار دروازے شہر کے کھول دیئے اور اطاعت و فرمانبرداری قبول کر لی۔

اٹھارہ برس کی تباہی و بربادی کے بعد اب پہر ایک بار تمام ملک **البلخ** خاندان بنی امیہ کے دائرہ حکومت میں آیا اس وقت سلطان نے اپنے طرز حکومت کو بالکل بدل دیا اور عرب امرائے جن کی خود غرضی اور سرکشی نے ملک کو

قریب قریب تباہ و ویران ہی کر دیا تھا وہ وسیع اختیارات جو ان کو اس وقت تک حاصل تھے واپس لے لیتے کوئی اہم کام سلطان کی بلا اجازت یہہ نہیں کر سکتے تھے اور صوبوں میں وہی اختیارات استعمال کر سکتے تھے جو دربار سلطانی سے عطا ہوئے تھے عید الرحمن کی طرز حکومت حسبِ نیل اصول پر قائم تھی۔

(۱) شاہی اقتدارات کو سوائے سلطان کے اور کوئی امیر کام میں نہیں لاسکتا تھا اور تمام اہم امور سلطنت بغیر شاہی اجازت کے کوئی امیر یا وزیر فیصل نہیں کر سکتا تھا

(۲) اس نے اوہنیں لوگوں کو بڑا یا جو خاص اس سے وابستہ و خیر اندیش تھے تاکہ سازش و عدول حکمی کی بنیاد باقی نہ رہے۔

(۳) پُرانے امرائی عرب جن سے سازش و عدول حکمی کا خوف تھا بسکے اقتدارات صلب اور ان نئے لوگوں کو عطا ہوئے۔

(۴) شاہی رعب و اب قائم رکھنے کی غرض سے اس نے اپنی فوج کی تعداد کو بہت بڑھا دیا تھا اور اپنے غلاموں کا ایک باڈی گارڈ قائم کیا جس میں عیسائی اور مسلمان دونوں شریک تھے یہہ وہ فوج تھی جس نے نہایت نازک موقعوں پر سلطان کا ساتھ دیا اور اس خاص فوج کے بڑھانے کی یہہ ترکیب ایجاد کی تھی کہ ہر سپاہی کو حسبِ حیثیت جاگیر عطا کی اور یہہ حکم دیا کہ وہ اوسے آمدنی سے اپنی فوج تیار

کرے جو بوقت ضرورت شاہی فوج میں شریک کر لی جاتی تھی۔

اس جدید طرز حکمرانی سے بظاہر ملک کو بہت فائدہ پہنچا۔ قدیم امریکی قومیں توڑ پھوٹنے سے فی الحال بغاوت اور سرکشی کا خطرہ جاتا رہا اور نو دولتوں کو عبرت حاصل ہوئی۔ غلاموں کی خاص فوج قائم کرنے سے اور اس کو روز بروز ترقی دینے سے بد معاش اور جبرائیم پیشہ کا نشان تک ملک میں باقی نہیں رہا لیکن اس سخت اور جابرانہ طرز حکومت سے آئندہ چل کر سلطنت کو ایسا نقصان پہنچا کہ جس کا حد و پیمانہ نہیں جیسا انقلابات عظیم کے بعد شخصی سلطنتوں میں ہمیشہ دیکھا گیا ہے۔ اس وقت بھی عرب رعایا جو خود غرض اور ظالم امر کے ہاتھوں جان بلب تھی ایسے با اخلاق رعایا پر و عدل گستاخ بادشاہ کو دیکھ کر دل و جان سے اس کا ساتھ دینے اور مرنے پر آمادہ ہو گئی لیکن رفتہ رفتہ اس خاص فوج کا حال مثل ترکی کی نی عسکر کا سا ہو گیا اور دن بدن اس قدر ترقی کی کہ آئندہ چل کر یہ فوج جس کو چاہتی تھی بادشاہ بنا دیتی تھی اور جس کو چاہتی تھی تخت سے اتار دیتی تھی۔ اور یہی فوج اس

لہٰذا یہی لفظ ترکی ہے بمعنی نئے کے یہی عسکر یعنی نیا لشکر۔ سلطان محمود ثانی کے زمانہ حکومت تک سلطنت عثمانیہ میں یہی فیوڈل سسٹم یعنی فوجی جاگیروں کا قاعدہ جاری تھا جس سے سلطنت کو ایسا نقصان پہنچا کہ بالآخر سلطان محمود نے اس کو بہت کشت و خون کے بعد سدود کر دیا۔

سلطنت کے بگاڑ کی بانی ہوئی۔

جب ملک اندلس خانہ جنگی کے جھگڑوں سے پاک و صاف اور سلطان کو
اطمینان کامل حاصل ہو گیا تو اب یہہ اپنے بیرونی دشمنوں کی طرف متوجہ ہوا اور
اس کو دو قوی بازو دشمنوں کا ایک ہی دفعہ مقابلہ کرنا پڑا شمال کی جانب نصاریٰ
اور جنوب کی جانب بنی فاطمہ جنہوں نے اپنی افریقیہ کے شمالی حصہ میں اپنی
حکومت قائم کی تھی اندلس پر حملہ کرنے کے واسطے وقت اور موقع کے
منتظر تھے۔ جو ان کا عالم بحث اقبال یاور۔ فوج و رعایا اپنے دلیر و جفاکش اور غریب
پرور پادشاہ پر جان نثاری کے لئے دل سے آمادہ اور وہ خزانے جو بد نظمی کے
زمانہ میں خالی پڑے تھے معمور بھلا یہہ کب ان دشمنوں کو خیال میں لانا لیکن
دور اندیشی اس کے خمیر میں تھی اس نے فوج کشی سے قبل تدبیر سے کام لیا
اور چند ہی روز میں افریقیہ کی رعایا میں مذہبی فساد کی بنیاد ڈال دی اور خود بیٹھا ہوا
اپنی تدبیر کی تاثیر کا تماشا دیکھتا رہا۔ مذہبی آگ بھلا کسی سے بچہہ سکتی تھی جو حاکم اس کو
فرود کرنے کی کوشش کرتے تھے وہ کسی نہ کسی فریق کی طرف ذاری کر بیٹھے تھے۔
جس کا نتیجہ یہہ ہوتا تھا کہ آتش فساد زیادہ مشتعل ہوتی تھی۔ ملاؤن کا بیچ میں ڈالنا
حکم رکھتا تھا یہہ اتنے کہاں کہ مصالح ملکی اور مہات مملکت کو پیش نظر رکھیں جہاں کسی نے

ان کے فتوے پر اعتراض کیا یہ فوراً اس کو کافر اور واجب القتل قرار دیتے
 تھے غرض اس فساد نے اس قدر طول کہنچا اور سلطان نے اپنی لیاقت کے وہ جوہر
 دکھائے کہ بغیر کشت و خون اور خرچ کے ملک برسر اس کے قبضے میں آ گیا
 اور اس نے فوراً فوج کثیر بھیج کر ملک اور سرحد کا انتظام کر لیا۔ شاہان بنی فاطمہ
 اندلس کو لینے کے عوض اپنے ملک کا عمدہ حصہ کہو بیٹھے اور قلعہ سبوطا پر
 خاندان بنی امیہ کا پہرہ بڑا ہوا میں لہرانے لگا اس ملک کی آمدنی سے عبدالکریم
 نے دریائی بیڑوں کو ساز و سامان جنگ سے آراستہ کیا بحر متوسط کی حکومت
 جس کو خاندان بنی فاطمہ باعث فخر سمجھتے تھے وہ بھی سواحل افریقہ کے ساتھ
 ان کے قبضے سے نکل گئے۔ یوں تو اسلام کے شاہان سلف اور معاصرین
 کو عموماً بحری قوت کے ترقی دینے کا شوق تھا لیکن ملک گیر ہی کے شوق و
 ذوق نے سلطان کے دل میں دریائی حکمرانی کا اس درجہ شوق پیدا کیا کہ بہت
 تھوڑے عرصہ میں اس کے جنگی جہاز آبناستی طارق اور بحر متوسط کی حکومت کرتے
 جب تک سلطان اس مہم جنوبی میں مشغول رہا شمالی دشمن کی روک تھام کرتا جاتا تھا
 لیکن اب اس مہم کے اختتام کے بعد عیسائیوں کی طرف متوجہ ہوا عیسائیوں نے
 جوہر طح جنگ کے واسطے آمادہ اور نیا رہتے خود پیش قدمی کی لیغا کر کرتے ہوئے

سرحد اندلس میں داخل ہوئے۔ ہم اس تاریخ کے پہلے حصے میں بیان کر
 آئے ہیں کہ جب عربوں نے حلیقیہ کو فتح کیا تو ایک عیسائی پلیو نامی مع تم
 ہنرا ہیون کے پہاڑوں میں جاگسا تھا اور وہیں عربوں کو ستانے اور اپنی قوم
 کو عربوں کی بغاوت پر آمادہ کرنے کی کوششیں کرتا تھا عرب ان چند گنا ملہم کو
 ڈاکو اور رہزن تصور کر کے کچھ اعتناء نہ کرتے تھے پلیو نے عربوں کی بی پروائی
 پورا فائدہ اٹھایا اور گو سیہ خود اپنے دلی مقصود کو نہیں پہونچا لیکن اس کی جانشین
 اس کی وصیت پر ثابت قدم رہے۔ یہ وہی وحشی عیسائی ہن جو پڑوسلشکر
 کے ساتھ پہاڑوں میں پولش رہنے کی عوض جنگ کے لئے پیش قدمی کر رہے
 ہیں اور عربوں کی فوج اور ساز و سامان کو خیال میں نہیں لاتے لاشعہ عین الفانز
 اردونی نے پلیو کی بیٹی سے شادی کی جس سے پلیو کو دونی قوت حاصل ہوئی
 اس نے الفانز کو کی مدد سے اور نیز باغی عیسائیوں کو اپنا معین و مددگار بنا کر
 بڑے بڑے شہروں مثل سمورہ لیون الکبیرہ و سالونیکا وغیرہ پر عربوں کو
 شکستیں دیکر اپنا قبضہ کیا۔ قریب قریب تمام ملک حلیقیہ اور قسطلہ عربوں کے دائرہ
 حکومت سے نکل گیا تھا پہلے پہل عربوں نے ان کو اپنی سرحد میں آنے سے
 روکا لیکن اہل طلیطلہ اور شاہ نوار کی مدد سے یہ لوگ عربوں کو پیچھے ہٹاتے ہوئے

آگے بڑھتے گئے۔ عیسائی مذہبی تعصب سے اندھے ہو رہے تھے۔ جنگ میں سپاہی اور غیر سپاہی عورتوں اور بچوں میں تمیز نہیں کرتے تھے جو مسلمان ان دشمنوں کے سامنے آجاتا تھا اس کو بلا سوال و جواب ملک عدم کا راستہ بتا دیتے تھے جن شہروں پر یہ قباصل ہوتے تھے وہاں مسلمان مردوں اور عورتوں اور شیرخوار بچوں کے خون سے دریا بہا دیتے تھے جو بچ جاتے تھے ان کو جبراً عیسائی مذہب اختیار کرنا یا غلامی کا طوق گردن میں ڈالنا پڑتا تھا غلاف اس کے کجب کبھی عرب میدان جنگ میں فحیاب یا کسی ملک پر قبضہ کرتے تھے تو سوائے ان لوگوں کے جو مردانہ واریت و شمشیر سے ان کو سدا رہا ہوتے ضعیف اور بچوں کو اور ان لوگوں کو جن کو لڑائی سے کوئی تعلق نہ ہوتا تھا گو وہ عیسائی یا کافر کیوں نہ ہوں اپنے علم ظفر پیکر کے سایہ میں پناہ دیتے تھے۔ جب کبھی انہوں نے کسی شہر کو فتح کیا تو انصاف و رحم دلی اور دل جوئی سے رعایا کے دلوں کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ان کے سامنے مسلمان اور نصاریٰ اور یہودی سب برابر تھے گرجا میں ان کی بدستور قائم بلکہ عربوں نے یہاں تک کیا کہ یہودی اور نصاریٰ کو حقوق اور مذہب کی طرف سے علیحدہ

محکمہ قائم کیا تھا۔ غرض کہ عربوں کے عہد حکومت میں مذہبی تعصب نام کو نہ تھا لیکن باوجود ان تمام باتوں کے جب سپہم انقلابات اور بدظمی نے سلطنت کو کمزور کیا اور عیسائیوں نے موقع پا کر زور پکڑا تو ان تمام احسانات سابق کو فراموش کر کے محض مذہبی تعصب اور اختلاف کی وجہ سے یہہ وشتیانہ طرز جنگ اختیار کیا اور ہزاروں بے گناہ عورتوں اور بچوں اور اون لوگوں کو جن کو جنگ سے کچھ تعلق ہی نہ تھا قتل کر ڈالا۔ عبدالرحمن کو بھی پورے دو سال بھی تخت پر بیٹھے نہ ہوئے تھے کہ اردوئی ثانی نے اس کے حدود میں آکر ملک اور رعایا کو تباہ کرنا شروع کیا بلکہ دار الخلافہ کے قریب آپہنچا۔ بادشاہ ابھی تخت نشین ہوا تھا عرب اسراپنے اپنے صوبوں میں خود مختاری کے دعوے کر رہے تھے نہ فوج و سامان اتنا کہ دشمن کو کلمہ بکلمہ جواب دیکھے ایسے نازک وقت میں اس نے دشمن کے حملے روک دینے پر اکتفا کیا اور سلطنت کے انتظام و انصرام کی طرف دل سے متوجہ ہوا۔ اب یہ وہ وقت ہے کہ سلطان خدا واد اقبال کی تائید اور اپنی لیاقت اور جرات کی امداد سے ممالک محروسہ پر پورے طور سے تسلط ہو چکا ہے اور بنی فاطمہ کے تصفیہ کے بعد فوج و سامان سے درست عیسائیوں کے مقابلے

بقیہ صفحہ ۷۹) کے مذہب اور جاہل و غیرہ کی حفاظت و نگہبانی کے لئے مقرر کیا گیا تھا اس کو خطبہ الزام کہتے تھے

کے لئے تیار ہے اس نے فوراً ایک دستہ فوج کا بطور ہراول عیسائیوں کو سرحد پر روکنے کے لیے بھیجا اس فوج نے یہاں تک کامیابی حاصل کی کہ اپنے سے چوگنی فوج کو ریتی ہوئی دشمن کی سرحد میں گھس گئی اور متواتر ٹیکسٹن دیکر عیسائی فوج کو منتشر کر دیا۔ ششم ہجری میں سلطان نے مکرر فوج روانہ کی لیکن اس مرتبہ شاہ اردوئی نے عربوں کو شکست دی اور عرب منتشر ہو کر میدان سے ہٹے افسر فوج نے اس بدنامی سے میدان جنگ میں مرجانا پسند کیا اور شمشیر بکھٹ اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتا ہوا ایک دہائی عیسائیوں کے ابنوہ کثیر میں در آیا اور شہادت کا درجہ پایا۔ عیسائیوں کا تعصب مذہبی اس واقعہ سے منکشف ہوتا ہے کہ اردوئی دون بہت نے اس آدمی کے سر کو سور کے سر کے ساتھ قلعہ کے دروازے پر نصب کیا۔

لیون اور نوار کے عیسائیوں کا دل اس قدر بڑھا کہ یہ لوگ پہر میدان میں آمو جو دہوئے لیکن دارالخلافت کی فوج نے ان کو شکست دیکر واپس کر دیا عبدالرحمن نے دیکھا کہ اس طرز جنگ سے یہ لوگ اپنی فتنہ انگیزی سے باز نہ رہیں گے اور چھوٹی چھوٹی کامیابیوں کو فخر عظیم سمجھیں گے عبدالرحمن نے بذات خود مقابلہ کا عزم کیا اور ششم مطابق ۹۲۰ء میں اپنے بہادر و تجربہ کار امرا کو ساتھ لیکر

عیسائیوں کا مقابلہ کیا۔ شاہ اردو نی تانی بن الفانزو کی مدد کے لیے
 شاہان فرانس اور البشکنس اپنی اپنی فوج لیے میدان میں موجود تھے
 سلطان کے میدان جنگ میں موجود ہونے سے ہر امیر اور ہر سپاہی
 عجب شوق سے لڑائی کا انتظار کر رہا تھا اور منتظر تھے کہ کب ہم کو اپنے جوہر
 سپہ گری کے دکھانے اور حق نمک ادا کرنے کا موقع ملتا ہے۔ مختصر یہ کہ ایسی
 سخت جنگ واقع ہوئی کہ جس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ عبدالرحمن بن قلب لشکر میں
 کھڑا ہوا تھا شاید کچھ رہا تھا اور جہان کہیں اپنی فوج کو کمزور اور بٹتا ہوا دیکھتا وہاں
 اپنی خاص فوج کو لیکر مثلن بجلی کے جاگرتا تھا اور دشمن کی فوج کو درہم و برہم کر کے
 ریتا ہوا لشکر مخالف کے قلب پر جا پہنچتا تھا۔ عیسائیوں نے اپنی فوج کو سنبھالنے
 کی بہت کوشش کی لیکن عربی سواروں کے حملے کو جس سے یہ ہمیشہ خوف زدہ
 رہتے تھے روک نہ سکے۔ منتشر اور بدحواس ہو کر یہاں تک گشتوں کی انتہا نہ تھی جو
 گرفتار ہوئے تھے ان کی تعداد ہزاروں تھی۔ سلطان فتح کامل کے بعد وہاں
 قلعوں اور مورچوں کو تباہ اور منہدم کرتا ہوا اپنے دار الخلافہ میں واپس آیا۔
 عبدالرحمن کو معلوم تھا کہ اس بے مثل کامیابی سے عیسائیوں کی
 امیدوں پر پانی پھر گیا اور اب ان کا سنبھلنا مشکل ہے لیکن مذہبی اور قومی جوش سے

یہ خوب واقف تھا اور سمجھتا تھا کہ جب تک ان کی قوت پورے طور سے ٹوٹ نہ جائے گی یہ پہر اسی جوش سے مقابلہ ضرور کریں گے لہذا اس نے اس جنگ کے بعد ہی پہر فوج و سامان کو درست کرنا شروع کیا اور یہ قصد کر لیا کہ اس قدر فوج و سامان اور ہتھیار ہو جانا چاہیے کہ اگر لڑائی کی توبت آئے تو ماکمل تصفیہ لڑائی برابر جاری رہے عبدالرحمن بنوز الشیخ ظلم میں سرگرم تھا کہ اس کو خبر پہنچی کہ اردوئی اور شاہ پنبلونہ نے پہر اس کی سرحد میں آکر چند قلعوں پر قبضہ کر لیا اور ملک و رعایا کو تباہ کر رہے ہیں۔ یہ واقعہ ۱۱۳۱ھ بمطابق ۱۷۱۸ء میں ہوا جس قدر فوج کہ موجود تھی اس کو لیکر عبدالرحمن آگے بڑھا لیکن سابق کی جنگ سے اس کا اتنا رعب مخالفین پر چھا گیا تھا کہ اس کی آمد آمد سنتے ہی عیسائی فوج قلعوں کو خالی کر کے خائف و ہراسان اپنی اپنی سرحد کی طرف بھاگی سلطان بغیر کسی تعرض کے پنبلونہ کے پایہ تخت تک چلا آیا۔ عیسائیوں پر جو خوف کہ طاری ہو چکا تھا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ بادشاہ مع فوج اپنے پایہ تخت کو چھوڑ کر بھاگ گیا۔ سلطان خدم و جلوس کے ساتھ شہر میں داخل ہوا شہر نیاہ اور قلعوں کو منہدم کر دیا۔ اس ملک پر اب قبضہ کر لینا بڑی بات نہ تھی مگر اس کے اقبال کو دیکھو کہ ہنوز ایک دشمن کا ملک اس کے قدموں کے نیچے پڑا رہتا تھا کہ اس کو

اردوئی والی لیون کے مرنے کی اور اس کے بیٹوں میں خانہ جنگی شروع ہو جانے کی خبر پہنچی۔ یہ ہم لیون بغیر محنت و مشقت سر ہو گئی۔ سلطان کی خوشی کا کیا پوچھنا تھا وہیں جشن شاہانہ منعقد ہوا اور سلطان و فوج دونوں شادان و فرحانہ دار الخلافہ کی طرف روانہ ہوئے۔

عبدالرحمن نے شہر قرطبہ پہنچ کر ان فتوحات متواترہ کی یادگار میں اور نیز اپنی عزیز رعایا کی خواہش اور مذہبی جوش ان کے دل میں پیدا کرنے کی غرض سے امیر المومنین اور الناصر الدین اللہ کے خطاب سے اپنے تاج و تخت کو رونق بخشی۔

عبدالرحمن ۲۲ھ مطابق ۹۳۳ء میں یغار کر کے غلبہ نہ پہنچا۔ وہ ان کی شہزادی طوطہ نے بغاوت کا ارادہ کیا تھا لیکن بادشاہ کے پہنچنے پر حاضر ہو کر عفو خطا کی خواستگار ہوئی۔ سلطان نے اس کی خطا کو معاف کیا اور اس کی بیٹی عرسہ کو اس ملک کی حکومت بخشی اور خود البیہ ہوتا ہوا دار الخلافہ واپس آیا مگر ۲۵ھ میں ملکہ غلبہ نہ نے خلافت معاہدہ عمل کیا جسکی فوراً مٹائی کر دی گئی۔

لے اس سے قبل اندلس کے بادشاہ امیر یا سلطان کہلاتے تھے اس ہی کے وقت سے یہ خلفائے اندلس کے نام سے مشہور ہوئے لہذا ہم نے بھی بیان کیا ہے سلطان کے خلیفہ لکھا ہے۔

عبدالرحمن ملک کے انصرام و انتظام میں مشغول تھا کہ ناگاہ خبر پہونچی کہ لیون میں خانہ جنگی ختم ہو گئی اور رد میر ثانی تخت نشین ہوا۔ یہ شخص نہایت لایق اور شجاع تھا مگر اپنے متقین کی طرح بلکہ ان سے سیدھا متعصب اور عربوں کا دشمن تھا اسی اثنا میں احمد ابن اسحق سلطان کا وزیر کسی نگین جہم کی پاداش میں قتل کیا گیا۔ یہ امیر ابن اسحق صوبہ داسر قسطنطین کا بھائی تھا۔ جب اس کے قتل کی خبر امیر کو پہونچی اس نے پاس نمک اور قوم اور مذہب کو بالا طاق رکھا۔ رد میر سے اپنے بادشاہ کے خلاف سازش کی سلطان فوراً فوج لیکر تنبیہ کی غرض سے آیا امیر نے اتنی قدرت کہاں تھی کہ سلطان کا سامنا کرتا سر قسطنطین سے ہٹا کر رد میر سے جاملاتا اور اس پر عربوں کے فوجی راز ظاہر کر دے لیکن عبدالرحمن بلا خوف حلیقیہ کے پایہ تخت سمورہ تک چلا آیا اور شہر کا محاصرہ کر لیا اس کی فوج کی تعداد ایک لاکھ تھی رد میر اس وقت اپنے پایہ تخت میں موجود نہ تھا اس یورش کی خبر سن کر فوج کثیر کے ساتھ آپہونچا۔ ماہ شوال ۳۲۲ھ میں ۳۵۹ھ میں یہ جنگ الخندق شروع ہوئی شہر سمورہ اور اس کا قلعہ سات مستحکم بلندیوں سے گہرا ہوا تھا اور ہر دیوار کے بعد ایک نہایت عمیق اور پختہ خندق بنی ہوئی تھی۔ پہلے جو کچھ کہ لڑائی ان میدان میں ہوئی ان میں عرب ہمیشہ کامیاب رہے

لیکن سورج گھن کے تیسرے روز عیسائیوں نے بہت سخت حملہ کیا عرب ان کو
 پسپا کرتے ہوئے شہر کی دو دیواروں کے اندر گھس گئے مگر خدقون کی وجہ سے
 فوج کی ترتیب و قاعدہ باقی نہیں رہا۔ تیسری دیوار کے قریب عرب ہنوز بسنے لے
 پائے تھے کہ عیسائیوں نے ایک دفعہ مڑ کر حملہ کیا اور ان کی مدد کے لیے
 وہ فوج جو دیواروں کے پیچھے چھپی ہوئی تھی شل پانی کے اُبل پڑی چار طرف سے
 عربوں کو گھیر لیا خدقون میں جو عرب آگئے تھے ان میں سے ایک نہ بچا بیان
 کیا جاتا ہے کہ قریب پچاس ہزار عرب کے خدقون میں ڈوب گئے جس زمانہ
 سے کہ عربوں نے اس سرزمین میں قدم رکھا اس وقت تک ایسا حادثہ سخت
 ان پر نہیں گزرا تھا جو پس ماندہ فوج اس آفت سے بچ کر نہایت بے ترتیبی سے
 بھاگی تھی اوس کا تعاقب اگر رومیہ کرتا تو اوس کا قتل اور غارت ہو جانا نہایت
 آسان امر تھا لیکن امیہ ابن اسحق نے رومیہ کو تعاقب سے روکا اور یہ خوف
 دلایا کہ مبادا عرب جہازیوں میں نہ چھپے ہوں اور اس کی فوج پر پیچھے سے حملہ کر ڈالتے
 اور یہ فتح مبدل شکست نہ ہو جائے اور جو بے حساب اسباب و دولت کہ عرب
 چھوڑ گئے ہیں ہاتھ سے نہ نکل جائے لیکن امیہ نے اب دیکھا کہ اس شکست
 کے بعد عبدالرحمن چپ نہ بیٹھے گا بلکہ ایسا بدلے گا کہ پہر شاید کوئی عیسائی اس

ملک میں دکھائی دے۔ اس نے سلطان سے بے عجز و الحاح عفو خطا کی درخواست کی۔ خطا بخش عذر نیوش سلطان نے درخواست کو فوراً منظور کر لیا اور اس سیاہ روٹھک حرام نے جس کی وجہ سے ہزار ہا عرب شہید ہوئے تھے اپنے تئیں بادشاہ کے قدموں پر ڈال دیا۔ اس شکست عظیم اور قتل عام سے غلیفہ ایسا متاثر ہوا کہ پھر اس نے بذات خود فوج کشی نہیں کی لیکن ہر سال اپنے فوجی امیرون کو رد میہر کے مقابلہ کے لئے بھیجتا رہا جنہوں نے ایسا بدلہ عیسائیوں سے لیا کہ پھر رد میہر کو عربوں کے مقابلے کی جرات نہ ہوئی اور ان متواتر کامیابیوں کا اثر نہ صرف رد میہر پر ہوا بلکہ تمام عیسائی قوتیں قریب و دور کی اس قدر متاثر اور خفا ہوئیں کہ ہر بادشاہ نے سفیر عبدالرحمن کی دوستی اور رضامندی حاصل کرنیکی غرض سے قرطبہ بھیجے چنانچہ ۳۳۶ھ ۹۴۷ء میں قسطنطین شہنشاہ قسطنطنیہ نے بیش بہا تحائف بذریعہ سفیر بھیجے خلیفہ نے سفیر کا نہایت اعزاز و احترام کیا شہر کثرت آئینہ بندی اور آرائش سے مثل دولہن معلوم ہوتا تھا تمام فوج نئے سامان و اسلحہ سے آراستہ قصر اور دربار کی آرائش کی تعریف نہیں ہو سکتی تھی تخت پر خلیفہ رونق افروز گرد و پیش شہزادے اور والیان ملک اور ارکان سلطنت دست بستہ حاضر جس وقت سفیر اور اس کے ساتھی سامنے پیش ہوئے تو عجب داب شاہی

اور دربار کی شان و شوکت دیکھ کر دنگ ہو گئے اور سر جھکا کر تخت کے قریب
 آکر اپنے بادشاہ کا نامہ پیش کیا عبد الرحمن نے علمائے حاضر دربار کو حکم دیا
 کہ وہ اسلام کی شان و شوکت اور بزرگی اور خلفائی اندلس کی فتوحات بیان کریں
 لیکن حاضرین دربار کے دلوں پر کچھ ایسا رعب چھا گیا تھا کہ ان مشہور علماء میں سے
 کچھ بعد دیگرے ہر شخص نے تقریر شروع کی لیکن دو چار لفظوں سے زیادہ نہ
 کہہ سکے خلیفہ نے یہ دیکھ کر ولید عبد الحکم کے اتالیق ابو علی القالی کی طرف
 اشارہ کیا۔ یہ حال ہی میں عراق سے آندلس آیا اور علم و فضل میں بے نظیر سمجھا جاتا تھا
 مگر اس کو بھی یارائی نہ ہو اب یہ حالت دیکھ کر منذر ابن سعید اپنے مقام پر
 کھڑا ہوا۔ گو مثل علمائے دیگر کے اس کا علم و فضل اس قدر مشہور نہ تھا لیکن اس نے
 اس خوش اسلوبی اور نہایت شستہ تقریر میں خلیفہ کے حکم کی تعمیل کی اور ایک ایسا
 پرجوش برجستہ قصیدہ پڑھا کہ اہل دربار کی زبانوں پر تعریف جاری ہو گئی خلیفہ اس قدر
 خوش ہوا کہ اس کو اسی وقت قاضی القضاۃ کے عہدے سے سرفراز کیا اس دربار
 کے بعد عبد الرحمن نے کئی روز تک سفیروں کی مہانداری کی اور ہشام بن
 ہزل کو اپنی جانب سے بصبغہ سفارت یونانی سفیر کے ساتھ قسطنطنیہ روانہ کیا اور
 یہ حکم دیا کہ دونوں سلطنتوں میں دوستانہ تعلقات قائم کرنے کی غرض سے ایک معاہدہ

لکھوائے ہشام دو سال کے بعد کامیاب واپس آیا اس کے بعد ذوق
 بادشاہ سلاوینہ اور شاہان الممان^۱ اور فرانس نے یکے بعد دیگرے سفیر
 عبدالرحمن کے پاس بھیجے سلطان ان سب سے نہایت اخلاق اور مروت
 کے ساتھ پیش آیا اور مناسب جوابات و خلعت فاتحہ سے سرفراز فرما کر ان سب کو رخصت کیا
 جب اردوئی اور شاہ پرتلو نے وغیرہ نے دیکھا کہ دور کے بادشاہ
 عبدالرحمن سے دوستانہ تعلقات پیدا کرنا باعث فخر سمجھا کہ اوس کی خوشامد
 کرنے میں تقدیم کر رہے ہیں امید ادا و شراکت سے بالکل مایوسی ہو گئی جب
 ان کو ایسے بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہ آئی ناچار اپنے اپنے سفیر دربار سلطانی
 میں روانہ کیے اور استدعا کی کہ ہم لوگوں کا دلی منشا یہ ہے کہ ہم خلیفہ کے ظل
 عاطفت میں اپنی عمر بسر کریں جن ملکوں پر ہم اس وقت حکمران ہیں اوں کو ہم عطیہ
 سلطانی تصور کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ سلطان ہم کو اپنا مطیع اور فرمان بردار
 سمجھ کر جو فوجیں کہ ہمارے ملکوں کی طرف بھیجی گئی ہیں وہ واپس کر لیا جائیں
 اور جس قسم کا معاہدہ منظور ہوگا وہ لکھ دینے پر ہم بسر و چشم آمادہ ہیں۔ یہاں عفو خطا
 کا دریا بہ رہا تھا صرف عرض کرنے کی دیر تھی کہ خلیفہ نے بکمال مراحم خسروانہ و شہسواری
 قبول کیا اور فوجوں کی واپسی کا حکم دیا۔ دوسری وجہ ان بادشاہوں کے مطیع

اور منقاد ہونے کی بظاہر معلوم ہوتی ہے کہ ان ہی دنوں میں اردوئی ثالث
کا انتقال ہوا تھا اور اس کا بہائی شاخجہ اوس کی جگہ تخت پر بیٹھا۔ یہ واقعہ
۳۴۶ء ۹۵۷ھ میں ہوا گو نزلیر حاکم قسطلہ جو اردوئی کے مرنے کے قبل
شاخجہ کو اوس کے خلاف مدد دے رہا تھا اب ایک دفعہ شاخجہ کو چھوڑ کر اردوئی
چہارم کا طرفدار بن گیا اوس لڑکے کو حلیقیہ کے تخت کا مالک قرار دیا اس لڑکے
نے باوجود مغلوں ہونے کے دست ظلم و زیادتی دراز کر رکھا تھا اس خانہ جنگی کا
نتیجہ یہ ہوا کہ شاخجہ کو تخت چھوڑ کر اپنی نانی طوٹہ ملکہ اربوئیہ کے پاس پناہ لینی پڑی
اردوئی چہارم کو نزلیر کی مدد سے حلیقیہ کا حاکم بن بیٹھا خلیفہ بھی اپنی تجربہ کار
نظروں سے اس خانہ جنگی کا تماشا دیکھ رہا تھا اور یہ خوب جانتا تھا کہ ان ہی لوگوں کی
درخواست پر اس کو دست اندازی کا موقع ملنے والا ہے یہی ہوا کہ شاخجہ کی تباہ
حالت کو دیکھ کر ملکہ سے نہ رہا گیا اور اس نے اپنے زبردست معاون عبدالرحمن
سے امداد کی درخواست کی شاخجہ کا موٹا پا اعتدال سے بڑھ گیا تھا یہاں تک کہ
نشست و برخاست دشوار ہو گئی تھی۔ چونکہ اوس زمانہ میں قرطبہ علم و فضل کا مرکز
بنا ہوا تھا اور یہاں کے حکماء و حاذق و نیا میں مشہور اور اپنے علم و فضل میں منظر
سمجھے جاتے تھے ملکہ نے ایک طبیب کی درخواست کی سلطان نے اپنے چل

حکیم کو شائعہ کے علاج کے لیے بھیجا لیکن صلح کی نسبت سلطان نے شراط معاہدہ میں کسی قدر سختی کی مثلاً ایک شرط یہ تھی کہ چند قلعہ جو نہایت مضبوط اور مشہور تھے وہ خلیفہ کے حوالہ کر دئے جائیں یہ شرط ایسی تھی کہ اس کا منظور کر لینا اور ریاست سے دست بردار ہو جانا کیساں تھا ایسی سخت پریشانی کی حالت میں ملکہ اپنے بیٹے شاہ نوار کے ساتھ عبدالرحمن کے پاس خاص دار الخلافہ میں آئی۔ یہ بہت ہی اخلاق سے پیش آیا اور اس کے حسب مراتب تواضع اور تکریم میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا اور بالآخر ازراہ ترجمہ اوس کی درخواستوں کو منظور اور جو دواؤں نے چاہی تھی بغیر کسی سخت شرط کے دینے کا وعدہ کیا۔

عبدالرحمن کے مدبرانہ طرز فرمان روائی اور اخلاق عام کا ایسا اثر ہوا کہ جملہ بادشاہان یورپ نے سلسلہ سفارت کا برابر جاری رکھا اور اتحاد یا ہمی اور بنامی دوستی کو مضبوط کرنے کی کوشش کرتے رہے مگر جتنی اسلامی تاریخین کہ ہماری نظروں سے گزر رہے ہیں ان سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ شوق حکومت اور بغض و عناد نے مسلمانوں کے دلوں میں ایسی جڑیں بکھیریں کہ جن سے ہر بادشاہ اسلام کو کم و بیش نقصان پہنچا۔ چنانچہ باوجود اس کے کہ مسلمان یہ جانتے تھے کہ ایسا رعایا پرور اور بیدار مغرب بادشاہ جس نے انکی ڈوبتی ہوئی ناؤ کو اپنی لیاقت

اور جو انہودی سے سنبھال لیا اور جس نے اپنی سلطنت کو اس قدر وسیع کیا کہ
 عبد الرحمن اول کے دور کو لوگ بہول گئے نہ ہوا اور نہ ہوگا لیکن پہر ہی
 اس کی مخالفت اور اس کو نقصان پہونچانے میں کوئی پہلا اوٹھان نہ رکھا ہاں
 از روی انصاف اتنا کہدینا ضرور ہے کہ عوام الناس ہمیشہ اپنے بادشاہ کے
 طرفہ دار اور امر کی مخالفت اور ارکان خاندان شاہی کی خانہ جنگی سے ہمیشہ بری
 اور متنفر رہے ۳۹۰ء مطابق ۹۵۰ء میں ایک فقیہ عبد الباری نامی کے
 ورغلائے سے خلیفہ کے چھوٹے لڑکے شہزادہ عبد اللہ نے جو بوجہ پابندی
 صوم و صلوٰۃ الزاہد کے لقب سے مشہور تھا اپنے باپ اور بڑے بہائی
 الحکم دونوں کے قتل کی سازش کی مگر قبل اس کے کہ یہ لوگ اپنے ارادے
 کو پورا کریں اس واقعہ کی اطلاع عبد الرحمن کو پہونچی وہ روز عید الفصحی کا تھا۔
 خلیفہ نے جو کہ سختی اور نرمی دونوں میں مشہور تھا اسی وقت عبد اللہ کو گرفتار کر لیا
 اور عید ہی کے روز اس کو قتل کر ڈالا عبد الباری کو جو اس وقت قید میں
 تھا جب اس واقعہ کی خبر پہونچی تو اس نے فوراً خود کشی کر لی۔

اندلس میں یہہ جھگڑے ہو رہے تھے اور افریقہ میں ایسے واقعات
 درپیش ہوئے کہ جن سے عبد الرحمن کو ایک عمدہ موقع اس ملک کی تسخیر کا ملا۔ اس

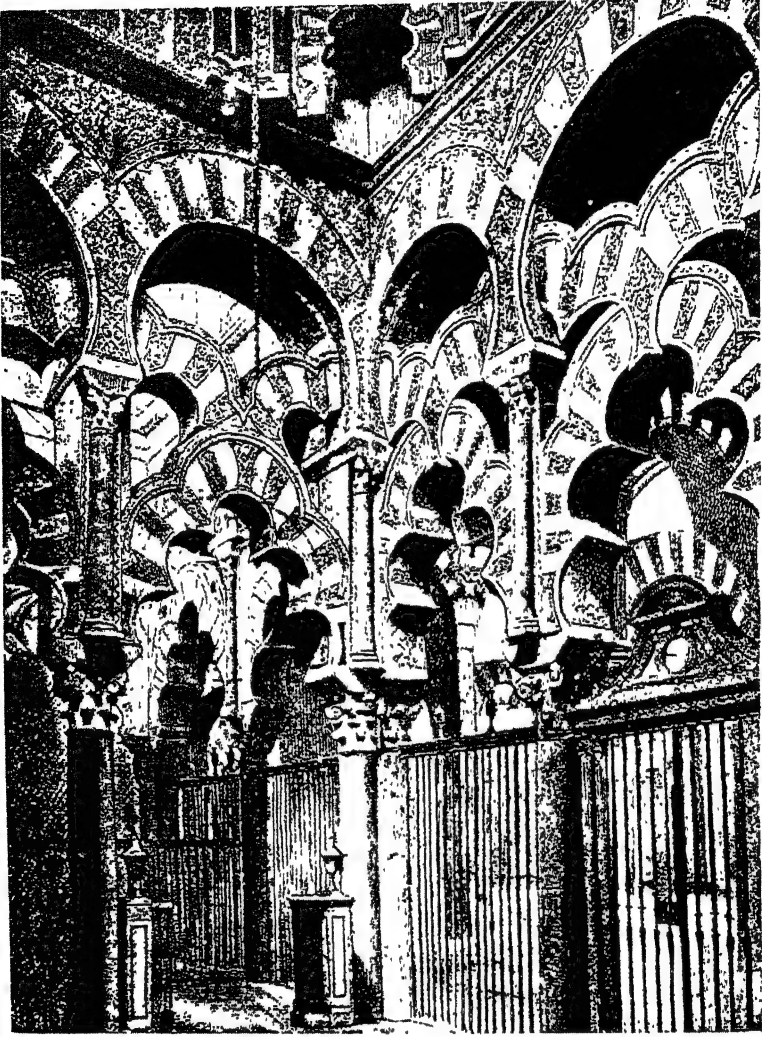
یغارا افریقیہ کی خاص وجہ یہ ہوئی کہ خاندان بنی فاطمہ افریقیہ کو فتح کرتے
 ہوئے اندلس کے قریب تک چلے آئے تھے اور چونکہ بنی فاطمہ اور بنی امیہ میں غزنی
 مخالفت چلی آتی تھی سواحل افریقیہ کا مخالفون کے قبضے میں چلا جانا سخت ناگوار
 گزرا۔ خلیفہ نے فوراً ایک بیڑا جہازوں کا سامان حرب سے آراستہ بنی اورس
 اور بنی صالح کی مدد کے لیے بھیجا افریقیہ کی جنگ کا ذکر ہم کچھ اوپر ہی کر آئے
 ہیں اور یہ بتا آئے ہیں کہ اس ملک میں مذہبی نزاع پیدا کر کے عبدالرحمن
 نے کیا فائدہ اٹھایا لیکن سلسلہ قایم رکھنے کی غرض سے اون واقعات کا ذکر
 کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے جن کی ابتدا ۸۵۷ء سے ہوئی۔ اس سنہ میں عبداللہ
 جس کا مذہب تشیع تھا ملک افریقیہ کے شرقی حصہ کو اپنے دائرہ حکومت میں لایا
 اور اپنے امیر صالح ابن حالبس کو یحییٰ ابن اورس بادشاہ فاس کے مقابلے
 کے لیے بھیجا مصلح نے یحییٰ کو شکست دیکر شہر فاس کا محاصرہ کر لیا لیکن اوست
 اس ملک پر پورا قبضہ نہ کر سکا ۸۵۹ء میں اس امیر نے پھر فاس پر حملہ کیا اور
 یحییٰ ابن اورس گرفتار قتل ہوا لیکن کچھ عرصے کے بعد یحییٰ کے ایک رشتہ دار
 احسن نامی نے فاس کو فتح کیا اور بادشاہ بن بیٹا تھوڑے ہی روز میں موسیٰ
 ابن العافیہ نے جو منجانب شاہان بنی فاطمہ مغربی حصے کا گورنر تھا ۸۶۱ء میں

فاس کو فتح کیا اور الحسن کو قتل کر ڈالا۔ ۳۴۳ھ میں خاندان بنی ادریس نے
 پہر اس ملک کو سوائے شہر فاس کے فتح کیا تھوڑے زمانے تک خاندان
 بنی ادریس نے کسی قدر بے فکری سے حکومت کی مگر ابوالعیش احمد کے عہد
 حکومت میں بنی فاطمہ نے اس پر اتنے حملے کئے کہ اس نے بحالت مجبوری
 عبدالرحمن سے مدد کی درخواست کی اس نے مدد دینے سے قبل قلعجات
 طنجہ و سوطا یرغمال میں طلب کیے ابوالعیش نے ان قلعوں کے دینے
 سے انکار کیا۔ خلیفہ نے فوراً جہازی بیڑے سواحل افریقیہ کی طرف روانہ کیے۔
 اور قلعوں پر بحیرہ قبضہ کر لیا جس کا اثر قرب وجوار کے روسا پر یہ ہو کہ یہ لوگ مع
 ابوالعیش کے قرطبہ آئے اور عبدالرحمن کو اپنا سرپرست اور بادشاہ تسلیم کیا
 خاندان بنی صالح کے لوگ بھی اندلس میں داخل ہوئے اور اس ملک میں
 بود و باش اختیار کی۔ غرض کہ سلطان عبدالرحمن نے اس تمام افریقیہ کے
 حصے کو فتح کر لیا جو مغرب الاقصیٰ کے نام سے موسوم ہے۔

سلطان عبدالرحمن ثالث کی عمر اب قریب ستر برس کے آہو چنی تھی
 جو کار نمایان اس سے اس پنجاہ سالہ حکومت میں ظہور میں آئے ان کا مفصل ذکر
 ہم اوپر کر آئے ہیں ہیں برس کی عمر میں یہ اپنے موروثی تخت پر متمکن ہوا تھا یہ وہ

زمانہ تھا کہ سوائے شہر قرطبہ کے اور سب صوبے خود مختار ہو گئے تھے اور
 غانہ جنگی کا یازار گرم تھا۔ قزاق اور راہزن تمام ملک میں بلا خوف و خطر رعایا کے
 جان و مال کو تباہ کر رہے تھے۔ اندلس کے جنوب کی جانب مغرب الاقصیٰ
 میں خاندان بنی فاطمہ حکومت کر رہے تھے اور اندلس میں داخل ہونے کا موقع
 ڈھونڈتے تھے۔ شمال کی جانب عیسائی اندلس کو لینے کی فکر میں تیاریاں
 کر رہے تھے۔ ایسی طوائف الملوکی کے زمانہ میں عبدالرحمن ثالث اپنے
 دادا عبدالرحمن اعظم کے قائم کیے ہوئے تخت پر بیٹھا۔ اس کو تخت نشین ہوئے
 بیس سال بھی نہ گزرے تھے کہ ملک کے چاروں طرف سے امن و امان کی
 ہوا اپنے لگی۔ سختی سیاست سے بد معاشوں کا نام و نشان تک بھی نہ رہا چونکہ امراء
 عرب اور ارکان سلطنت اس زمانہ ملاطمہ میں موقع پا کر خود مختار بن بیٹھے تھے ان کی
 قوتوں کو توڑنے کی غرض سے اپنے غریب ملازمین کو انہیں کے مساوی خطابات
 اور جاگیریں عطا کیں۔ عیسائیوں کی قوت کو اتنا توڑا کہ شاہنشاہ قسطنطنیہ اور بادشاہ
 فرانس و اطلی و جرمن نے نہایت ہی ترک و احتشام کے ساتھ سفارتین
 قرطبہ بھیجیں اور خلیفہ اندلس سے اتحاد و دوستی پیدا کرنے کی کوشش کی یورپ
 اور افریقہ میں عبدالرحمن کی لیاقت و فراست اور بہادری ضرب المثل ہو گئی تھی

اور اس کی قدر دانی علم و فن نے ان مشہور لوگوں کو جمع کر لیا تھا جو دنیا میں اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا۔
 عبدالرحمن نے مختلف ذرائع آمدنی کے ایجاد کیے تھے۔ چون لاکھ
 اسٹی ہزار دینار اصل مالگزاری داخل خزانہ عامہ ہوتے تھے۔ علاوہ اسکی سات لاکھ
 پینسٹھ ہزار دینار مختلف ذرائع سے وصول ہوتے تھے۔ یہ تمام آمدنی
 ملک کی ملک اور رعایا ہی پر خرچ کی جاتی تھی علاوہ اس کے جو روپیہ کہ بطور
 خراج و جزیہ عیسائیوں اور یہودیوں سے وصول ہوتا تھا وہ خاص خزانہ شاہی
 میں داخل کر دیا جاتا تھا اور اس آمدنی کی کوئی تعداد معین نہ تھی نہ کوئی باضابطہ
 حساب اس کا رکھا جاتا تھا اس میں سے ایک ثلث فوج اور اعیان و ملازمان
 سلطنت پر خرچ ہوتا تھا۔ ایک ثلث خاص سلطان کی جیب خاص کے لئے
 مقرر تھا۔ باقی کل رقم عمارات اور پون اور ملک کی سڑکوں وغیرہ وغیرہ پر خرچ کی جاتی
 تھی۔ اس کے زمانہ حکومت میں شہر قرطبہ خوبصورتی اور ہر قسم کی آرائش میں اپنا
 نظیر نہیں رکھتا تھا عبدالرحمن کو ہر طرح کی عمارات کا کمال شوق تھا جن کے آثار
 اس وقت تک اس زمانہ کی بے نظیر صنعت و حرفت کو ظاہر کر رہے ہیں قرطبہ
 کی مشہور مسجد اور قصر الزہراء و عمارتیں ہیں جو دنیا میں حسن و خوبصورتی اور صنعت معمار
 میں بے مثل و بے عدیل ہیں۔ اس زمانہ جدید میں اگرچہ اہل یورپ ہر چیز میں



مسجد قرطبہ کی محرابین

معاذ اللہ خدائی کا دعویٰ کرتے ہیں تاہم ان عمارات کو عجوبہ روزگار سمجھتے ہیں
 مسجد کی تعمیر فی الحقیقت عبدالرحمن اعظم کے زمانہ میں شروع ہوئی تھی اور
 ہشام نے اس کو اختتام تک پہنچایا تھا لیکن ان کے بعد ہی ہر بادشاہ
 مسجد کے بڑھانے اور مشین کرنے میں دولت کی پروا نہیں کی۔ اس مسجد کا
 طول شرق سے غرب تک قریب قریب پانچ سو فٹ کے تھا اور اس کی
 خوشنما محرابیں ایک ہزار چار سو ستھ سنگ مرمر کے ستونوں پر قائم تھیں جن پر
 سنہرا کام کیا ہوا تھا۔ محراب اس مسجد کی سات سنگ مرمر کے ستونوں پر قائم
 اور اس قدر بلند اور خوبصورت تھی کہ صرف اسی کے دیکھنے کے لیے درو
 سے لوگ آتے تھے محراب کے قریب ایک بلند ممبر خالص ہاتی دانت اور
 چھتیس ہزار مختلف رنگ اور وضع کی لکڑی کے ٹکڑوں سے بنا اور ہر قسم کے
 جواہرات سے جڑا ہوا رکھا تھا۔ اس ممبر ہی کی قیمت (۳۵۷۰۵) دینار تھے
 اور سات برس میں جا کر تیار ہوا تھا عبدالرحمن ثالث نے قدیم مناروں کو
 گر کر ایک نیا مینار اکیسواٹھ فٹ بلند تیار کر لیا جس میں چڑھنے اور ترے کے دو

لے فی دینار تقریباً ۱۰۰۰ روپے کے برابر تھا۔ جسٹس امیر علی نے اپنی کتاب تاریخ عرب میں مینار
 کی قیمت ساڑھے تین ہشتک لکھی ہے۔

زینے تھے اور ہر زینہ میں ایک سو سات سیریاں تھیں اس مسجد میں دس ہزار
 جہاڑ روشنی کے چھوٹے بڑے جلا کرتے تھے جن میں سے تین سب میں
 بڑے جہاڑ خالص چاندی کے اور باقی پتل کے تھے۔ بڑے سے بڑے
 جہاڑ میں ایک ہزار چار سو اسی پیالے روشن ہوتے تھے اور ان میں چاندی
 کے جہاڑوں میں چھتیس سیریل جلا کرتا تھا تین سو ملازم اور خدام اس مسجد متعین
 تھے جو جدید تعمیر اس عہد میں کی گئی اس پر دو لاکھ ایک سو تین ہزار پانچ سو تین دینار خرچ ہوئے
 عبدالرحمن نے علاوہ مسجد مذکور کے قرطیہ سے چار میل کے فاصلے
 جبل العروس کے پڑ فزا دامن میں ایک رفیع الشان قصر تیار کیا اور اس کو اپنی
 محبوبہ کنیز الزہرا کے نام سے موسوم کیا یہ اس قدر وسیع عمارت تھی کہ اس کو
 قصر نہیں بلکہ مدینۃ الزہرہ کہتے تھے اور فی الحقیقت یہ ایک چھوٹا شہر تھا جس میں
 علاوہ شاہی مکانات اور متعدد باغات کے ہزاروں ملازمین اور فوج شاہی کے
 لیے علیحدہ عمارتیں تیار کی گئی تھیں اس محل کی وسعت کا صرف اسی سے اندازہ
 ہو سکتا ہے کہ اس کے حدود کی دیواروں میں پندرہ ہزار بلند اور ستیئیں دروازہ نصب تھے
 جس وقت یہ قصر ایک کروڑ پچاس لاکھ دینار سرخ کی لاگت سے تیار ہوا اور سلطان
 مع الزہرا کے اس میں رونق افروز ہوا اور دونوں نے اس سرخ راکھ کو جہر و کون

دیکھا سلسلے منے قصر شاہی سنگ مرمر کی عمارات اور برجوں اور میناروں سے آراستہ
 مثل موتی کے دکھائی دیتا تھا اور اس کی پشت پر ایک کوہ سیاہ سر نفلک کشیدہ
 اپنا لطف علیحدہ دیر ہا تھا اگرچہ اس نے جس وقت اس بے نظیر سما کو دیکھا تصور
 سیاہ پہاڑ کی طرف اشارہ کر کے کہا یا امیر المؤمنین یہ قصر مثل ایک معشوقہ نازنین
 کے ہے جو بعد ناز و انداز اس حبشی کے پہلو میں جھکن ہے عبد الرحمن نے
 یہ جملہ سن کر حکم دیا کہ یہ پہاڑ اسی وقت بیخ و بن سے کہو دڑا لاجائے یہ سن کر
 امرا ہی دربار نے خلیفہ سے کہا کہ انسان کی کیا مجال کہ کوہ جنبش تک دیکھ
 اس کا اس مقام سے علیحدہ کرنا اسی خالق حقیقی کے دست قدرت میں ہے
 جس نے اس کو اور ہم کو پیدا کیا۔ اس تفسیر سے عبد الرحمن ہی اپنے
 دل میں قایل ہوا اور یہ حکم دیا کہ اس کوہ کو فوراً صاف کر کے تہ سے چوٹی تک
 درختا می میوہ دار مثل بادام اور انجیر وغیرہ کے نصب کیے جائیں چنانچہ ایسا ہی
 ہوا اور اس حبشی نے سبز پوشاک زیب بدن کی درختا می میوہ دار نے اپنی خوشبو
 سے اس دشت کو معطر کر دیا طول اس قصر کا تقریباً چار میل اور عرض قریب تین
 میل کے تھا۔ ۳۲۵ء میں اس کی تعمیر شروع ہوئی تھی اور پچیس سال میں ختم ہوئی۔
 دس ہزار معمار اور مزدور اور قریب قریب چار ہزار اونٹ اور خچروں کے روزانہ اس کے

بنانے میں کام لیا جاتا تھا۔ قصر چار ہزار تین سو سولہ برجوں اور ستونوں پر جو اقسام کے
 پتھروں مثل سنگ مرمر وغیرہ کے بنے ہوئے تھے قائم تھا ان ستونوں
 میں سے بعض ستون بادشاہان یورپ مثل فرانس اور قسطنطنیہ وغیرہ نے
 تحفہٴ عبدالرحمن کو بھیجے تھے باقی خاص اندلس کے معادن کے
 تھے کچھ سنگ مرمر معمار عبداللہ اور حسن ابن محمد اور علی ابن جعفر کی نگرانی
 اور ذریعہ سے افریقہ سے بھی منگایا گیا تھا ان ستون کو اندلس پہنچانے کی
 اجرت دس دینار سرخ فی ستون مقرر کی گئی تھی۔ قصر میں دو فوارے نصب
 کیے گئے تھے۔ ایک جو سب سے بڑا تھا بچس کا تھا اور سچ بقدر طبع کیا گیا تھا
 کہ خالص سونے کا معلوم ہوتا تھا اور اس پر نہایت خوشنما انسانی صورتیں بنی ہوئی
 تھیں احمد ایونانی اور ربیع پادری اس فوارہ کو قسطنطنیہ سے لائے تھے۔
 چھوٹا فوارہ سنگ سبز کا شام سے منگوا گیا تھا یہ اس قدر خوبصورت تھا کہ خلیفہ
 نے اس کو قصر المونس میں نصب کرنے کا حکم دیا تھا۔ بارہ پرند اور چرنج اور دو
 صورتیں مختلف جواہرات اور سونے سے بنی ہوئی اس میں لگائی گئی تھیں اور ہر
 جانور کے منہ اور چونچ میں سے پانی کا فوارہ جاری ہوتا تھا اس فوارے میں کایک
 نے وہ دستکاری ظاہر کی تھی کہ جن اہل یورپ سیاہوں نے اس کو اپنی آنکھوں سے

دیکھا ہے بیان کرتے ہیں کہ دیکھنا اور سننا تو ایک طرف خواب و خیال کو بھی
 یہاں مجال دخل نہ تھی اس قصر کا ایک حصہ قصر الخلفا بھی قابل دید تھا اس کی
 چہت طلائی سفیش اور سنگ مرمر سے جو ایسا صاف و شفاف تھا کہ دوسری طرف
 کی چیز مثل آئینہ کے نظر آتی تھی بنی ہوئی اور باہر کی جانب سونے اور چاندی کے
 سفالوں سے سجی ہوئی تھی اس کے وسط میں ایک خوبصورت مرصع فوارہ نصب تھا
 جس کے سر پر وہ مشہور موتی جڑا تھا جس کو شہنشاہ یونان نے بطور تحفہ کے
 عبدالرحمن الناصر کو بھیجا تھا۔ سوائے اس فوارہ کے قصر کے بیچ میں ایک
 فوارہ نمطشت پارہ سے لبریز رکھا تھا اس قصر کے گرد آئینہ نہایت خوشنما ہاتی دانت
 کے چوکھٹوں میں جڑے اور مختلف اقسام کی لکڑیوں کے مرصع دروازہ سنگ مرمر
 اور بلوری چوکھٹوں پر نصب تھے۔ جس وقت یہ دروازے کھول دیئے جاتے اور
 آفتاب کی شعاع سے مکان روشن اور منور ہوتا تھا کسی کی مجال نہ تھی کہ وہ کسی
 چہت اور دیواروں کی طرف نظر پھر کر دیکھ سکے اس حالت میں اگر پارہ ملا دیا جاتا تھا تو
 یہ معلوم ہوتا تھا کہ تمام مکان جنبش میں ہے۔ جو لوگ اس راز سے واقف نہ تھے
 وہ مکان کو فی الحقیقت جنبش میں سمجھ کر بے حد خائف ہوتے تھے۔ اس قصر کے
 انتظام اور نگہبانی کے لئے تیرہ ہزار سات سو چاس ملازم اور تیس ہزار تین سو بیاسی

غلام قوم نصاریٰ متعین تھے۔ اندر حرم سرا کے چہہ ہزار عورتیں خدمتگزاری کے
 لیے حاضر رہا کرتی تھیں۔ جوضون میں روزانہ بارہ ہزار روٹیاں علاوہ اور اشیاء
 کے پھیلون کے لیے ڈالی جاتی تھیں۔ غرض مدینۃ الزہرہ محل شاہی نادر الوجود
 تھا جس کی تعریف سن کر دور سے تماشادوست اور سیاحان جہان آتے تھے اور
 اس کی وسیع سنگ مرمر کی عمارات۔ دربار خاص و عام کی شان و شوکت۔ اس کے
 باغات کا پُر فضا سما جہان ہزار ہا فوارے چھوٹے ہوئے اور نہرین اور حوض بہتے
 پانی سے چلکتے ہوئے۔ سایہ دار درخت نہروں پر سایہ فلک۔ شاخاے میوہ دار
 میوہ کو جوہر نیرین تک پہنچا دیتے تھے۔ تماشائوں کو ہزار ہا لڑکے اور لڑکیاں خوش رو اور
 خوش وضع زرق برق لباس اور زیورین ڈوبی ہوئیں خدمت کے لیے دست بستہ
 حاضر افسران فوج تجربہ کار جنگ آزمودہ فن سپہ گری میں بیکٹائی زمانہ۔ امرا و ارکان
 دولت اور علماء وقت اپنی اپنی جگہ پر حاضر۔ یہ قصر کیا تھا خلافت اندلس کی شان
 و شوکت اور عظمت و بزرگی اور رعب داب کا مرکز تھا۔ عربوں نے اپنی صنعت
 و حرفت کو اس قصر خیمہ کر دیا تھا اور اس کو اپنی صنعت و حرفت اور شککاری کی
 نمائش گاہ بنا دیا تھا۔ افسوس صد ہزار افسوس کہ عیسائیوں نے جو اس زمانہ
 میں دشمنوں سے بھی بدتر تھے اس عجوبہ روزگار عمارت کا نشان تک باقی نہ رہا

ان کے عناد اور حسد اور مذہبی تعصب نے مسجد وں کو شہید کیا۔ قبر وں کو توڑا اور ہڈیاں جو باقی رہ گئیں تھیں ان کو ہوا میں اُڑا دیا۔

عبدالرحمن الناصر کے انتقال کے بعد اس کے کاغذات میں ایک پرچہ اس ہی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ملا اس میں ان دنوں کا ذکر تھا جو اس نے اپنے زمانہ حکومت میں آرام اور خوشی کے ساتھ گزارے تھے اور صرف یہ چودہ روز تھے جن میں اس کو اپنی تمام عمر میں عیش و آرام کا موقع ملا تھا۔ خیال کرنا چاہئے کہ یہ کس قدر بلند خیال اور جفاکش بادشاہ تھا جس نے اپنی تمام عمر اور اپنا تمام وقت اپنی سلطنت کے انصرام اور اپنی عزیز رعایا کی خدمت میں صرف کیا۔ اپنے عیش و آرام بلکہ اپنی صحت کی بھی پروا ان امور کے مقابلہ میں نہیں کی۔

عبدالرحمن کو ہرگز منظور نہ تھا کہ کروڑ ہا روپیہ لوازمات شاہی میں خرچ کیا جائے لیکن وہ خوب جانتا تھا کہ بغیر ان باتوں کو اختیار کیے ملک کا متول اور مملکت کی عظمت و جبروت کا کوئی اثر دوسرے معاصر بادشاہوں کے دلوں پر نہیں پڑیگا اس نے محض اپنی سلطنت کی وقعت اور بزرگی کو بڑھانے کی غرض امیر المومنین کا خطاب اختیار کیا تھا جس کے مستحق حقیقت میں شامان عباسیہ تھے علم دوست اس قدر تھا کہ اس کے دربار میں وہ علمائے کامل اور حکماء حاذق اور صنائع روزگار

جمع تہہ جن کی بزرگداشت اپنا باعث فخر سمجھتا تھا چنانچہ ایک روز کا واقعہ ہے کہ خلیفہ نے مکان بنانے کی غرض سے ایک مقام کو پسند کیا اور اس کو خرید کر کا حکم دیا۔ اتفاق سے وہ مکان یتیم بچوں کا نکلا اور یہ بچے قاضی القضاۃ قاضی منذر البیلوطی کی نگرانی میں تھے قاضی مذکور علم فقہ اور حدیث کا مشہور عالم تھا اور عبدالرحمن بن بوجہ فضل و کمال اس کی دل سے تعظیم کرتا تھا جس وقت قاضی کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اس نے جائیداد کے فروخت کرنے سے انکار کر دیا اور کہلا بھیجا کہ یتیموں کی جائیداد اس وقت منتقل ہو سکتی ہے جبکہ ان تین شرطوں میں سے کوئی ایک شرط پوری ہو۔ یا تو کوئی سخت ضرورت لاحق ہو یا جائیداد کے تلف ہو جائے یا کا اندیشہ ہو یا یہی قیمت ملتی ہو کہ جسکے منظور کرنے میں یتیموں کا آئندہ فائدہ متصور ہو فی الحال ان شرائط میں سے کوئی شرط موجود نہیں ہے اور جو قیمت ملا زمان شاہی نے اس جائیداد کی تجویز کی ہے وہ بہت ہی کم ہے خلیفہ نے یہہ دیکھا کہ قاضی غیر قیمت بڑھائے باز نہ آئے گا اور قاضی کو یہہ خون پیدا ہوا کہ کہیں خلیفہ اس مکان کو جبراً نہ لے۔ اس نے فوراً حکم دیا کہ مکان منہدم کر دیا جائے بعدہ زمین دونی قیمت پر شاہی ملازمان کے ہاتھ فروخت کر دی جس وقت عبدالرحمن کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اس نے فوراً قاضی کو طلب کیا اور مکان کے گرا دینے کا سبب پوچھا منذر البیلوطی نے

بلا خوف عرض کیا کہ جس وقت میں نے مکان کے گردائے کا حکم دیا تھا اور سنا
وہ واقعہ یاد آیا جہاں چند غیر آبائی ایک جہاز کے ذریعہ سے اپنی گزران کرتے تھے
لیکن جہاز کو بہت ہی شکستہ حالت میں رکھتے تھے اس لئے کہ اوس ملک
کے بادشاہ میں یہ برمی عادت تھی کہ جس کے پاس اچھا جہاز دیکھتا تھا جبراً
چھین لیتا تھا۔ یہ اشارہ قرآن شریف کی آیت کی طرف تھا عبد الرحمن یہ سن کر
خاموش ہو گیا اور اوس روز سے قاضی کو اور زیادہ عزیز رکھنے لگا منذر البلوطی
کا انتقال ۵۵۳ھ میں ہوا۔ اس کی متعدد مشہور تصانیف علم فقہ اور دلائل فلاسفہ
کے رد میں موجود ہیں۔ علاوہ اس کے فن عروض اور شعر و سخن میں کمال و شکاہ
رکھتا تھا۔ چنانچہ جو تاریخین مثل الفتح اور حیان وغیرہ ہماری نظروں سے گزری ہیں
وہ تمام قاضی کی تعریف سے بہرہ ہن علاوہ منذر البلوطی اور بھی علماء اور حکماء
جو اس کے دربار کی زیب و زینت تھے اون کے نام نامی یہ ہیں احمد عبد الحمید
جس کا قصیدہ موسوم بہ عقد مشہور ہے اور خلف ابن عباسی الظہری اس کے دربار
کا مشہور طبیب اور عبد اللہ ابن یونس المرادی اور ابو بکر الزبیدی اور محمد القہستانی
اور ابراہیم ابن الشہبانی اس کے وزیر تسلطت میں موسیٰ
این جدیر۔ عبد الملک ابن جہور۔ عبد اللہ ابن العلیٰ اور احمد

عبدالملک ابن شہید یہ لوگ مشہور گزرے ہیں آخر الذکر وزیر اس وجہ سے زیادہ تر مشہور ہوا کہ اس نے عبدالرحمن کو لاہون روپیہ خرچ کر کے پیش بہا چیزیں دو در دوسے منگا کر بطور تحفہ نذر گزرائی تھیں۔

ایک روز عبدالرحمن الناصر نے فصد لینے کی غرض سے اپنے طبیب کو طلب کیا۔ طبیب چاہتا تھا کہ نشتر لگائے دفعتاً ایک مینا اُڑتی ہوئی مکان کے اندر آئی اور سونے کے گلدستہ پر جو قریب رکھا تھا بیٹھ گئی اور نہایت صاف الفاظ میں اس شمع کو اس خوش آوازی سے ادا کیا کہ سلطان پھر گیا۔

يَا مِيرَ الْمُؤْمِنِينَ
فِيهِ تُحْيِي الْعَالَمِينَ

إِنَّمَا الْقَاصِدُ رَفَقًا
إِنَّمَا تَقْصِدُ عِرْقًا

اور دریافت کیا کہ یہ مینا کسکی ہے۔ قبل اس کے کہ حاضرین میں سے کوئی جواب دے مینا نے خود بیان کیا کہ میں مرجانہ والدہ ولی عہد الحکم مستنصر باللہ کی مینا ہوں عبدالرحمن یہ سن کر اور زیادہ خوش ہوا اور بطور تحفہ اپنی بی بی مرجانہ کو بیس ہزار دینار بخش دیے۔ امیر المؤمنین عبدالرحمن الناصر لدین اللہ ۳۷۰ھ میں پیدا ہوا تھا۔ اور ۲۷ رمضان ۳۷۰ھ میں ۷۳ سال کی عمر میں اپنے قصر الزہراء میں انتقال کیا۔

۱۷۰۰ھ فصد کو بغداد کے امیر المؤمنین کی فصد کو لانا ایسے کہ جس گریو نشتر لگایا جاتا ہو گیا، اسکی ہیوج زندہ کرنا اور عالم کو بچانا



الحکمنانی کی تخت نشینی۔ عیسائیوں سے محاربات۔ اردوئی چہارم کا قریب آنا۔ سفرون کا

قریب آنا۔ قسطلہ کی شہزادی کا قریب آنا۔ واقعات افریقہ۔ علم کا شوق۔ کتب خانہ۔ خزانہ حالاً اور لیٹل

امیر المومنین عبدالرحمن الناصر لدین اللہ کے انتقال کے دو روز بعد تاریخ
 ۵ رمضان المبارک ۳۷۶ھ بم ۱۱۹۷ء الحکمنانی اپنے موروثی تخت خلافت پر
 جلوس فرما ہوا اور بروز جشن عام تمام فوج زرق برق لباس اور نئے سامان جنگ
 سے آراستہ اس کے خاص رسالہ سونے اور چاندی کے زرہ بکتر پہنے اور تہا
 جواہر نگار جسم پر لگائے ہوئے موجود۔ یہی سہما قابل دید تہا۔ بعد معائنہ فوج الحکم
 نے دربار عام کیا۔ دونوں طرف امرای سلطنت اور ارکان دولت حسب مرتبہ
 جواہر نگار کرسیوں پر ٹھکانے پڑے۔ پرملا زمان خاص دریائی جواہرین غرق دست بستہ
 حاضر خلیفہ کے بہائی ابومروان عبداللہ الاصغی اور عبدالعزیز وغیرہ جو دربار
 میں ایک روز قبل سے حاضر نہیں ہوئے تھے ان کو بذریعہ وزیر جعفر ابن عثمان

اور موسیٰ ابن احمد طلب کیا اور حکم دیا کہ یہ لوگ اگر حاضری سے انکار کریں
تو جبراً حاضر کیے جائیں۔ چنانچہ حسب الحکم یہ شہزادے بھی تخت سلطانی کے
جس پر سونے کا پتھر سایہ لگن ہتا چپ و راست حاضر تھے۔ قصر شاہی کے
دروازہ سے لیکر دربار تک دونوں طرف جیشیوں کا رسالہ اور سلطان کی خاص
فوج نکلی تو این لیے ہوئے صف بستہ کھڑی تھی۔ باہر شترکون پر بھی دونوں جانب
فوج با ساز و سامان حاضر تھی۔ الغرض الحکم کے تخت پر جلوس فرماتے ہی پہلے
شاہزادے تخت کے سامنے بڑھے اور خلیفہ کے ہاتھ کو بوسہ دیکر اطاعت
و فرمانبرداری کا حلف کیا ان کے بعد امراء مملکت حسب مراتب آگے آئے اور
بیعت کی رسوم ادا کرتے گئے پہر خاص فوج سلطانی نے جان شاری اور خیر خواہی کا
حلف کیا۔ عوام الناس کے لیے عسیٰ ابن فطیس دوسرے مکان میں حلف
لینے کے لیے حاضر تھا۔ ان مراسم کے ادا ہونے کے بعد دربار برخواست
ہوا۔ سوائے شہزادوں اور وزیروں کے اور سب کو جانے کی اجازت دی گئی

لہ المقری رسم بیعت کا رواج شام اور بغداد میں بھی تھا گو خلیفہ اپنے حیات اپنا جانشین نامزد کرتا تھا لیکن امراء اور
رعایا کی منظوری لازمی تھی لہذا رسم بیعت سلطنت کے قواعد میں جزو اعظم سمجھی جاتی تھی امکان فاذا ان شاہی اور امراء سلطنت خود
یکو بعد گیری اپنا ہاتھ سلطان کو ہاتھ میں رکھ کر اطاعت جان شاری کا حلف کرتے تھے اور فوج کی بیعت بذریعہ امراء ہوتی تھی

شہزادوں کو قصر الزہرائین رہنے کا حکم ہوا الحکم نے اپنے باپ کو وقت کے
وزیروں کو اپنی خدمتوں پر بحال رکھا اور جعفر الصقلبی کو اپنا حاجب مقرر کیا
اس امیر نے ایک رسالہ سوفرائسلیسی سواروں کا مسلح اور تین سو بیس مختلف
اقسام کے زرہ بکتر۔ تین سو خود فولادی اور پچاس خود چوبی۔ تین سو یورپ
کی بنی ہوئی تلواریں۔ ایک سو سلطانہ سپر اور دس زرہ بکتر لہس چاندی کی جن پر
طلائی کام کیا ہوا تھا اور اسی قسم کی بیش بہا اشیاء بطور تحفہ پیش کیں۔

سردی عیانی بادشاہوں کا یہ قاعدہ تھا کہ جب کوئی
خلیفہ انتقال کرتا تھا تو یہ ضرور نئے خلیفہ کے اوایل زمانہ میں سرکشی کرتے تھے
اور اگر افسون سازش چل جاتا تھا تو اندلس پر حملہ بھی کر بیٹھتے تھے۔ اپنے
اس ہی قاعدہ کے موافق الجلائقہ نے سرحدین داخل ہو کر مسلمانوں کو تکلیف
دینی شروع کی اگر الحکم ان کی تنبیہ و تادیب کے لئے فوراً فوج نہ بھیجتا تھا تو آگے
چل کر یہ بڑی فوج سے عربوں کا مقابلہ کرتے۔ جس وقت خلیفہ کو سرحدی واقعہ
کی اطلاع ہوئی یہ بذات خود فوج کثیر لیکر حلیقیہ کی طرف روانہ اور فرط لندرن
غند شلب کی ریاست میں داخل ہوا قلعہ شدت اشیتین کو فتح اور منہدم
کر کے منظر اور منصور قرطبہ واپس آیا۔ لیکن الجلائقہ نے اس قدر تنبیہ کی

پروانہ کی اور بغاوت کو برابر جاری رکھا الحکم نے اپنے پروردہ امیر خاں
 کو فوج دیکر روانہ کیا جس وقت امیر غالب شہر ساکن کے قریب پہنچا تو
 اس کو معلوم ہوا کہ عیسائی فوج بہ نسبت اس کی فوج کے تعداد میں کہیں زیادہ
 اور مقابلہ کے لیے تیار ہے غالب نے بغیر امداد طلب کیے ہوئے
 مقابلہ کیا اور شکست فاش عیسائیوں کو دیکر تعاقب کنان فر دیند کی ریاست
 کی حدود میں در آیا اور اس ریاست کے ایک بڑے حصہ کو تاراج کرتا ہوا قریطہ
 واپس آیا۔ ہنوز اس مہم کا تصفیہ نہ ہوئے پایا تھا کہ شانجہ ابن رومیر بادشاہ
 البشکنس نے معاہدوں کے خلاف عمل کرنا شروع کیا۔ اور قرب وجوار
 کی عیسائی ریاستوں کو بغاوت اور جنگ کی ترغیب دی الحکم کو جب اس سازش
 کی اطلاع ہوئی یعلیٰ بن محمد التیمی حاکم قسطلہ کو مع لشکر جہار اس شورش
 و فساد نقض عہد کے انسداد کا حکم دیا شانجہ اس بلا خیر طوفان کو آتے دیکھ کر بادشاہ
 جلیقہ سے امداد کا خواستگار ہوا۔ پادشاہ مذکور مع اپنی فوج و خزانہ کے شام
 کی طرف روانہ ہوا اور دونوں مل کر عربوں کے مقابلہ کی غرض سے آگے بڑھے
 فوجوں کا مقابلہ شہر قورینہ کے قریب ہوا امیر التیمی ان دونوں کو شکست دیکر
 اطراف و جوانب کے شہروں اور قلعوں وغیرہ کو تاراج کرتا ہوا بہت کچھ مال غنیمت

کے ساتھ دار الخلافہ واپس آیا اسی اثنا میں برشلونہ سے بغاوت کی خبر پہنچی
خلیفہ نے اس ہی امیر کو اس بغاوت کے فرو کرنے کے لیے پہر روانہ کیا
اور اس کے ساتھ ہی ساتھ امیر بذیل ابن ہاشم اور امیر غالب کو
القومس حاکم قسطلہ کی سرکوبی کی غرض سے بھیجا۔ یہہ امراء اپنے اپنے
فرائض منصبی کو نہایت حسن و خوبی سے انجام دیتے رہے۔

الحکم کے زمانہ میں جو عظیم الشان فتوحات عربوں کو نصیب ہوئیں ان کے
تذکرہ سے تاریخین بہرہ ہوتی ہیں امیر غالب جس کے نام سے نصاریٰ
کے زہرے آب ہوتے تھے البشکنس کے ملک میں داخل ہوا اور شہر
قلمریہ کو چند روز کے محاصرہ کے بعد فتح اور مسلمانوں سے آباد کیا قائد و شہر
نے شہر قلمریہ پر قبضہ کیا ۵۳۷ھ میں امیر غالب مہم البتہ پر مامور کیا گیا اور اس کے
ساتھ دمشق و شہر جنگ آزمودہ امیر علی بن محمد تجیبی اور قاسم ابن مطوف فی النوا
بھی گئے تھے ان تینوں امیروں نے اس ملک کو فتح کیا اور قلعہ عراج کی جسکو

۱۔ انگریزی میں ہویز کا کہتے ہیں (۲) مسیورومی اپنی تاریخ اندلس جلد ۴۴ میں لکھتا ہے کہ یہ قلعہ ہویز کا قریب شہر عراج کا
انگریزی نام نہیں معلوم ہوا اور نہ مورخ مذکور کا بیان قابل اطمینان ہے اس کے القری لکھتا ہے کہ حاکم و شہر (ہویز کا) اس قلعہ کو فتح کیا تھا جس میں
کا ہویز کا قریب ثابت نہیں ہوتا (۳) انگریزی میں لاوا کہتے ہیں (۴) اکوسان پٹیون کی کتاب تاریخ عرب اسکو عراج اور شہر البتہ میں لکھتے ہیں

نصاری نے توڑ دالا تھا مکہ تعمیر کی اسی سال یعنی ۳۵۳ء میں مجوسیوں کے
 جہاز سواحل اندلس پر نمودار ہوئے اور شہر لشبونا کے قریب اوتر کرگرد و نواح
 کے مقامات کو تباہ و تاراج کرنا شروع کیا لیکن قبل اس کے کہ الحکم کو اس
 واقعہ کی اطلاع ہوتی وہیں کے باشندوں نے ان کو ملک سے خارج کر دیا
 اس واقعہ کی اطلاع جب الحکم کو شہر قرطبہ میں پہونچی یہہ مع فوج کثیر مقام واقعہ
 کی طرف بذات خود روانہ ہوا۔ یہاں پہونچکر اس نے پہلے ملک سواحل کے
 استحکام اور مضبوطی کا بندوبست کیا اور متعدد قلعے ب دریا قایم کیئے پہر اپنے
 قائد البحر عبدالرحمن راحس کو حکم دیا کہ ایک بیڑا جنگی جہازوں کا لیکر مجوسیوں کا قفا
 کرے اگر مل جائیں تو پوری سترادے لیکن امیر البحر کو مقابلہ کا موقع نہیں ملا۔
 اس لیے کہ مختلف مقامات سے جہان مجوسیوں نے جہازوں سے اوترنیکا
 قصد کیا تھا وہاں کی رعایا نے مارپیٹ کر ایسا بہگایا کہ پہر یہہ لوگ کہیں نظر نہ آئے
 ان واقعات کے بعد جب سلطان الحکم قرطبہ واپس آیا تو اس کو خبر
 پہونچی کہ اردون چہارم بن ادفونش بادشاہ حلیقیہ بغرض انقیاد فرمانبرداری
 حاضر ہوا چاہتا ہے ہم تحریر کر چکے ہیں کہ خلیفہ عبدالرحمن الناصر نے اردون

لہ انگریزی میں ان کو نامزد کرتے ہیں - (۲) سین یہہ اب پائی تحت ریاست یہہ تغال کا ہے۔

غاصب ریاست اور شانجہ بن رومیر کے حقوق بمقابلہ اردون منج بھکر
شانجہ کو حاکم حلیقیہ بنادیا تھا۔

خلیفہ عبدالرحمن کے مقابلے میں اردون نے اپنے خسر فردولڈ
غذ شلب قومس قسطلہ سے مدد چاہی تھی لیکن قومس میں اتنی کہاں قدرت
ہوتی کہ وہ الناصر کا مقابلہ کرتا اور اپنے داماد کو تخت پر بٹھاتا الحکم نے بھی شانجہ
بن رومیر کی طرف داری اور سرپرستی اور جو معاہدہ کہ اس سے خلیفہ سابق فی
کئے تھے اوں کو قائم رکھنے کا ارادہ ظاہر کیا اردون جس وقت اس خبر
سے مطلع ہوا بجالت پریشانی صرف بیس مصاحبوں کے ساتھ بغرض اظہار عقیدت
دارادتمندی دار الخلافہ کا عازم ہوا۔ چونکہ ان کے سرحد اندلس میں داخل ہونے
اغراض کی اطلاع کسی کو نہ تھی اس لیے جب یہ لوگ مدینہ سالم کے قریب
پہونچے امیر غالب الاناصری نے ان لوگوں کو آگے بڑھنے سے روکا اور
بغیر اجازت حدود ممالک محروسہ میں اس طرح بغیر اطلاع داخل ہونے کی وجہ دریا
فی
کی اردون نے جس وقت امیر غالب کو بذات خود آتے ہوئے دیکھا مع
اپنے ہمراہیوں کے گھوڑے پر سے اوتر پڑا اور امیر کے ہاتھ کو بوسہ دیکر کہا کہ
میں اپنے تین سلطان کا ایک ادنیٰ غلام سمجھتا ہوں اس لیے میں نے باضابطہ

اجازت کی ضرورت نہیں سمجھی اور اب میری دلی خواہش و تمنا یہ ہے کہ مجھ کو اپنے
 خلیفہ کی دولت قدسوسی حاصل ہو مگر امیر غالب نے بغیر حکم خلیفہ ان کو اگڑے ہٹانے
 کی اجازت نہیں دی اور احکم کو اس واقعہ کی مفصل اطلاع کی۔ سلطان نے
 اردون کی درخواست کو منظور کیا اور کچھ فوج بغرض استقبال روانہ کی۔
 جس وقت اردون قریب دارالخلافہ پہنچا احکم نے امیر ہشام المصحفی کو مع
 فوج اردون کو شہر میں لانے کے لئے بھیجا امراء فوج کی شان و شوکت اور
 فوج کی کثرت و آراستگی ہی کو دیکھ کر اردون اور اس کے ہمراہیوں کے
 حواس باختہ ہو گئے اور نظریات و استعجاب سے یہ اس تماشے کو دیکھتا تھا
 اور سب خوف کے ہر امیر کے سامنے گھوڑے سے اتر کر اس کے ہاتھوں
 بوسہ دیتا تھا۔ غرض جس وقت یہ قصر الزہرا کے باب الجنان کے سامنے
 پہنچا تو اس نے ایک امیر سے پوچھا کہ خلیفہ عبدالرحمن الناصر لدین اللہ
 کا مزار کس جگہ ہے۔ جب روضہ بتایا گیا تو یہ فوراً گھوڑے پر سے اتر پڑا۔
 اور ٹوپی کو ہاتھ میں لیے گتھنوں کے بل قبر کے قریب جا کر بہت دیر تک سترگو
 رہا اور پھر قصر الناعواۃ کی طرف چلا۔

احکم نے اپنے ملک و سلطنت کی عظمت و بزرگی کا سکھان عیسائیوں کے

دلون پر جانے کی غرض سے ایک عالی شان دربار کے کہ جس کو اس نے بتوجہ
 خاص کرو رہا روپیہ کے سامان و اسباب سے آراستہ کیا تھا انتقاد کا حکم دیا
 ہر روز شنبہ الحکم نے اردون کو باریابی کی اجازت دی اوس روز تمام
 فوج لباس فاخرہ سے آراستہ راستہ کے دونوں جانب صف بستہ ایستادہ۔
 قصر شاہی میں خلیفہ تخت طلا پر جو ہمیش بہا جو اہرات سے مرصع تھا بعد شان و
 شوکت رونق افروز اور سر پر خچر گوہر نگار سایہ فلکن۔ سر ریافت کے چپ راست
 شہزادے بکمال ادب کھڑے علماء و حضرات و امراء سلطنت کا نڈیاں اپنی جگہ پر حاضر
 علماء جو اوس دربار میں حاضر تھے اون میں سب سے پہلے نظر مندر بن سعید
 البلوچی جو علوم فقہ و حدیث میں مشہور زمانہ اور جو الناصر کے زمانے میں قاضی القضا
 کے عہدے کو زیب دیتا تھا پڑتی تھی خلیفہ کے تخت پر بیٹھنے کے کچھ دیر بعد اردون
 محمد بن القاسم بن طہیس کے ساتھ دربار میں داخل ہوا۔ اس کے ساتھ
 قرطبہ کے مغر عیسائی اور اون کا قاضی مع دیگر افسر شل ولید بن خیرون
 اور عبد اللہ بن قاسم المطران شرف باریابی سے سرفراز ہوئے
 جس وقت اردون قصر شاہی میں داخل ہوا اوس نے دیکھا کہ دو طرف فوج
 مسلح نہایت ہی مہذب و باقاعدہ ایستادہ ہے۔ کثرت فوج کو دیکھ کر حیران کیا

اردون اس عجیب سما کو دیکھتا تھا اور ہر بار صلیب کا نقشہ اشارے سے اپنے سینے پر بناتا ہوا بابا لقبہ تک پہنچا جہاں چند معزز اشخاص اس کے استقبال کیلئے کھڑے تھے کہوڑوں پر سے اوترے اور پیادہ پاروانہ ہوئے۔ لیکن اردون اور اوس کے ساتھیوں کو محمد بن طلحیس نے اپنے ہمراہ کہوڑوں پر سوار رکھا دار الجندل کے قریب پہنچ کر یہ دونوں کہوڑوں پر سے اوترے اور قصر میں داخل ہوئے اور ایک چوڑے پر کہ جس پر کارچوبی فرش بچھا ہوا تھا انتظار حکم خلیفہ عیسائی بٹھا دئے گئے۔ چند لمحوں کے بعد اردون کو اندر آنے کا حکم ہوا یہ مع اپنے ہمراہیوں کے اوس مقام کے قریب پہنچا جہاں احکم تخت پر بیٹھا تھا اس مکان کی شان و شوکت کو دیکھ کر ایسا متحیر ہوا کہ سر پر سے ٹوپی اتار لی اور کچھ دیر تک سر برہنہ کھڑا رہا۔ ملازمین نے اس کو آگے بڑھنے کے لئے اشارہ کیا جب یہ قریب تخت کے پہنچا اپنے کہنوں کے بل کھڑا ہو کر نہایت ہی ادب سے زمین کو بوسہ دیا اور پہرے کے بڑھکر اسی طرح زمین کو بوسے دیتا ہوا اوس مقام پر پہنچا کہ جو اس کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ یہاں سے اوس نے خلیفہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور اسی طرح پیچھے ہٹتا ہوا سنہری کرسی پر جا بیٹھا ملازمین کے لئے عیسائیوں کا ایک فرقہ جن کو رومن کہتے ہیں برکت بھگوا بعض وقت حالت استعجاب میں اپنے سینہ پر اشارہ صلیب کی شکل میں کرتے

اشارے کے موافق اس کے ہمراہیوں نے بھی یکے بعد دیگرے خلیفہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور اسی طرح پیچھے ہٹتے ہوئے اپنے بادشاہ اردون کی پشت پر آکھڑے ہوئے رعب سلطانی اور داب شاہی کے آثار ان کے چہرہ وں سے نمایاں تھے ان کی کچھ کھلی کچھ بند ٹٹاٹی آنکھوں سے معلوم ہوتا تھا کہ گویا یہ کوئی خواب دیکھ رہے ہیں اردون نے کئی بار ولید ابن خیر وں کے اشارے پر بولنے کی کوشش کی لیکن ایک حرف بھی اسکی زبان سے نہ نکلا الحکم اس کی یہ حالت دیکھ کر کچھ دیر خاموش رہا تاکہ اس کو اپنے ہوش و حواس درست کرنے کا موقع ملے اس کے بعد خلیفہ نے اردون کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اے اردون ہم تیرے یہاں آنے سے بہت خوش ہوئے اور امید کرتے ہیں کہ تیری خواہشات پوری ہوں گی ہماری اس قدر عنایت و الطاف خسروانہ سے جن کی تجھے امید بھی نہ ہوگی تجھ پر ثابت ہو گیا ہوگا کہ ہم تیرے سچے دوست ہیں اور نیک رائے اور مشورہ دینے کے لیے ہر وقت موجود ہیں، عجب خلیفہ کی اس تقریر کا ترجمہ ولید بن خیر وں قاید نصاریٰ نے اردون کو سنایا قریب تھا کہ فرط خوشی سے شادی مرگ ہو جائے اس نے فوراً کرسی سے اٹھ کر تخت کے سامنے نہایت ادب سے زمین کو بوسہ دیا اور غر و انکسار کے ساتھ عرض کیا کہ اے سردار میرے

میں امیر المومنین کا ایک ادنیٰ غلام ہوں جس کی زیارت جمال اور نیز جو ظلم و تعدی کہ
 مجھ پر گزرا ہے اپنے ملک کے گوش گزار کرنے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں
 خوش نصیب میرے اگر امیر المومنین میری اس درخواست کو قبول فرمائیں اور
 مجھ کو زمرہ غلامان شاہی میں شریک کر کے عزت بخشیں میں جائز درخواستیں لیکر
 صدق دل سے حاضر ہوا ہوں ”الحکم نے جواب دیا کہ ”تم مجھ کو اپنے خیر خواہان دولت
 میں شمار کرتے ہیں اور ہم خوشی تمام تیری ان درخواستوں کو منظور کرتے ہیں۔
 جس سے تیری عزت و آبرو تیرے ہم عصر عہد رسائی نصاریٰ میں زیادہ ہو بیان
 کہ وہ درخواستیں کیا ہیں۔“ اس جواب کا ترجمہ شاہ اردون نے سن کر پہرہ زین کو
 بوسہ دیا اور دیر تک اسی طرح سہر جو دپڑا رہا۔ پہرہ عرض پر داز ہوا کہ ”یا امیر المومنین
 اوس واقعہ کے اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں کہ جب میرے چچا زاد بھائی شاہ
 نے اسی شہر دار الخلافین حاضر ہو کر خلیفہ الناصر لدین اللہ کو اپنا بادشاہ اور
 اپنا سرپرست گردانا تھا اور اوس زبردست معاون نے فوراً مثل مشہور خلفائی
 سابق کے شانجہ کو بے یار و مددگار دیکھ کر اس کی مدد کی تھی لیکن شاہ نے
 اپنی خواہش سے نہیں بلکہ بوجہ مجبوری امیر المومنین کی اطاعت اور فرمانبرداری
 قبول کی تھی۔ یہ واقعہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ اوس کی رعایا نے اوس کی

طرز حکومت اور جاہرا نہ برتاؤ سے بد دل و متنفر ہو کر مجھ کو اپنا بادشاہ بنایا خدا گواہ ہے کہ نہ مجھ کو تخت و تاج کی خواہش تھی اور نہ میں نے اس کے حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن جب میری رعایا نے تبصرع و زاری مجھ کو مجبور کیا تو مجھ کو بھی اُگھی حالت زار پر رحم آیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعد جنگ شانشیہ کو دار الخلافہ میں پناہ دینی پڑی لیکن سلطان عبدالرحمن الناصر لدین اللہ نے اس کو یہ ریاست واپس دلا دی اور میری سچی خیر خواہی اور فرمانبرداری پر لحاظ نہیں فرمایا میں نے بھی بخوشی تمام خلیفہ کے فیصلہ کو منظور کر لیا اس لیے کہ میں عبدالرحمن کو مشکل تیرے اپنا بادشاہ سمجھتا تھا شانشیہ بوجہ مجبوری اپنی رعایا کو اپنی حکومت سے ناراض اور اپنے اخراج پر آمادہ پا کر یہاں آیا تھا مگر میں اپنی خواہش دلی و رضائی قلبی سے حاضر ہوا ہوں۔ نہ تو رعایا مجھ سے ناراض اور نہ اخراج کا مجھ کو خوف۔ میرے آنے کا منشا یہ ہے کہ میں اپنے کو مع رعایا اور ملک تیرے سپرد کر دوں۔ امید ہے کہ امیر المومنین ہم کو اپنے ظل عاقل میں رکھنا منظور فرمائیں گے! الحکم نے جواب دیا کہ ”ہم نے تیری اس تقریر کو غور سے سنا اور تیرے منشاء و مطلب کو خوب سمجھے۔ اس میں شک نہیں کہ میرے باپ کے زمانے میں شانشیہ نے یہاں اگر اطاعت و فرمانبرداری قبول کی تھی لیکن یہ کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم فیصلہ سابق کو انصاف و

معدلت کے مقابلہ میں بجال رکھیں اگر تیرے حقوق بہ نسبت شمشجہ کے ہلکے
مرج معلوم ہوں گے تو ہم ضرور تیری مدد کریں گے اور تیرے ملک کو واپس
ولائین گے اور بذریعہ اپنی سند شاہی کے تجھ کو اس ریاست کا حاکم مقرر کریں گے
یہ مقررہ جان فزاسن کہ اردون نے فرط خوشی میں نہایت ادب کے ساتھ
زمین کو بوسہ دیا اور پہر دست بستہ اس ہی جگہ سر جھکائے کھڑا رہا۔ خلیفہ نے
دربار کے برخاست کا اشارہ کیا اردون ملازمین کے اشارہ سے اس طرح
پچھپھٹتا ہوا دربار کے باہر اس جگہ آیا جہاں خواجہ سرا وغیرہ اس کو دوسرے
مکان میں لیجانے کے لیے حاضر تھے یہ لوگ اس کو قصر کے اوس مغربی حصہ
کی طرف لے گئے جہاں سے سبز و شاداب باغوں کا تماشا دیکھ سکتا تھا۔
اس کے اور اس کے ہمراہیوں کے چہرہ دن سے ظاہر تھا کہ اس نادر اور
خوبصورت اور شین قصر نے اور دربار کی شان و شوکت نے جس سے اس
عظیم الشان سلطنت کا عظمت و جلال ظاہر ہوتا تھا۔ ان کے دلوں پر کس قدر
اثر کیا ہے قبل اس کے کہ اردون بالا خانہ پر پہنچتا یہ ایک مقام سے گزرا
جہاں ایک تخت شاہی جس پر ایک جواہر نگار غلاف پڑا ہوا تھا رکھا ہوا تھا اردون
نے خالی تخت کے سامنے جا کر زمین کو بوسہ دیا اور دیر تک مودب اس طرح

کھڑا رہا جیسے کہ خلیفہ خود اس تخت پر بیٹھا ہوا ہے۔ اس کے بعد جب یہ اپنی
 قیامگاہ پر آیا تو حاجب جعفر ابن مصحفی نے اس کو اگر کامیابی کی مبارکباد دی
 اور سلطان کی جانب سے ایک خلعت مکلف مع ایک جواہر نگار کمر بند کے عطا کیا جسکو
 دیکھ کر ان وحشی سرشتوں کی آنکھیں کھل گئیں اور اس کے ساتھیوں کو بھی خلعتیں
 فاخرہ سے سرفراز کیا بعد ازاں چند روزان کو اوڑھان رکھا انھوں نے اردوون کی
 چرب زبانی اور خوشامد آمیز تقریر پر یہ وسوسہ نہیں کیا اور اس کے بیٹے غریب کو
 یرغمال میں لے لیا تاکہ جو وعدے کہ اس نے کیے تھے انکی تعمیل و تکمیل میں پہلو تہی نہ کریں
 ادھر تو اردوون خوش و خرم اپنے ملک روانہ ہوا اور ادھر شانچہ بن نمیر
 کو یہ خبر وحشت اثر پہونچی کہ خلیفہ نے اس کے مخالف سے صلح کر لی ہے ایک
 حالت یاس و نومیدی میں اپنے مشیرون کو طلب کیا سب کی یہی راعی ہوئی کہ
 اس وقت عربوں کی مخالفت خلاف دانش ہے بہتر یہی ہے کہ شانچہ بھی اپنے
 سر کو احکام کے قدموں پر رکھ دے اور وہ وعدے کہ جو عبد الرحمن الناصر رحمہ اللہ بن
 نے اس کے ساتھ کیے تھے یاد دلاوے ممکن ہے کہ خلیفہ اس کی درخواست
 منظور کر لے۔ چنانچہ شانچہ نے اپنی اور حلیقہ اور سمورہ کے قوسین کی جانب سے
 ایک عرصہ امیر المؤمنین کی خدمت میں بائیں مضمون روانہ کیا کہ ہم لوگ خیر خواہان و ملت

بنی اُمیہ بن اور امیر المومنین کو اپنا بادشاہ اور سرپرست سمجھتے ہیں مثل خلفای سابق کے ہم کو خلیفہ سے یہی امید ہے کہ ہم موروثی خیر خواہوں کو تادم مرگ مدد ملتی رہے گی۔ اس درخواست کو الحکم نے اس شرط سے منظور کیا کہ تمام سرحدی قلعہ منہدم کر دئے جائیں اور اس امر کی احتیاط کی جائے کہ بد معاش عیسائی ممالک محروسہ میں داخل ہو کر مسلمانوں کو پریشان نہ کرنے پائیں۔

شاہ نے اس شرط کو قبول ہی نہیں کیا بلکہ حکم کی فوراً تعمیل کر دی۔

ان واقعات کے بعد ہر شلو نہ اور کونہ و دیگر ممالک کے بادشاہوں نے بھی سابق کے معاہدوں کی تجدید کی درخواست کی اور بیش بہا تحائف خلیفہ کی خدمت میں روانہ کیے الحکم نے جواب دیا کہ یہ درخواستیں ہم اسی وقت منظور کریں گے کہ جب تم لوگ مثل دوسرے بادشاہوں کی حسبِ نیل شرط قبول منظور کرو۔

(۱) ممالک محروسہ کی سرحد کے قریب جتنے قلعہ قائم کیے گئے ہیں منہدم کر دیے جائیں۔

(۲) عیسائی ہماری سرحد میں داخل ہو کر مسلمانوں کو پریشان نہ کرنے پائیں۔

(۳) اگر کوئی عیسائی بادشاہ ہمارے ساتھ جنگ پر آمادہ ہو تو اس کی مدد کریں۔

(۴) اگر کوئی عیسائی ہمیں جنگ کا قصد کرے تو حتی الامکان اس کو اپنی ارادہ سے باز کریں۔

ان عیسائیوں میں اتنی کہاں ہمت تھی کہ وہ ان شرائط پر کسی قسم کا اعتراض کرتے

شرائط کو منزلہ حکم کے مان کر فوراً منظور کر لیا۔ ان لوگوں کی دیکھا دیکھی غریبہ
 بن شانچہ والی البشکنس نے بھی اپنے مذہبی علماء اور قوسین کو بھیجا کہ آئندہ
 اطاعت و فرمانبرداری کا وعدہ کیا۔ باوجود بغاوت سابقہ خلیفہ نے اسکی خطا کو
 معاف اور اس کی درخواست اور تحائف کو منظور کر لیا۔ القومس لذریق
 ابن بلاشک کی مان بھی قرطبہ بغرض ملاقات آئی احکم نے اس کی بہت
 کچھ خاطر اور مدارات کی اور اس کی خواہشوں کو پورا کیا۔ غرض دور اور قریب کا
 کوئی عیسائی بادشاہ ایسا نہ تھا جس نے خلیفہ اندلس کے ساتھ مراسم دوستی
 اور اتحاد قائم کرنے کی کوشش نہ کی ہو۔

یہاں تو یہہہ واقعات پیش تھے لیکن افریقیہ کی حالت دگرگون ہوتی
 جاتی تھی۔ یہہہ ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں کہ ابو عدیش کی وفات کے بعد احسن
 ابن کنون اس کا بھائی یہاں کے تخت پر بیٹھا تھا۔ یہہہ خاندان بنی امیہ
 کا مطیع اور خیر خواہ بن رہا یہاں تک کہ خلفائے اندلس کا خطبہ بھی اپنے ملک میں جاری
 کیا تھا اوسے زمانہ میں بلکین بن زیری ابن مناد ایک شہر امیر نے فوج کثیر
 کے ساتھ مغرب الافسی پر حملہ کیا اور ایک بہت بڑے حصہ ملک کو اپنے
 قبضہ میں کر لیا لیکن بنی امیہ کی حکومت کو چندان ضرر نہیں پہونچا اور نہ اس ملک کی

حالت میں زیادہ تغیر و تبدل واقع ہوا مگر جب مغرب ابن اسماعیل تخت بنی فاطمہ
 متمکن ہوا اور اس نے سنا کہ مغرب الاقصیٰ میں بنی امیہ کی قوت روز بروز
 ترقی کرتی جاتی ہے اس نے امیر جوہر کو یورش کا حکم دیا۔ اوس وقت شہر
 طنجہ میں منجانب بنی امیہ لعلی ابن محمد حاکم مقرر تھا امیر جوہر کی یورش کی
 خبر سن کر یہ امیر بھی اوس کے مقابلے کی غرض سے آگے بڑھا اوس جنگ عظیم
 میں جب امیر لعلی ابن محمد نے دیکھا کہ کامیابی کی کوئی امید باقی نہیں اور فوج
 کو شکست مل چکی ہے اس نے تنہا فوج دشمن پر مردانہ وار حملہ کیا اور شہید ہوا
 اس کامیابی کے بعد امیر جوہر نے شہر فاس کو فتح کیا اور حاکم شہر کو قتل کر کے
 ملک کو تاراج کرتا ہوا واپس چلا گیا۔ جس وقت اس حادثہ عظیم کی اطلاع قرطبہ
 پہنچی مسلمانوں کو بے انتہا خنج ہوا الحکم نے فوراً امیر غالب کو اس حکم کے ساتھ
 مع فوج روانہ کیا کہ بغیر ملک فتح کیے اندلس واپس نہ آئے۔ امیر غالبؒ
 میں افریقہ پہنچا اس کو خبر ملی کہ الحسن ابن کنون قلعہ حجر النصر میں موجود ہے
 یہ پہلے وہیں آیا اور قلعہ کو فتح اور الحسن کو گرفتار کر کے شہر فاس کی طرف
 متوجہ ہوا جس کو باسانی فتح کر لیا۔ غرض ایک سال کے عرصہ میں اس نے تمام
 ملک پر بنی امیہ کی حکومت قائم کر دی اور سوطا ہوا پہنچا۔ یہ میں مع قیدیوں کے

اندلس واپس آیا الحکم کی اوس وقت مسرت کا کیا پوچھنا تھا جس وقت یہ
 امیر قریب دار الخلافہ کے پہونچا خلیفہ نے امراء سلطنت کو مع فوج اس کے
 استقبال کے لیے بھیجا اور شہر کے دروازہ کے باہر بذات خود اپنے لائق
 افسر فوج کو لینے گیا۔ خلیفہ مع وزرا اور ارکان دولت کے سر سے پانک مسلح
 سفید گھوڑے پر سوار تھا۔ امیر غالب سرنگ گھوڑے پر سوار زرہ بکتر فولادی
 پہنے ہوئے سامنے سے نمودار ہوا۔ امیر کے دست راست کی جانب
 الحسن تھا جس وقت ان دونوں نے امیر المومنین کو بغرض استقبال
 آتے دیکھا گھوڑوں پر سے اتر پڑے اور خلیفہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا الحکم خذہ
 پیشانی کے ساتھ الحسن سے ملا بلکہ اوسی وقت اوس کی اور اوس کے ساتھ
 تمام قیدیوں کی خطاؤں کو معاف اور ان کو انعام و خلعت فاخرہ سے سرفراز کیا
 الحکم علم و کمال کا عاشق اور صاحب علم و فن کو بدل عزیز رکھتا تھا۔ ایسے
 لوگ بھی دور دور سے اس کی سیدار مغربی اور قدردانی کی تعریف سن کر اندلس
 میں اقامت اختیار کرنے کی غرض سے آتے اور ملازم ہو جاتے تھے چنانچہ
 قلیل عرصہ میں اس کا دربار مشہور علمائے وقت اور کلمائے عصر سے معمور ہو گیا پہلے
 ہم اس کے دربار کے چند مشہور علماء کا بہت مختصر طور پر ذکر کرتے ہیں۔

ابو علی القالی بغدادی جو عبدالرحمن کے زمانہ حکومت میں اندلس آیا تھا نہایت نامی عالم تھا احکام اس کو اپنے پاس سے ایک دم سہی جدا نہ کرتا تھا اس کی صحبت سے جو کچھ فیض اس کو پہنچا تھا اس پر فخر و ناز کرتا تھا۔ کتاب الایمان اس کی معروف تصنیف ہے۔

ابوبکر الازرق خاندان سلمہ بن خلیفہ عبدالملک ابن مروان سے اور اپنے زمانے میں سربر آوردہ عالم تھا۔ ۳۴۳ھ میں قاہرہ سے افریقہ آیا جب یہہ قیروان پہنچا اہل تشیعہ نے جو کہ وہاں حکمران تھے اس کو بحیرہ مذہب بدلنے پر مجبور کیا جب اس نے صاف انکار کیا تو یہہ مہدیہ کے تاریک جیلخانہ میں قید کر دیا گیا جہاں روزانہ روجی اور جسمانی ہر طرح کی تکلیف اس کو پہنچائی جاتی تھی لیکن جب شیعوں نے اس کو اپنے مذہب پر مضبوط اور ثابت قدم پایا تو ناچار رہا کر دیا۔ بعد رہائی یہہ ۳۵۳ھ میں اندلس آیا اور دار الخلافہ قرطبہ میں قیام پذیر ہوا احکام نے اس کے علم و کمال کی شہرت سن کر اس کو اپنے علمائی دربار میں جگہ دی ابوبکر ۳۶۹ھ میں بمقام قاہرہ پیدا ہوا اور ماہ ذیقعدہ ۳۷۵ھ میں شہر قرطبہ میں انتقال کیا تھرا بغدادی اپنے زمانہ کا مشہور نام بر آوردہ خوشنویس تھا بغداد سے قرطبہ آیا اور اس ہی کو اپنا وطن بنایا گو اس وقت احکام کے دربار میں عمدہ سے عمدہ

خوشنویس مثل القیاس ابن عمر الصیتلی اور یوسف البلوطی وغیرہ موجود تھے لیکن نضر کا خط خلیفہ کو اس قدر پسند آیا کہ یہہ کو کر کہہ لیا گیا اور کتابوں کے لکھنے اور نقل کرنے کا کام اس کے سپرد ہوا۔

اسمعیل ابن عبدالرحمن ابن علی القریشی کا سلسلہ عبدالبن مع سواوہ ام المؤمنین کے بہائی سے ملتا تھا قاہرہ سے اندلس آیا اور شہر اشبیلیہ میں سکونت اختیار کی الحکم نے اس عالم اور مصنف کی بھی بہت قدر کی اور اپنے دربار میں شریک کیا۔

گو اندلس کے خلفائے سابق بھی اکثر علم و فن کے بہت قدردان اور ماہر گزرے لیکن الحکم کو علم ادب اور فلسفہ سے ایک خاص مناسبت اور دلچسپی تھی۔ باوجودیکہ اوس زمانہ کے مشہور علماء کو اس نے اپنے گرد جمع کیا تھا لیکن اس کا بھی پامیہ علم اون سے کچھ کم نہ تھا۔ اس نے اندلس کو معدن ہر قسم کے علم و کمال کا بنا کر کہا تھا کوئی کتاب کسی علم میں ایسی نہ تھی جو اندلس میں نہ ملتی ہو۔ خلیفہ بیدریغ روپیہ خرچ کر کے مصنفین سے کتابیں خرید کرتا تھا اور اپنے ملک میں مشتہر کرتا تھا گو وہ مصنف مشرق الاقصیٰ کا رہنے والا کیون نہ ہو لیکن اوس کی تصنیف پہلے اندلس ہی میں شائع ہوتی تھی اور یہیں سے دیگر ممالک میں اشاعت

پاتی تھی۔ چنانچہ ابو الفرج اسفہانی کو سفہان اور ابو بکر المالکی کو جس نے
ابن عبد الحکم کی مشہور کتاب المختصر کی شرح لکھی تھی ایک ایک ہزار دینار سُرُخ
بہیکراؤن کی تصانیف منکا بہ چین۔ سب سے پہلے یہ کتابیں اندلس میں
شائع کی گئیں۔ مذکورہ بالا مثالیں ہم نے بطور نظیر کے دی ہیں ورنہ کوئی مصنف
شرق اور غرب میں ایسا نہ تھا جس کو زکریا بن یحییٰ سلطان نے ازراہ قدر دانی بلا
نہ بھیجا ہو یا اس کی کتاب خرید کر اندلس میں شائع نہ کی ہو اس کے کتب خانے
میں چار لاکھ کتابیں نفیس اور عمدہ جلدوں سے آراستہ موجود تھیں جن کے ایک مقام
سے دوسرے مقام منتقل کرنے میں چھ مہینہ صرف ہوتے تھے اس کتب خانہ
کے ساتھ اگر کوئی کتب خانہ ملکہ کہا آتھا وہ خاندان عباسیہ کے سلطان الناصر ابن
مستحفی بابند کا کتب خانہ تھا اس کتب خانہ کو ہلاکو خان نے تاراج کیا اور
اندلس کا کتب خانہ اہل بربر کے ہاتھوں تباہ ہوا۔ کتب خانہ مختلف فنون منقسم
تھا ہر فن کی کتب کا انتظام اُن ہی لوگوں کے سپرد تھا جو اس فن میں کمال مہر
رکتے تھے قاسم ابن ابی صغی اور احمد ابن دہیم اور محمد ابن عبد السلام اور
زکریا ابن خطاب اور ثابت ابن قاسم کو علاوہ کئی کتب خانہ خلیفہ کی تسابیح شریف
الحکم خود تاریخ اور علم الرجال اور معدنیات میں کامل دستگاہ رکھتا اور ان

علوم میں یہ اعلیٰ درجہ کا مصنف مانا جاتا تھا اس کے شوق کا اندازہ اسی سے
 ہو سکتا ہے کہ اس کے کتب خانہ میں کوئی ایسی کتاب نہ تھی جس پر اس کے
 خاص قلم کا حاشیہ نہ ہو۔ علاوہ علمی مذکورہ بالا کے ابو عبد اللہ محمد ابن عبدون
 العذرمی اس کا ایک خاص طبیب تھا جس نے ایک مدت دراز تک مصر
 میں رہ کر اس فن کو حاصل کیا اور ایسا نامی ہوا کہ دور دور سے لوگ بغرض علاج
 اس کے پاس آتے تھے ابو عبد اللہ محمد ابن مفرج نے علم فقہ اور حدیث
 میں نام پیدا کیا تھا۔ ابن مغیث اور احمد ابن عبد الملک اور ابن بشام
 القومی اور یوسف ابن ہارون اور ابو الولید یونس اور احمد ابن سعید
 ابن ابراہیم الہمدانی شعرو سخن کی خدائی کا دعویٰ کرتے تھے محمد ابن یوسف
 التاریخی فیہ الورق یعنی کاغذ فروش کے لقب سے بھی مشہور ہے الحکم کے
 حکم سے ایک صحیح تاریخ ملک افریقیہ کی مع جغرافیہ لکھی تھی عیسیٰ ابن محمد الواصی
 اور ابو عمر احمد ابن فرج اور یعیش ابن سعید ابن محمد ابو عثمان۔ اندلس کے
 نامی مورخ تھے ان علماء اور مصنفین کی تصانیف سے الحکم کا کتب خانہ مزین تھا۔
 الحکمتانی المستنصر باللہ نہایت ہی رحم دل اور نصف مزاج بادشاہ تھا
 یہہ آخر زمانہ میں کتب بینی اور تالیف و تصنیف کی طرف اس قدر مشغول بلکہ محو ہوا کہ انصار

سلطنت اپنے وزرا اور ارکان دولت پر چھوڑ دیا تھا۔ یہ لوگ حکومت کے بقی
 خلیفہ کو بالکل بھیک اور دوسرے اشغال میں مصروف دیکھ کر جو جی چاہتا تھا کر بیٹھے
 تھے۔ آپس کے بغض و حسد نے اہم معاملات کی طرف مثلاً سرحدی انتظام
 اور رضا رسائی کی بغاوت کی نگہبانی سے بالکل بے خبر کر رکھا تھا۔ چونکہ عبدالرحمن
 ثالث نے اپنے زمانہ حکومت میں وہ عرب عیسائیوں کے دلوں پر جایا تھا جسکا
 اثر قلیل زمانے میں زائل نہیں ہو سکتا تھا اسی وجہ سے احکام کے عہد حکومت میں
 کوئی ایسا نقص واقع نہیں ہوا جس کا اثر فی الفور ظاہر ہو جاتا لیکن اس کے بعد ان
 افسوسناک واقعات کا سلسلہ شروع ہوا جس سے عظیم الشان سلطنت مسلمانوں کی ہاتھی جاتی رہی
 احکام نہایت پابند مذہب اور مشرع آدمی تھا نماز جمعہ ہمیشہ مسجد قرطبہ میں
 اپنی رعایا کے ساتھ پڑھا کرتا تھا اور علماء اور حکام عدالت کو تاکید حکم دے رکھا
 تھا کہ اس کے قلمرو میں کسی فرد بشر سے کوئی فعل خلاف شرع سرزد نہ ہونے پائے
 بالخصوص شراب پینے والوں اور شراب فروشوں کے لیے سنگین سزائیں مقرر
 کی گئیں تھیں۔ کروڑ ہا روپیہ مدارس اور مساجد پر خرچ کیا گیا تھا۔ حمام اور سرسائیں اور
 آبدار خانے اور تجارت گاہیں تمام ممالک محروسہ میں بھر چرے سرکاری قایم کی گئیں تھیں۔
 رحم دل اس قدر تھا کہ اکثر عدول حکمی سے چشم پوشی کر جاتا تھا چنانچہ ایک روز کا واقعہ

کہ ابو ابراہیم نامی فقیہ اپنے مکان کے قریب کی مسجد ابو عثمان میں جس کا یہ
 امام بھی تھا وعظ بیان کر رہا تھا۔ علماء اور طلباء ہزار ہا آدمی جمع تھے ابو القاسم
 ابن مفرح کا بیان ہے کہ باوجودیکہ مجھ کو ابو ابراہیم کے خیالات سے بہت
 اختلاف تھا لیکن اس روز اتفاقاً میں بھی شریک مجلس وعظ تھا۔ ہم لوگ باد
 خاموش بیٹھے ہوئے سن رہے تھے کہ اتنے میں سلطانی خواجہ سر اسجدین
 آیا اور ابو ابراہیم سے نہایت ادب سے سلام کے بعد کہا کہ امیر المومنین نے
 تجھ کو اسی وقت حاضر ہونے کا حکم دیا ہے اور باہر تیرا انتظار کر رہا ہے اس واعظ
 نے جواب دیا کہ میں ضرور امیر المومنین کے حکم کی تعمیل کرتا لیکن تو خود دیکھ رہا ہے
 کہ میں خانہ خدا میں اپنے معبود برحق کے کام میں مشغول ہوں جب تک کہ میں یہاں
 فراغت حاصل نہ کروں گا ورنہ میں حاضر نہیں ہو سکتا۔ تو یہی جا کر امیر المومنین کی خدمت
 میں عرض کر دے۔ یہ کہہ کر ابو ابراہیم نے پہر وعظ شروع کر دیا خواجہ سر اسجدین متعجب
 ہوا اور ڈرتے ڈرتے خلیفہ کو یہ جواب پہنچایا۔ اور پہر مسجد میں اگر ابو ابراہیم سے کہا
 کہ امیر المومنین نے بعد سلام یہ کہلا بھیجا ہے کہ میں یہ سن کر بہت خوش ہوا کہ تو
 خدا کے کام میں بدل مصروف ہے۔ بعد ختم وعظ و بار میں حاضر ہوا ابو ابراہیم
 نے جواب دیا کہ بوجہ کبرسنی زمین پیدل چلنے کی طاقت رکھتا ہوں اور نہ گھوڑے پر

بیٹھ سکتا ہوں باب السدہ تک آنا محال ہے لیکن باب الصنع اس مسجد سے
 قریب ہے اگر امیر المؤمنین بمرحوم خسر و انہ اس کے کہوئے کا حکم دین تو میں بلا تکلیف
 جسمانی دربار میں حاضر ہو سکتا ہوں۔ خواجہ سرا نے یہ جواب بھی خلیفہ کو پہنچایا اور
 اگر کہا کہ امیر المؤمنین نے تیرے حسب استدعا اسی دروازے کے کہوئے کا حکم دیا
 ہے۔ یہ کہہ کر خواجہ سرا دباں بیٹھ گیا ابوالبراہیم نے باطمینان تمام اپنے وقت
 مقررہ پر وعظ کو ختم کیا اور خواجہ سرا کے ساتھ دربار میں حاضر ہوا اور پہر اسی دروازے
 سے اپنے گھر واپس آیا ابوالقاسم اسی سلسلے میں مقرر ہے کہ باب الصنع کو جو
 ہمیشہ بند رہتا تھا اور خاص خاص موقعوں پر کھولا جاتا تھا اسی شب کو کھلا دیکھا تھا
 جہاں شاہی ملازمین ابوالبراہیم کے انتظار میں کھڑے تھے۔ الحکم ثانی
 المستنصر باللہ ۳۷۰ھ میں پیدا ہوا اور ۳۷۶ھ بم ۹۷۶ھ میں تیرے بیٹے کی
 عمر میں انتقال کیا۔





ہشام ثنائی کی تخت نشینی۔ المیہ کا قتل جعفر بن عثمان المصنوع۔ المنصور اور اس کی
سازشیں۔ اس کا انتظام مملکت۔ نصاریٰ کے ساتھ جنگ۔ زبیری ابن نہا
ہشام اور علم و فن۔ عبد الملک ابن منصور۔ عبد الرحمن ابن المنصور۔

الحکم نے انتقال سے قبل اپنی جانشینی کے لیے ہشام کا انتخاب کیا تھا
جس کی عمر اس کے انتقال کے وقت تقریباً گیارہ برس کی تھی۔ خلیفہ کی مدت
سے دلی خواہش یہی تھی کہ ہشام اس کے بعد تخت و تاج کا وارث سمجھا جائے
لیکن اس کی کم سنی اور ناتجربہ کاری کے باعث اس پر ایک طرح کی مایوسی
چھا گئی تھی۔ بعد غور و تأمل الحکم نے اپنے انتقال سے چند ماہ قبل اپنے تمام
امرائی دولت اور ارکان سلطنت کو جمع کیا اور ان سب سے علفی وعدہ لیا کہ
بعد اس کے یہ لوگ ہشام کی اطاعت و فرمان برداری سے منحرف نہ ہوں
حلف نامہ پیران سب کی دستخطیں لیکر حاجب المصحفی اور مقتد سلطنت محمد بن ابی عامر

کو اپنی زوجہ سلطانہ صبح کی نگرانی میں جو نہایت لائق اور سمجھدار عورت تھی ہشام
 کا اتنا یقین مقرر کیا پس الحکم کی اس نصیحت کے موافق ہشام ثانی المودید اللہ
 ۳۶۶ء مطابق ۹۷۶ھ ع میں اپنے موروثی تخت پر بیٹھا لیکن جس وقت الحکم
 جان بحق تسلیم ہوا بعض بعض ملازمین اور امراء نے ہشام کے خلاف اور اس کے
 چچا المغیرہ کی تائید میں سازش شروع کی۔ چنانچہ ادھر تو خلیفہ کا دم نکلا اور ادھر دھڑ
 خواجہ سراؤں نے جن کے نام فایق اور جو ذر تھے آپس میں یہ اتفاق کیا کہ اگر
 یہ کم عمر لڑکا تخت نشین ہوا تو جعفر المصحفی ہمارے ارادوں کو کبھی پورا نہیں ہونے
 دیکھا بلکہ ہم کو بیکار کر دیکھا۔ مناسب یہی ہے کہ ہشام کے چچا المغیرہ کو تخت پر بٹھاؤ
 اور المصحفی کو موقع پا کر قتل کر ڈالو جو ذر نے المغیرہ کے انتخاب سے تو پوری
 رضامندی ظاہر کی لیکن المصحفی کے متعلق بیان کیا کہ محسن دیرینہ کا قتل مناسب
 نہیں فایق نے جواب دیا کہ سوائے اس کے اور کوئی چار نہیں کہ المصحفی مار ڈالا
 جائے بعد اس کے ان دونوں نے جعفر المصحفی کو الحکم کے انتقال کی اطلاع کی
 اور المغیرہ کو تخت پر بٹھانے کی رائی دی جعفر ایک جہان دیدہ اور مدبر آدمی تھا
 ان خواجہ سراؤں کے اصل مطلب پر فوراً جا پہنچا اور یہ جواب دیا کہ ایسے وقت
 نازک میں جو ہمتھاری راسخی مصلحت اندیش ہو اس پر کار بند ہو چو کہ تم لوگ کشمیت

معتدین خانگی بہت کچھ وقت اور قوت کہتے ہو اور میرا کام یہ ہے کہ تمہارے
 حسبِ منشا کام کروں قبل اس کے کہ یہ لوگ اپنے ارادہ کو پورا کرتے ^{المصحفی}
 قصر شاہی سے باہر آیا اور فوج اور افسران فوج کو جمع کر کے ان کو بھی ^{عظیم} اسی ^{دین}
 کی اطلاع کی اور فایوق اور جوڈر کے ارادوں کو اون پر ظاہر کر دیا اور کہا کہ اگر ہم اپنے
 آقا کی مرحوم کے وارث حقیقی کو اس کے حق سے محروم کریں گے تو دین دنیا
 دونوں میں سوائے بدنامی اور رسوائی کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا اس وزیر نے
 اسی وقت المیغیرہ کے مکان پر محمد ابن عامر کو ایک دستہ فوج کے ساتھ بھیجا
 اور یہ حکم دیا کہ اس کو فوراً قتل کر ڈالے جب ابی عامر نے المیغیرہ کو خلیفہ
 کے انتقال اور ہشام کی تخت نشینی کی خبر پہنچائی تو اس کو ان واقعات سے
 بے خبر پایا المیغیرہ دفعتاً خلیفہ کے انتقال کی خبر سن کر سخت پریشان ہوا اور بعد
 اٹل بسیار جواب دیا کہ میں اپنے آقا کی بجا آوری احکام اور خیر خواہی کر لیتے
 حاضر ہوں اس خلاف امید خیر خواہی جواب سے ابی عامر بہت متفکر ہوا ^{المصحفی}
 کو اس واقع سے مطلع کیا جواب یہ آیا کہ فوراً گرفتار کر کے قتل کر ڈالو اور اگر تم کو
 اس حکم کی تعمیل میں کچھ عذر ہے تو میں دوسرے کو روانہ کرتا ہوں ^{خانہ المیغیرہ}
 محمد ابن ابی عامر جس نے جعفر ^{المصحفی} کے اس سخت حکم کی تعمیل کی تھی

مشہور آدمی تھا جس نے اسلام کو انتہائی ترقی تک پہنچایا تھا۔

اس کا سلسلہ عبد اللہ ابن عامر ابن ابو عامر ابن الولید ابن یزید
 لیکر عبد الملک المعافری تک ملتا ہے۔ یہ شخص ۷۵۳ھ مطابق ۹۳۹ء
 میں پیدا ہوا تھا۔ اس کی ماں کحییٰ ابن زکریا ابن لثمی کی بیٹی تھی مختلف
 تواریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شہر طوریش قریب انجرائر کا باشندہ تھا
 اس کا جدا علی عبد الملک ان مشہور امرا میں عرب کے ہمراہ اندلس میں آیا
 جنہوں نے امیر طارق ابن زیاد کے ساتھ اس ملک کو فتح کیا تھا اس کا باپ
 عبد اللہ الملقب ابو حفص انجرائر میں پیدا ہوا تھا لیکن کم سنی کے زمانے میں
 قرطبہ اگر احمد ابن خالد اور محمد ابن قطلیبس اور دیگر مشاہیر محدثین سے علم حدیث
 بڑھاتا تھا۔ یہ نہایت با وضع اور باندھب شخص گزرا۔ بادشاہ ہون اور امراء سے ہمیشہ
 متنفر تمام عمر اس نے گوشہ نشینی اور خدا کی یاد میں بسر کی عبد اللہ کی تاریخ و مقام
 انتقال ٹھیک طور پر معلوم نہیں ہوتا لیکن اتنا ضرور پایا جاتا ہے کہ خلیفہ الناصر کے
 عہد حکومت میں جبکہ یہ حج سے واپس آ رہا تھا تو طرابلس غرب یا ارکادہ
 میں اس کا انتقال ہوا۔ باپ کے انتقال کے بعد محمد ابن ابی عامر جو بعد از ان
 تاریخ میں المنصور کے نام سے مشہور ہوا اپنے زمانہ کم سنی میں قرطبہ آیا اور

قصر شاہی کے قریب ایک دوکان کہولی جہان بیہ ادنیٰ ملازمین شاہی کے خطوط
 یا عرض لکھ کر اپنی گزراوقات کرتا تھا۔ اسی عرصہ میں سلطانہ صبح ہشتام کی
 ماں کو ایک خانگی محرر کی ضرورت ہوئی کسی خواجہ سہرا نے المنصور کی سفارش
 کی۔ چند ہی روز میں اس نے اتنا رسوخ حاصل کیا کہ ملکہ نے اسے اپنا خانگی
 معتمد مقرر کیا اور احکام سے اس کی لیاقت اور دیانت کی بہت کچھ تعریف کر کے
 اس کو ایک شہر کا قاضی مقرر کر دیا۔ اس عہدے پر ہی المنصور نے ایسی نیکنامی
 حاصل کی کہ بہت جلد اس کو شعبلیہ کے ٹکیس کے وصولات کا افسر مقرر کر دیا۔
 چونکہ اس کو دار الخلافہ سے باہر رہنا گوارا نہ تھا اس نے قرطبہ اگر ملکہ کو بہت
 کچھ پیش بہا تحائف نذر گزارنے اور اسی کی سفارش سے محکمہ دار الضرب اس کے
 تفویض کر دیا گیا۔ اس کام کو بھی اس نے بخوش اسلوبی انجام دیا اور ساتھ ہی ساتھ
 محل کے ملازمین سے اپنا ربط ضبط برہا تاربا اور تمام خواجہ سراؤں اور غلاموں کو
 خوشامد اور رشوت سے اپنا بنالیا۔ چنانچہ ایک روز کا واقعہ ہے کہ محمد بن افلح جو
 احکام کے خاص زمرہ ملازمین میں سے تھا اس کے پاس محکمہ دار الضرب میں آیا
 اور اس سے نہایت ہی دردامن الفاظ میں کہا کہ کچھ سرمایہ زندگی میں نے اپنی تمام
 عمر میں فراہم کیا تھا وہ سب بیٹی کی شادی میں خرچ ہو گیا اور اب سوائے ان تین

چاندی کی چیزوں کے کچھ باقی نہیں رہا ابن عامر نے اس تمام قصے کو سنا اور بہت کچھ زبانی بھر دی کے ساتھ اس کا دامن روپیوں سے بھر دیا افلح کو اس قدر امید نہ تھی بالخصوص جبکہ بنسبت اور ملازمین کے یہہ ابن عامر سے اس درجہ واقف نہ تھا۔ اس سلوک کے چند ہی روز بعد المنصور نے اس غلام پر اپنا راز افشا کیا۔ اور اس کو بہت کچھ سیر بلغ دکھا کر الحکم کے تخت سے اتارنے میں مدد چاہی محمد ابن افلح نے ایک زمانہ کے بعد اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا تھا کہ قریب تھا کہ میں بعوض ان احسانات کے جو اس نے میرے ساتھ کیئے تھے اس کے ساتھ سازش میں شریک ہو جاتا۔ اس نے مجھ کو اس قدر پتہ دیا تھا کہ اپنی بیٹی کے جہیز دینے کے بعد بھی رقم کثیر بچ رہی تھی۔ غرض ابن عامر نے اوہ تو محلات شاہی کو اپنا بنا لیا تھا اور اوہ ہر ملک صبح اس کو اپنا سچا خیر خواہ سمجھنے لگی تھی۔ یہہ ہی ملکہ کے خوش رکھنے میں ہمیشہ مصروف رہا کرتا تھا چنانچہ جس وقت اس کا تقرر اس محکمہ پر ہوا اس نے ایک مختصر سا محل خالص چاندی کا بنا کر ملکہ کے نذر کیا جس کے صلی میں ملکہ نے الحکم سے اس کی اس قدر تعریف و سفارش کی کہ الحکم نے ایک روز اہل دربار سے کہا کہ اس لڑکے نے تجھے دیکھ کر ہمارے تمام محلوں کو اپنا سرپرست اور معاون بنا لیا ہے اسی طرح رفتہ رفتہ الحکم اور امرا کی سلطنت

بھی اس کو عزیز نہ کہنے لگے۔ یہاں تک کہ جب خلیفہ کا آفتاب عمر غروب ہونی لگا
 تو احکم نے اس کو ہی ہشام کا االیق مقرر کیا۔ المیغیرہ کے قتل کے بعد المنصور
 نے ہشام کو اپنے قبضے میں لانے کی کوشش کی اور جب دیکھا کہ المصحفی
 اور امیر غالب جیسے وزرا و امراء با وقعت کے مقابلے میں اپنے دلی مقصود
 کو پہنچنا غیر ممکن ہے تو اس نے احسانات سابقہ کو بالاسی طاق رکھا اور امراء اور
 وزرائی دولت میں باہمی دشمنی پیدا کر کے سب کو معطل و بیکار کر دیا اور خود سلطنت کا
 محتار بن بیٹھا ابن ابی عامر کی سازش کا واقعہ ہم ذیل میں تفصیل کے ساتھ تحریر کرتے ہیں
 جس وقت ہشام تخت پر بیٹھا جعفر المصحفی نے تمام انتظام ملک کو اپنے
 ذمہ لیا اور تمام غیر ضروری شان و شوکت کو چھوڑ کر اپنے ملک و مالک کی خیر خواہی
 میں مصروف ہوا لیکن محمد ابن ابی عامر جب کہیں کسی معاملہ میں اس کی سختی دیکھتا
 رہتا تو خفیہ طور پر المصحفی کو نہایت خود غرض اور ظالم ثابت کرنے کی کوشش
 کرتا رہا۔ چونکہ عوام الناس کو بھی اس کی خود غرضانہ قیاضی نے اس کا خیر خواہ اور
 طرفدار بنا دیا تھا اس لیے وہ لوگ بھی اس کا ساتھ دیتے تھے۔ ان واقعات سے
 بے خبر المصحفی اس کو فی الحقیقت اپنا سچا دوست اور خیر خواہ سمجھتا تھا گو ابن عامر
 بھی بظاہر اس وزیر کو اپنا سرپرست و محسن بنائے ہوئے تھا لیکن یہ خوب جانتا تھا

کہ المصحفی کی نظروں میں اس کی کچھ وقعت نہیں ہے اس ہی خیال سے اس نے
 ملکہ صبح کو اپنی فطنت اور چالاکی سے ایسا راضی کیا کہ ملکہ نے ایک حکم میں مضمون
 المصحفی کو بھیجا کہ آئندہ سے تمام اہم معاملات ریاست میں ابن عامر کو بھیج دیا
 کیا جائے المصحفی نے خالی الذہن اس حکم کی فوراً تعمیل کی بلکہ اس روز سے
 ابن عامر کو اور زیادہ عزیز رکھنے لگا۔ سب سے پہلے اس نے المصحفی کے
 ذریعہ سے فوج صقالب کو جو ہمیشہ محل شاہی پر متعین رہا کرتی تھی برخاست کر دیا اور
 ان افسر اور ملازمین کو جو اس کی ترقی کے حامل ہوتے تھے تھوڑے دن کو خارج البلد
 اور باقی کو قتل کر دیا اور بجائے ان کے اپنے خیر خواہ اور معتدداً شخص خاص کا تقرر کیا۔
 اس کے بعد اس نے المصحفی اور امیر غالب میں مخالفت پیدا کرنے کی
 کوشش کی غالب ایک سید ہا سادہ سپاہی تھا بہت جلد اس کے پہنچنے میں
 پہنچ گیا اور یہہ باور کر کے کہ المصحفی کو عجیب جیسے باوقعت مد مقابل کاربہا پسند نہیں
 وزیر عظم کی عدول حکمی کرنے لگا المصحفی نے غالب کے طرز عمل کی شکایت مجلس
 امراء سے کی سب کی یہی رائی ہوئی کہ کسی امر کی ناہنجی سے جو نزاع پیدا ہوتی ہے
 اس کی صفائی کر لینی چاہیے محمد ابن ابی عامر کو یہ خوف پیدا ہوا کہ کہیں ان دونوں میں
 فی تحقیق صلح نہ ہو جائے اس نے غالب سے ملنے کی کوشش کی۔ اتفاقاً امیر غالب

کسی سرحدی نزل کے تصفیہ کی غرض سے اپنی فوج کے ساتھ گیا ہوا تھا
ابن ابی عامر بھی اجازت حاصل کر کے عیسائیوں کے انسداد کے لیے
قرطبہ سے روانہ ہوا ان مہات کے تصفیہ کے بعد یہ دونوں راستے میں ایک
دوسرے سے ملے اور آپس میں یہ عہد و پیمان ہوا کہ جعفر المصحفی جہان تک
جلد ممکن ہو خدمت سے مغزول کر دیا جائے اس سازشی ملاقات کے چند روز
بعد ابن ابی عامر نہایت شان و شوکت کے ساتھ قرطبہ میں داخل ہوا امید
جنگ کی کامیابی نے عوام الناس کی نظروں میں اس کی وقعت کو دوبالا کر دیا۔
ہشام نے المصحفی والی المدینہ کو خدمت سے مغزول کر کے محمد ابن عامر کو
اس کی جگہ مقرر کیا اور ایک بیش بہا خلعت اپنے ہاتھ سے اس کو پہنایا۔ اس
خدمت کو اس نے ایسی لیاقت و خوش اسلوبی سے انجام دیا کہ المصحفی کا علیحدہ
ہونا باشتناہی چند خیر خواہان ریاست کسی کو ناگوار نہیں گزرا۔ اس واقعہ کے بعد
المصحفی اپنے خواب غفلت سے چونکا اور جب دیکھا کہ محمد ابن عامر میری برباد
پر آمادہ ہے اس نے امیر غالب کو بھی اس کی سازشوں سے مطلع کیا اور
بغرض صلح یہہ درخواست کی کہ غالب اپنی لڑکی کی شادی اس کے لڑکے
عثمان کے ساتھ کر دے ابن عامر کو یہہ کب منظور تھا کہ ان الوالعزم امیر و نہیں

دوبارہ سلسلہ اتحاد و محبت کا قیام ہو۔ اس نے دونوں کو باہمی مصاحبت پر مستعد کیا اور
 فوراً ایک خط امیر غالب کو اس مضمون کا لکھا کہ **المصحفی** دہوکا دیکر محض اپنے
 ذاتی اغراض کے لیے تجھ کو میرا مخالف بنانا چاہتا ہے۔ چونکہ تمام امر اور حکام کی
 افسون سازش سے رام ہو چکے تھے اس نے غالب کے بعض خاص رشتہ
 داروں سے اپنے اس خط کی تصدیق بھی کرا دی جس کا اثر اس سادہ لوح سپاہی پر
 ایسا ہوا کہ اس نے **المصحفی** کے پیام کو فوراً نا منظور کر دیا اور اپنی لڑکی کی شادی
 خود ابن ابی عامر سے کر دی ^{۱۸۷۳ء} ہجری میں نسبت ہوئی اور شب نور روز کو
 سہنایت ہی شان و شوکت سے نکاح کیا گیا۔ اس شادی میں خود ہشام شریک تھا
 لیکن باوجود کامیابی کے ابن عامر **المصحفی** پر پورا ہاتھ ڈال نہیں سکتا تھا اگر **المصحفی**
 مستعدی کے ساتھ اس کے چھوٹے کو رو کر ناچا ہوتا تو یہ اس قدر جلد اپنے مطلب
 ولی پر فائز نہ ہوتا لیکن یا تو بوجہ ضعیفی یا اور وجہ سے **المصحفی** نے اس کی سازشوں کو
 رد کرنے کی کوشش نہیں کی اور اب حالت ناامیدی میں اپنے دشمن کو بالکل
 مطلق العنان کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابن عامر کو پورا موقع **المصحفی** کے بیکار کرنا
 ملا اور اس نے فوراً اپنے سرے غالب کو اس کے ساتھ شریک حاج
 مقرر کر دیا **بتدریج** **المصحفی** کے جملہ اختیارات سلب کیے گئے تاہم محمد ابن ابی عامر

کو اپنے محسن قدیم اور ایسے سچے خیر خواہ ریاست پر رحم نہ آیا اور المصحفی کے تئیں ہی
 پر اکتفا نہیں کیا بلکہ نو عمر سلطان کو اس کے دوستوں اور رشتہ داروں بلکہ بچوں تک
 سے بدظن کر دیا اور حکم دیا کہ جو کچھ سرکاری دسپین لوگوں کے ہاتھ سے اوٹھا ہے
 اس کا کامل حساب پیش کریں اور یہاں نے ڈھونڈ ڈھونڈ کر اس قدر جرمانے ان پر
 کیے کہ فاقہ کشی کی نوبت پہنچ گئی اور اسی طرح رفتہ رفتہ اس مشہور اور با وقعت
 خاندان کو خاک میں ملا دیا المصحفی کا مکان جو قصر شاہی کے بعد قرطبہ میں اپنا ظہر
 نہیں رکھتا تھا جبراً خرید لیا اور جب موقع ملا المصحفی کو علاوہ روحانی صدعہ عظیم کے
 جسمانی تکلیف مثل قید وغیرہ دیتا رہا اور بالآخر الزہراء کے قید خانہ میں قید کر دیا۔ بعض
 ناقل ہیں کہ یہ زہر سے مار ڈالا گیا۔ اس کے قریب کے رشتہ داروں اور چند
 دوستوں نے اس کی نعش کو قید خانہ سے لے جا کر کسی گمنام مقام میں دفن کر دیا۔
 جیسے عبرت ہے کہ ایک زمانہ وہ تھا کہ جب کہی جعفر بن عثمان المصحفی
 مسجد یا مکان سے باہر نکلا کرتا تھا تو لوگوں کا اس قدر ہجوم ہوتا تھا کہ راستہ پر چلنے کی جگہ
 نہیں ملتی تھی اور ایسے مواقع پر حاجتمند کو عرضی دینے کا حکم تھا بلکہ ملازموں کو یہ تاکید
 تھی کہ ایسے شخص کو بلاتامل ہمارے سامنے پیش کر دیا کریں۔ پھر وہ زمانہ آیا کہ اس کے
 جنازہ کے ساتھ دو چار آدمیوں کے سوا کسی کو موجود نہ تھا۔ اپنے آخر زمانہ میں

المصحفی یہ کہا کرتا تھا کہ جو کچھ مجھ پر گزرا یا جواب گزر رہا ہے یہ سب میرے اعمال کی یادداشت ہے میں نے اپنے زمانہ عروج میں ایک شخص کے ساتھ بے حد سختی کی تھی بلکہ اس کو قید کر دیا تھا اس نے میرے سامنے یہ بددعا کی تھی کہ جن لوگوں نے مجھ کو اس درجہ تک پہنچایا اور ان کو یہی یہی حالت خدا نصیب کرے یہ سن کر میرے دل میں خدا کے خوف نے اثر کیا اور میں نے فوراً اس کو رہا کر دیا لیکن معلوم یہ ہوتا ہے کہ وہ شخص سگیناہ تھا خدا ہی تعالیٰ نے اس کا سواؤ مجھ کو دنیا میں عطا فرمایا امید ہے کہ آخرت میں اس کی باز پرس سے معاف کیا جائے

المقصود کے ایک کاتب کا یہ بیان ہے کہ ایک دفعہ ابن ابی عامر نے عمداً المصحفی اور اس کے بیٹے عثمان کو ذلیل کرنے کی نیت سے جبراً اپنی فوج کے ساتھ رکھا اور اس قدر سختی کی کہ ایک روز حالت اضطراب میں یثعار المصحفی کی زبان جاری ہوئی

اَرَا هَا تَوَفِّيْ عِنْدَهُ وَعِدَ هَا الْحَرَّ
فَاِنِّىْ لَا اَنْسٰى لَهَا اَبَدًا ذِكْرًا
وَلَا نَطَرْتُ مِنْهَا حَوَادِثُهُ شَرًّا
وَاَبَدْتُ لَنَا مِنْهَا الطَّلَاقَةَ وَالْبَشَرُ
عَلٰى كُلِّ اَرْضٍ لِّمَطَرٍ خَيْرٌ وَالشَّرُّ

تَعَالَيْتُ صَرَفَ الْحَادِثَاتِ فَلَمْ اَلْ
فَلِلّٰهِ اَيَّامٌ مُّضَتْ بِسَبِيْلِهَا
تَخَافَتْ بِهَا عَنَّا الْحَوَادِثُ بِهَيْئَةٍ
لِّيَا لِيْ مَا يَدْرِ الزَّمَانُ مَكَانَهَا
وَمَا هَذِهِ اَلَا يَوْمٌ اِلَّا سَحَابٌ

الغرض جعفر ابن عثمان لمصحفی کے انتقال کے بعد محمد ابن ابی عامر نے
 دیکھا کہ اب سوائے امیر غالب کے اور کوئی حریف مقابل باقی نہیں رہا اس نے
 اسی وقت سے غالب کی بربادی اور تباہی کی تدابیر سوچی شمع کر دین اور موقع کا منتظر بنا
 ایک مرتبہ کسی سرحدی مہم پر یہہ دونوں امیر ساتھ تھے ایک قلعہ پر دونوں
 دشمن کی فوج کی حالت دریافت کرنے کی عرض سے چڑھے۔
 ان کی رائے میں کسی قسم کا اختلاف واقع ہوا غالب چونکہ ابن ابی عامر
 کی خود غرضیوں اور سازشوں سے بخوبی واقف تھا غصے کو نہ روک سکا اور منصوبہ
 سے کہا کہ اے شیطان تو شاہی خاندان کو تباہ اور ان قلعجات کو منہدم کر کے خود
 بادشاہ بنا چاہتا ہے۔ یہہ لہذا امیر غالب نے ایک وارلوار کا اوس پر کیا اگر
 افسران فوج حائل نہ ہوتے تو ضرور ابن ابی عامر کا کام تمام ہو جاتا تاہم ایک شدید

سلاہ میں نے حادثہ روزگار کے ساتھ داد و ستد کی اور ثابت رہا درحالیکہ میں دیکھ رہا تھا کہ
 حادثہ روزگار اپنی وعدہ گاہ پر مردِ حق کے ساتھ وفا کرتے تھے۔ پس اللہ ہی کے لئے وہ دن
 ہیں جو ان حوادث کے راستہ میں گزر گئے میں کہی ان کا ذکر نہیں ہوتا کچھ قلیل عرصہ تک حادثہ ہمسے چپے رہے اور نہ ہو
 حادثہ نے طیر ہی نگاہ سے دیکھا اس لیے کہ وہ راتیں ایسی تھیں کہ ان کا مقام زمانہ نہیں جانتا تھا کشادہ روی اور بشارت ہمارے
 لئے ان وقتوں میں تھی۔ اور یہہ دن ہمارے لئے ان ابروں کے ہیں جو سرزمین پر بُرائی اور نیکی کو برساتے ہیں۔

زخم اس کے سر پر آیا اور قریب تھا کہ یہ قلعے کی دیوار سے نیچے جا رہے لیکن اس کی خوش قسمتی سے کسی چیز نے اس کو گرنے سے روکا اور افسران فوج اس کو اڑھٹھا کر اس کے زخمیہ میں لے گئے غالب اوسی حالت غصّہ میں انصاف سلطانی سے بھی مایوس ہو کر سید ہا عیسیٰ یون کے لشکر میں چلا گیا اور اون کا شریک ہو کر ابن ابی عامر حرّملہ کو ہوا مگر غالب نے اس جنگ میں نہ صرف شکست ہی پائی بلکہ مارا گیا۔

محمد ابن ابی عامر نے ان تمام امراء علیل القدر کے قتل اور تباہی فراغت اور میدان کو بالکل خالی پا کر اقتدارات شاہی کے غضب کرنے کی فکر و کوشش شروع کی اور نہایت جرات اور اطمینان سے سلطان کے احکام کی نافرمانی کرنے لگا۔ ابن ابی عامر کو یہ خوب معلوم تھا کہ اب خلیفہ کے خانگی ماز میں سوائے اور کسی کو قدرت میری مخالفت کی نہیں ہے پس اس نے ان سب کو برطرف اور ان کی جگہ خاص اپنے معتبر لوگوں کو مامور کیا اس اثنا میں اس کو یہ خبر پہنچی کہ بعض محل کی عورتوں نے اون خزان شاہی پر جو خاص محل میں رہا کرتے تھے تصرف کیا ہے اور ملکہ صبح نے جو اس کے ارادوں سے پورے طور پر واقف ہو گئی تھی بہت کچھ روپیہ نکال لیا ہے اور اس روپیہ کی جگہ صندوق مختلف چیزوں سے بھر کر رکھ دیئے ہیں اور حاکم شہر کو دہوکا دیکر بہت کچھ پیش بہا مال و اسباب قرطیہ سے باہر بھیج دیا ہے

ابن ابی عامر نے ملازمین شاہی کو طلب کیا اور ان سے کہا کہ امیر المؤمنین پوچھا
 کا محل میں جمع رکھنا پسند نہیں کرتے علاوہ برین چونکہ ان کا وقت زیادہ تر روزہ و نماز
 میں گزرتا ہے خزانے کی نگرانی نہیں ہو سکتی پس ملازمن کو یہ ہدایت کی کہ روپیہ
 میرے سپرد کر دیا جائے یہ ہدایت بمنزلہ حکم کے تھی۔ ستاون لاکھ دینار شرح موجود
 خزانہ محلات اس کے خاص قلعہ الزاہرہ میں جو اس نے خود قرطبہ کے باہر بنایا تھا
 بھیج دئے گئے اور ملک صبح سے وہ روپیہ تمام کمال جو اس نے شاہی خزانہ سے
 لیا تھا اور جو ہنوز محل ہی میں رکھا تھا جبراً وصول کر لیا اس نے اپنی ظاہری اطاعت
 و فرمانبرداری سے نوجوان خلیفہ کے دل پر ایسا قبضہ کیا تھا کہ اس کے ظلم و زیادتی
 کی تسکایت کا خلیفہ مطلق اثر نہ ہوتا تھا بلکہ ہر شام اس کو ایک مرد با خدا صاف باطن
 اور ملک و مالک کا سچا خیر خواہ سمجھنے لگا۔ اور ان محدودے چند کی زبان میں جو محض نیت
 خیر خواہی بلا لحاظ اپنے ذاتی نقصان کے اس کی سازشوں اور ارادوں کو خلیفہ ظاہر
 کرتے رہتے تھے بند ہو گئیں۔

محمد ابن ابی عامر جب اس انتظام سے فارغ اور ہر طرح مطمئن ہوا تو اب
 اس نے فوج پر قبضہ کرنے کی کوشش کی سب سے پہلے اس نے افسران
 سابق کو معزول اور بجائی اون کے اپنے خیر خواہوں کو مامور کیا اور پھر رقعہ رقعہ تمام

فوج اہل بربر اور زاناتہ سے بہرہ دی فوج کا مطیع ہونا کیا تھا کہ تمام ملک اس کے
 قبضہ تصرف میں آگیا۔ تمام امراسی عرب مرعوب ہو ہی چکے تھے اس نے اپنے کو
 بالکل خود مختار پاکر ہشام کو محل میں نظر بند کر دیا اور خود بکال اطمینان خلیفہ ہی کے نام
 سے حکومت کرنے لگا اور یہ حکم نافذ کیا کہ آئندہ سے سب اس کو الحاح جب اور
 المنصور کے القاب سے خطاب کیا کریں۔ اس نے بغرض حفاظت اپنا قیام
 قلعہ الزاہرہ میں اختیار کیا اور تمام دفاتر و خزان و حکام وغیرہ کو اس ہی قلعہ میں
 رہنے کا حکم دیا۔ الغرض بتدریج ابن عامر کو ایسی ثروت و قوت حاصل ہوئی کہ ممالک
 محروسہ کی تمام مساجد میں بعد خلیفہ کے اس کا نام ہی خطبہ میں پڑھا جاتا تھا۔ نوبت یہاں تک
 پہنچی کہ المنصور نے لباس شاہنشاہی علانیہ پہننا شروع کیا۔ سکے پر بھی خلیفہ کے نام
 کی جگہ المنصور دکھائی دینے لگا۔ بوقت جنگ فوج کو یہ ہدایت خود لڑاتا تھا۔ مشہور ہے
 کہ چھپن بارید لڑا اور ہمیشہ کامیاب رہا مخبروں کو افریقیہ بھیجا کہ وہ ان کے قبیلوں اور
 رئیسوں میں نزاع کی بنا ڈالی اور پھر فوج بھیجا کہ مغربی افریقیہ کو اپنے دائرہ حکومت میں
 لایا۔ اپنی بیٹے عبد الملک کو افریقیہ زیری ابن عطیہ حاکم فاس کی تنبیہ کے
 لئے صرف اتنی بات پر پہنچا کہ زیری نے چند ناسزا الفاظ اس کی شان میں استعمال کیے
 تھے اور اپنے بادشاہ ہشام کو قید کرنے کی نسبت ملامت کی تھی مگر اس جنگ کے

قبل ہم اون لڑائیوں کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جو المنصور زمانہ عیج کے قبل اور بعد ہوئیں جن کی وجہ سے اس قدر جلد اپنے دلی مقصود کو پہنچا۔

خلیفہ الحکم کے انتقال کے پانچ یا چھ سال کے بعد امراء عرب کو خانہ جنگی میں مصروف پاکر عیسائیوں نے اندلس پر حملہ کیا المصحفی کو سازشوں نے پریشان کر رکھا تھا اس یورش کا فوراً انداد نہ کر سکا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائی نہایت جرات کے ساتھ بلا مزاحمت قرطبہ کے قریب آپہنچے۔ جب اطراف واکان سے عیسائیوں کے ظلم و زیادتی کی شکایتیں متواتر پہنچیں تو اس نے فوج بھیجنے کی عوض صرف یہ حکم دیا کہ دریائی ٹکیس کاپل کرادیا جائے۔ مگر اس سے کیا ہوا تھا المصحفی کو اس قدر برپا کر ابن عامر کو عمدہ موقع ملے گا اور اس نے غل جچایا کہ جب فوج کثیر جنگ کے لئے تیار اور خزانے معمور ہیں تو پہرہ کیون نہیں عیسائیوں کو کافی سزا دی جاتی المصحفی نے مجبوراً تمام وزراء کو جمع کیا سب نے ابن عامر کی رائی سے اتفاق کیا اور اس ہی کو فوج کا افسر مقرر کر کے عیسائیوں کے مقابلہ کا حکم دیا۔ ابن عامر کی دلی خواہش یہی تھی یہاں تک کہ وہ ایک لاکھ دینار لیکر روانہ ہوا اور (باؤن) روزمین عیسائیوں کو سرحد کے باہر کر دیا اور بہت کچھ مال غنیمت لیکر واپس آیا المنصور ۳۷۲ھ مطابق ۹۸۲ء عزمین لیغا کر کے حلیقہ میں پہنچا اور وہاں کے مشہور شہر و

مثل لیون وغیرہ کو لوٹنا چاہا۔ لیکن جب اس کو معلوم ہوا کہ عیسائی اس کے آئینگی
 خبر پا کر ان شہروں سے تمام مال و اسباب لیکر پہاڑوں میں پناہ گزین ہوئے
 ہیں منصور کسی شہر میں داخل نہیں ہوا بلکہ جن مقامات سے یہ گزرا اون کو تاراج
 کرتا ہوا قرطبہ واپس چلا آیا لیکن دوسرے ہی سال پہر اگر لیون پر قبضہ کیا اور
 قلعوں کو منہدم کرنے کا حکم دیا۔ منصور ۳۷۳ھ بم ۹۸۵ء عرین بعد اعلان جہاد حیا
 اور البیہرۃ اور لیسطہ اور تدمیر تہا بلنسیہ آیا اور یہاں چند روز فوج کو آرام دیکر بادشاہ
 بُریل کے ملک میں داخل ہوا جس کو اس نے شہر برشلونہ کے قریب شکست
 فاش دی اور بتاریخ ۵ صفر اپنے جہنڈے کو اس قلعہ پر نصب کیا اس مرتبہ بھی نامی
 مورخین و مصنفین و شعراء اس کے ساتھ تھے جنہوں نے اس کی اور اس کی
 فتوحات کی تعریف میں دفتر کے دفتر سیاہ کر دیئے تھے۔ ایک مشہور مورخ نے
 جو اس جنگ میں منصور کے ساتھ تھا ان لوگوں کے نام کی فہرست بھی دی ہے
 جس سے اس امر کا بھی اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس کے عہد حکومت میں کیسے کیسے
 عالم موجود تھے۔ ہم چند لوگوں کے نام اس مقام پر درج کرتے ہیں ابو عبد اللہ

لے اس کو انگریزی میں بانا کہتے ہیں لے تدیلر لیس کے ایک صوبہ کا نام تھا جو قرطبہ کے مشرق کی جانب واقع تھا اور ایل نادین
 اس صوبہ کے حاکم کا نام بھی تدمیر تھا جس کو طارق ابن زیاد اور پہر عبد العزیز ابن موسیٰ ابن نصیر نے شکست دی تھی۔

ابن حسن ابو القاسم ابن الحسین ابن الولید جو زیادہ تر ابن العارف کے نام سے مشہور ہے ابن شہید۔ عبد الرحمن ابن احمد۔ ابو الاعلیٰ سعید ابن الحسن اللغوی جس کی مشہور تصنیف فصوص موجود ہے ابو بکر زیادہ اللہ ابن علی ابن حسن لممنی۔ عمر ابن النجم البغدادی۔ ابو الحسن علی ابن محمد القرطبی العباسی۔ عبد الغزیز ابن الخطیب المجدو۔ موسیٰ ابن طالب۔ مروان ابن عبد الرحمن یحییٰ ابن ہذیل ابن عبد الملک سعد ابن محمد۔ علی النکاس البغدادی۔ ابو بکر یحییٰ ابن امیہ ابن قسب محمد ابن اسماعیل الزبیدی جس کی کتاب مختصر فی اللغت اور کتاب العین کا خلاصہ جو خلیل ابن احمد کے نام سے مشہور ہے اور مختلف کتابیں صرف و نحو اور تاریخ میں موجود ہیں محمد ابن عبد الباصر۔ احمد ابن عبد الملک ابن شہید جو علما مصنف ہونے کے وزیر بھی رہ چکا تھا محمد ابن حسن القرطبی۔ طاہر ابن محمد جو مشہور ریاضی دان تھا۔ ابن امیہ ابن غالب وغیرہ وغیرہ تھے۔

۵۳۰ ھ میں المنصور نے اپنے چچا زاد بھائی ابو الحکم عمر کو فوج دے کر احسن ابن کنون اور سیسی کی تنبیہ کے لیے بھیجا۔ اس نے شہر بصرہ پر قبضہ کر لیا تھا عمر نے احسن کو مع فوج محصور کر کے صلح پر مجبور کیا اور بعد صلح خلاف معاہدہ

اس کو گرفتار کر لیا اور حسب الحکم المنصور اس کو قتل کر کے اس کے سر کو قرطبہ پہنچا۔
 ۳۸۱ء مطابق ۹۹۱ء میں زبیری ابن عطیہ المغربی نے جواہل نامہ
 کا حاکم تھا جس کا ذکر اوپر مجلا ہو چکا ہے ایک سفارت مع تحائف کے جس میں دو
 گھوڑے اور پیاس اونٹ نہایت تیز رفتار ایک ہزار سپر گینڈے کچڑے کی
 تیر و کمان زاب کی بنی ہوئیں اور بہت سے نادر جانور مثل گینڈے اور ہاستی اور
 شیر اور ایک ہزار تیلے خرے کے اور نادر افریقیہ کی اشیاء شریک تھیں بھی اس
 سفارت کے روانہ کرنے سے اصل غرض یہ تھی کہ زبیری سے جو عظیم الشان
 فتوحات عمل میں آئے ہیں اور جو نیا ملک اس نے خلیفہ کے نام سے فتح کیا ہے
 اس سے المنصور مطلع کر دیا جائے جس وقت دار الخلافہ میں یہ واقعات عام
 طور پر ظاہر کیے گئے تمام شہر نے خوشی منائی اور المنصور نے سفیروں کو خلعت
 اور تحفے دیکر مع فرمان منجانب خلیفہ ہشام واپس کیا۔ اس فرمان کے ذریعہ سے
 زبیری اس تمام ملک مفتوحہ کا حاکم مقرر کیا گیا تھا۔

اس واقعہ کے دوسرے سال یعنی ۳۸۲ء میں زبیری ابن عطیہ نے
 بذات خود قرطبہ اگر المنصور سے ملاقات کی اور خلیفہ کے لئے پہلے سے بھی
 زیادہ پیش بہا اور نادر تحفے ساتھ لایا اس کے ہمراہ تین سو حبشی سوار اور اسی قدر

پايدے تھے المنصور نے بھی بہت ہی دھوم سے اس کا استقبال کیا اور جلد وین ایسی حُسن خدمات کے اس کو وزیر سلطنت مقرر کر کے جعفر المصطفیٰ کا مکان اس کی سکونت کے واسطے تجویز کیا زیری ابھی قرطبہ ہی میں تھا کہ اس کو خبر پہنچی کہ ابن علی الیفرونی نے اس کی عدم موجودگی میں موقع پاکر شہر فاس پر قبضہ کر لیا ہے زیری فوراً افریقہ واپس آیا اور کئی لڑائیوں کے بعد جب ابن علی قتل ہوا تو ۳۳۷ھ میں فاس پر دوبارہ قابض ہوا۔

جیسا جیسا زیری ابن عطیہ کو المنصور کا مکرو زور معلوم ہوتا گیا اوسی قدر زیری کو اس سے ایک قسم کی نفرت ہوتی گئی لیکن اصل نزاع ان دونوں میں اوسے روز سے شروع ہوئی جبکہ زیری نے علانیہ المنصور کی طرز حکومت اور اوس بیہودہ برتاؤ کی جو اس نے اپنے بادشاہ کے ساتھ رکھا تھا سہایت ہی بڑی الفاظ میں مذمت کی اور گو زیری اس وقت بھی ہشام کو اپنا بادشاہ سمجھتا اور ہر طرح سے خیر خواہی پر آمادہ تھا لیکن اس نے المنصور کے مقابلے میں جبکہ کی تیاری شروع کر دی المنصور نے اس کو منحرف پاکر ایک صقلی افسر کو مع فوج افریقہ روانہ کیا۔ یہ افسر شہر طنجہ سے فاس کی طرف روانہ ہوا زیری نے اپنی فوج زمامتہ کو ساتھ لیکر اس کا مقابلہ کیا اور اس کو شکستین دیتا ہوا شہر طنجہ میں محصور کر دیا۔ المنصور

جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اس نے فوراً اپنے بیٹے عبد الملک کو مدد کے لئے بھیجا عبد الملک نے زیری کو بتاریخ ۱۵ رمضان ۳۷۷ھ میں ۹۹۷ء کا لشکر شکست دیکر شہر فاس پر قبضہ کر لیا اور اہل زناتہ کے ایک افسر کو اس شہر اور ملک کا افسر مقرر کیا زیری اس ناکامیابی کے بعد بھی المنصور کا مقابلہ کرتا ہوا وجود المنصور کی سخت عداوت کے ہشام کا سچا خیر خواہ بنا رہا۔ اس نے زاب اور شلف وغیرہ کو فتح کر لیا تھا اور اپنے باقی ملک کے فتح کرنے میں مصروف تھا کہ ایک شہر کے قریب ۳۹۱ھ مطابق سنہ ۹۹۸ء میں اس کا انتقال ہو گیا اور اس کے لڑکے المعز نے جب اپنے من مقابلے کی قوت نہ دیکھی المنصور سے صلح کر لی المنصور نے اس کے باپ کی خلاؤن سے درگزر ہو کر اس کو منجانب خلیفہ افریقیہ کا حاکم مقرر کر دیا۔

جس زمانے میں کہ مغربی افریقیہ میں جنگ و جدال کا بازار گرم تھا المنصور عیسائیوں پر بھی متواتر فتح پا رہا تھا۔ ۳۷۷ھ ہجری میں اس نے باغیوں کو اس قدر برباد اور تباہ کیا کہ ان لوگوں میں بغاوت کی قوت باقی نہ رہی لیکن پھر بھی المنصور ہر سال ایک دو بار فوج کشی اسی غرض سے کرتا تھا کہ اسلام کا رعب ان کے نوپر جس قدر ہے باقی رہے۔ اسی قصد سے المنصور بتاریخ ۲۳ جمادی الاخریٰ ۳۸۷ھ

یورش کرتا ہوا شدت یا قوہ پہونچا اس شہر کو عیسائیوں کا کعبہ سمجھنا چاہیے اس لئے کہ یہاں پر حضرت عیسیٰ کے حواریں مین سے ایک کی قبر تھی جس کی زیارت کی غرض سے نہ صرف اندلس بلکہ دور دور سے عیسائی آیا کرتے تھے المنصور نے شہر سمورہ مین جس کو حلیقیہ کا پایہ تخت سمجھنا چاہیے چند روز قیام کیا اور یہاں کے قومیں یعنی امرا کو مع فوج ساتھ چلنے کا حکم دیا ان عیسائیوں نے طوعاً و کرہاً اس حکم کی تعمیل کی اور فوج اسلام کے ساتھ علاقہ شیتا قوہ مین داخل ہوئے المنصور نے اس کے قبل ہی حکم دیا تھا کہ ایک بڑا جنگی جہازون کا مع فوج بندر قصرابی والنس مین تیار رہے جس وقت المنصور دریائی ڈیوڑو کے قریب پہونچا یہہ بڑا بھی حسن اتفاق سے اوس ہی روز اس دریا مین داخل ہوا اور جہازون کے ذریعہ سے المنصور مع فوج دوسرے کنارے پر اوترا چونکہ رسد اور فوج کے آرام و آسائش کا پورا سامان مہیا ہو چکا تھا فوج شہر مذکور کی طرف روانہ ہوئی مختلف دریاؤں اور جنگلون کو طے کرتی اور فرما ریش سے جو اپنی لطافت آب و ہوا اور کسانوں کی محنت سے ایک بوستان جنت نشان بنا ہوا تھا گزرتی ہوئی ایک نہایت ہی پُر فضا کہسار مین داخل ہوئی اس راستہ کو دونوں طرف کے بلند اور تنگ پہاڑوں نے اس قدر دشوار گزار بنا دیا تھا کہ جو

لوگ دلیل راہ تھے وہ بھی اس کے طے کرنے میں بہت حیران و پریشان ہوئے لیکن منصور اس قسم کی دشواریوں کی کب پروا کرتا تھا اس نے فوج کو حکم دیا کہ تہرون کے ذریعہ سے راستہ کشادہ کر دیا جائے چنانچہ بہت ہی مشکوٰۃ سے راستہ صاف اور کشادہ ہوا اور اس کوہ کئی اور محنت شاقہ کا نعم البدل مسلمانوں کو فوٹا مل گیا یعنی جس وقت عرب کہسار سے باہر نکلے اور دریائی منہوہ کو عبور کر کے دوسری طرف پہنچے تو ان کو ایک مرغزار ایسا نظر آیا جہاں کی خوشگوار اور فرحت ہوا اور نہر ہامی شیرین نے ان کے دل و دماغ کو تروتازہ کر دیا اور کسافت راہ میں راحت ہو گئی یہاں سے منصور سیدہ ویر قسان آیا۔ یہاں پر ایک بہت قدیم عیسائیوں کی عبادت گاہ بنی ہوئی تھی ویر قسان سے بلنسوا جولب دریائی شور واقع تھا ہوتا اور شہنت بلانی کے قلعہ کو منہدم اور وہاں سے غنیمت حاصل کرتا ہوا ایک جزیرے کے قریب پہنچا جس میں اطراف و اکناف کے باشندے عربوں کی دہشت سے پناہ گزین ہوئے تھے منصور نے ان سب عیسائیوں کو گرفتار کیا اور وہاں سے بجانب کوہ مرسیہ آیا اور دریائی آلہ سے پار ہوتا ہوا ایک قدیم

۱۔ اس کو انگریزی میں مینو کہتے ہیں۔ ۲۔ اس کو انگریزی میں شٹ کا سمو کہتے ہیں۔

۳۔ اس کو انگریزی میں مورازو کہتے ہیں یہ مقام دیگو کے قریب واقع ہے۔

گر جا کے قریب پہونچا شنت یا قوہ کے بعد عیسائی اس مقام کو نہایت ہی
 متبرک سمجھتے تھے اور یہاں بھی دور دور سے حتیٰ کہ ملک حبش سے عیسائی بزرگان
 زیارت آیا کرتے تھے۔ اس مقام کو عربوں نے بالکل زمین دوز کر دیا اور یہاں
 روانہ ہو کر بتاریخ ۲ شعبان چار شنبہ کے روز خاص شہر شنت یا قوہ پہونچے
 تو دیکھا کہ شہر پناہ کے دروازے کھلے ہیں اور کسی فرد بشر کا نشان تک نہیں تھا
 اس شہر کے مشہور عمارات اور معبد کو تباہ و تاراج اور جو کچھ مال باقی رہ گیا تھا اوپر
 المنصور نے قبضہ کیا اور اطراف و اکناف کے شاداب اور مزرعہ مقامات کو تباہ
 و برباد کرتا ہوا اور ایسے مقامات میں سے ہونہو بوجہ ان اس کے قبل کوئی مسلمان نہیں
 آیا تھا ان قومسون کے ملک میں جو کہ اس کے ہمراہ رکاب تھے داخل ہوا ان
 بد نصیب قومسون نے اپنی آنکھوں سے اپنے متبرک اور مشہور عبادت خانوں کو
 ٹٹے دیکھا تھا بلکہ اکثر اوقات ان کے مٹانے میں خود بھی شریک ہوئے تھے
 یہاں آکر عربوں نے لوٹ سے دست کشی کی اور ان مقامات سے گزرتے ہوئے
 قلعہ بلیقہ آئے۔ یہاں پر المنصور نے دربار عام کیا اور ان عیسائی قومسون اور
 فوجی عیسائیوں کو جو اس کے اس اڑتالیسویں یلغار میں شریک تھے خلعت
 تقسیم کر کے اپنے اپنے ملکوں کو واپس اور اسی مقام سے المنصور نے اپنی فتوحات

سے اہل قریطہ کو مطلع کیا۔ دارالخلافہ کا وقت جوش مسرت اور وفور نشاط احاطہ
تحریر سے باہر ہے۔ غرض جس وقت المنصور مع اپنی فوج کے دارالخلافین
داخل ہوا تو تمام مسجدوں میں شکریہ کی نمازین پڑھی گئیں اور بہت کچھ روپیہ خیرات کیا گیا
جس حالت میں کہ ہشام کو المنصور نے رکھاتھا اوس کا کچھ ذکر ہم اوپر مختصر
طور پر کر چکے ہیں۔ قصر کی چار دیواری کے اندر پوری آزادی خلیفہ کو حاصل تھی مگر باہر
نکلنے کی بلکہ کسی جہرہ کے سے منہ نہ نکالنے کی سخت ممانعت تھی جس کی نگرانی کے
لیے المنصور نے خاص لوگوں کو مقرر کیا تھا۔ جب کہی المنصور محبوباً ہشام
کو کسی باغ کے جانے کی اجازت دیتا تھا تو اس کے چہرے پر نقاب ڈال دیا جاتا
تھی اور وہ راستہ جدھر سے خلیفہ گزرتا تھا وہیسی کے وقت تک رعایا کی آمد و رفت کے
لیے بند کر دیا جاتا تھا اور جب کہی المنصور کو قریطہ سے باہر جانے کی ضرورت
ہوتی تھی تو سلطان کی حفاظت و نگرانی کے لیے بہت سخت انتظام کیا جاتا تھا۔
اس کے آخر زمانے میں جب رعایا اپنے خواب غفلت سے چونکی تو ہر طرف سے
شکایتوں کے آواز بلند ہونے لگے اور یہ خبر مشہر ہوئی کہ سلطان کو اس وزیر نے
مار ڈالا ہے۔ رعایا کو یہم دیکھ کر المنصور بہت ڈرا اور ہشام کو اپنے ساتھ کھوڑے
پر سوار کر کے تمام شہر میں گشت کی سلطان کے دیکھنے کے لیے دور دور سے رعایا

جمع ہو گئی تھی ہشام لباس شاہانہ پہنے اور تمام نشانات خلافت کے لگائے
 گھوڑے پر سوار المنصور عصائی وزارت ہاتھ میں لیے گھوڑے کی باگ تھامے
 ہوئے چل رہا تھا اپنے خلیفہ کو جب رعایا نے بچشم خود دیکھا تو ان کے دلوں کو
 اطمینان ہوا اور جو کچھ شکوک المنصور کی نسبت پیدا ہوئے تھے وہ رفع دفع
 ہو گئے المنصور نے علاوہ امرای حلیل القدر مثل المصحفی اور غالب وغیرہ کے
 تمام ارکان خاندان شاہی کو ہشام سے جدا کرنے کی غرض سے کسی کسی
 بہانے پر ان کو قرطبہ سے باہر بھیج دیا تھا چنانچہ خاندان بنی امیہ کے اس قابل رحم
 حالت کو ایک شاعر نے یوں نظم کیا ہے۔

أَبْنَى أُمِّيَّةٍ إِنِّ إِمَامًا لِلدُّجَى	مِنْكُمْ وَأَيْنَ مَجُوهَا وَالْكُوكُ
غَابَتْ أَسْوَدٌ مِنْكُمْ عَنْ غَابِهَا	فَلَذَا لِحَا زَالِ الْمَلِكِ هَذَا التَّغْلِبُ

ماہ صفر ۳۹۲ھ مطابق سنہ ۱۰۰۲ء میں المنصور نے اپنی (۵۲) یلیغار کا ارادہ کیا
 اور فوج کو مختلف مقامات مثل افریقیہ وغیرہ سے فراہم کر کے دریائی ڈلیورو
 سے اوتر کر قسطلہ کی سرحد میں داخل ہوا اس ملک کا قوس اپنے قلعہ کے

سے اے بنی امیہ وہ لوگ تمہارے جوشل چاند کے تھے کہاں ہیں اور وہ لوگ جوشل ستاروں کے تھے کہاں ہیں
 کیونکہ تمہارے لوگ جو شیر تھے اپنے نینیتانوں سے غائب ہو گئے اس لیے اس ملک پر اس تغلب کا قبضہ ہو گیا

قریب مع فوج خمیہ زن تھا اور اس کی مدد کے لئے اطراف و جوانب کی تمام عیسائی
 حاکم اپنی اپنی فوج کے ساتھ موجود تھے اس مقام پر ایک جنگ عظیم واقع ہوئی۔
 جس کے متعلق عیسائی مورخین قدیم نے بہت کچھ خامہ فرسائی کی ہے مگر اس
 جنگ کا اخیر نتیجہ یہ ہوا کہ عربوں کو کامل فتح حاصل ہوئی۔ اس فتح کے بعد المنصور ایک
 ایسے سخت مرض میں مبتلا ہوا کہ جس سے یہہ جانبر نہ ہوا۔ اپنے اخیر زمانے میں جب
 اس کو اپنی زندگی سے ایک طرح کی مایوسی ہو گئی تھی سلطنت کی آیندہ ترقی اور ریاست
 کے قیام و استحکام کی نسبت اس کو فکر و تردد رہا کرتا تھا اگر اس عجیب و غریب
 آدمی کے حالات اور واقعات بنظر سرسری دیکھے جائیں تو اس سے زیادہ خود غرض
 اور بدخواہ سلطنت کوئی نہ ملے گا لیکن اگر اس زمانے کی تاریخ کو کوئی شخص بنظر
 حقیقت دیکھے اور جو رائی کہ مختلف مورخین نے اس کی نسبت قایم کی ہے اوپر
 کامل غور کرے تو ہر انصاف پسند آدمی کو یہہ ماننا پڑے گا کہ محمد ابن ابی عامر ایک
 سچا خیر خواہ اپنے ملک کا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ اس نے اپنے بادشاہ کو بالکل
 بے دست و پا کر رکھا تھا اور نہ اس میں شک ہے کہ اس نے اپنے مرنے پر
 مثل جعفر ابن عثمان المصحفی وغیرہ جیسے امرا ہی طویل القدر اور خیر خواہان سلطنت
 اندلس کو نہایت بے رحمی کے ساتھ قتل و تباہ کیا بلکہ ان لوگوں کے خاندانوں کے

کے نام کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا لیکن جب ہم اس کے زمانے کی حکومت پر نظر ڈالتے ہیں تو وہ سچی عظمت و شوکت اور جلال و کھائی دیتا ہے جو سابق میں اندلس کو کبھی نصیب نہیں ہوا تھا۔ اگر اس کو دنیا میں کوئی فکر تھی تو وہ یہ تھی کہ اس کے قیام و استحکام میں کوئی فرق نہ آنے پائے اور اگر اس کی کوئی آرزو تھی تھی کہ میں بعون الہی علم و فن اور سلطنت کی عظمت و بزرگی کو اس قدر ترقی دوں کہ میرے بعد اس کو کوئی آفت نہ پہنچے اور تمام دنیا خلیفہ اندلس کے نام سے لرزتی رہے ہشام ثانی کے عہد حکومت اور المنصور کے زمانہ وزارت میں جس قدر علم و فن کو عروج حاصل ہوا اس کی نظیر زمانہ گزشتہ کی تاریخ میں بہت کم ملے گی المنصور کی کوشش یہ تھی کہ علم کا شوق عام طور پر پیدا کیا جائے۔ ان خیالات کا اثر امیر اور غریب سب پر ایسا پڑا کہ اہل صقلاب بھی جو زیادہ تر فوجی اور محض جاہل اور ادنیٰ ملازمین محلات شاہی کے زمرہ میں شمار کیے جاتے تھے حصول علم کی طرف ایسے رجوع ہوئے اور ایسی شہرت پائی کہ یہ بھی مجلس علم میں شریک کر لیے گئے۔ عبادۃ ابن ہشام اور حبیب اللصقلی اس منہج کے عالم گزریں جن کی کتابیں اس وقت تک موجود ہیں۔

لے اس کتاب کی تذکرہ اشعار موجود ہے لے اس کتاب کا استنباط الفاعل علی بن ارفہ فیاض القضاۃ شہرہ اور موجود ہے اس پر حاشیہ گوگون بن

المغیرہ ابن خرم اور ابوالولید اور ابن ابی شیبہ اور یوسف ابن عبد البرکات و سب ان کی شہرت علمین فاضلین ان سب نے اپنے زمانہ کی تاریخ لکھی ہے۔

المنصور نے ابوعلی سعید ابن الحسن ابن علی اللغوی کو بغداد سے تعریف سن کر بلایا تھا لیکن جس وقت ابوعلی قرطبی پہنچا تو کچھ تو دوسرے علما کی شکایت سے جن کو ایک نئے شخص کا آنا بہت ناگوار گزارا تھا اور کچھ اس وجہ سے کہ اس کو اس قدر ذی علم حبیبی کہ تعریف سنی گئی تھی نہیں پایا المنصور نے اس پر زراہ تو جہ نہیں کی دوسروں نے موقع پا کر ابوعلی کو نالایق ثابت کرنا چاہا مگر یہ نہایت چالاک اور حاضر جواب آدمی تھا اس کی ظرافت اور بذلہ کوئی نے المنصور کو اس کی طرف پہر متوجہ کر لیا مگر دیگر علمائے دربار سے بدستور رد و قدح جاری رہی جب اس نے دیکھا کہ بغیر اظہار لیاقت کامیابی دشوار ہے اس نے ایک روز المنصور سے درخواست کی کہ مجھ کو اگر اجازت ہو تو تیرے ذاتی اور خاندانی حالات کی نسبت ایک ایسی کتاب تیار کروں جو کتاب النور کے مقابلہ میں بلکہ اس سے بہتر ہو۔ چنانچہ حسب احکم اس نے ایک کتاب لکھی اور اس کا نام فصوص رکھا۔ اس کے تمام ہم عصر علماء اس کتاب کی اشاعت کے منتظر تھے۔ اس کے شائع ہوتے ہی اس پہلے اور اس کی کتاب پر نکتہ چینیان شروع کر دیں اور یہ ثابت کر دکھایا کہ یہ تمام

لے یہ کتاب عبد الرحمن الناصر کے زمانہ سلطنت میں ملک الشعراء ابوعلی القاسمی نے تصنیف کی تھی۔ اسمین

خاندان بنی امیہ کے حالات و واقعات مندرجہ ہے۔

کتاب جھوٹ اور مبالغہ سے بھری ہوئی ہے اور اس میں ایسے واقعات درج ہیں جن کی تصدیق نہ تو کسی تاریخ سے ہوتی ہے اور نہ اون لوگوں سے جو المنصور اور اس کے حالات سے بخوبی واقف ہیں ان علماء نے صرف نکتہ چینیوں ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ المنصور سے یہ کہہ کر یہ شخص علم سے بے بہرہ اور نہایت جھوٹا اور دغا باز ہے اس کے اشعار بھی جو قابل تعریف ہیں وہ سب سرورقہ ہیں اور اپنے اس بیان کی تصدیق میں محض سادہ کاغذ کی ایک کتاب تیار کی اور اس کا نام کتاب النکت اور اس کے مصنف کا نام ابو الغوث جلد کے باہر لکھ کر اس کو ایک ایسی جگہ رکھا کہ جہاں سے سعید ہمیشہ گزرتا تھا جس وقت یہ وہاں آیا تو المنصور نے کتاب کو اس خیال سے اٹھا لیا کہ کہیں اس کو کھول کر نہ دیکھ لے اور صرف کتاب اور مصنف کا نام بتا کر پوچھا کہ یہ کتاب بھی تیری نظر سے کہی گزری ہے یا نہیں سعید نے بلاتامل جواب دیا کہ ہاں اس کتاب کو میں نے ایک شیخ کے ساتھ پڑھا تھا چونکہ اس کو پڑھ رہے ہوئے ایک زمانہ ہوتا ہے مجھ کو اس کا پورا مضمون یاد نہیں رہا صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اس میں مختلف اور نہایت مختصر واقعات درج ہیں المنصور کو یہ سن کر نہایت غصہ آیا اور کہا کہ میں نے تجھ سے زیادہ جھوٹا اور دغا باز آدمی دنیا میں نہیں دیکھا اور اپنے سامنے سے نکلو ادا وہ لوگ جو اس کی دلت

کے بانی تھے ان میں سے ایک نے یہ شعر کہا۔

قَدْ غَاصَ فِي الْخَمْرِ كِتَابُ الْفُصُوصِ وَهَكَذَا أَكَلْتُ قِيلَ لِيْغُوصُ

جس کا جواب ابو علی سعید نے نظم میں یوں دیا۔

عَادَ إِلَى مَعْدِنِهِ إِمَامًا تَوَجَّدَ فِي قَعْرِ الْخَمْرِ الْفُصُوصُ

ابو علی سعید کو ایک خود غرض اور حیلہ ساز آدمی تھا تاہم بعض وقت اس کے قلم سے ایسا پتھر کتا ہوا اور پر مضمون شعر نکل جاتا تھا کہ جسے دیکھ کر شعرا می وقت دنگ ہو جاتے تھے۔ ایک روز یہ اپنے چند دوستوں کے ساتھ می کشی میں مشغول تھا کہ ان میں سے ایک نے قطرہ شراب کا لب جام لگا ہوا دیکھ کر نظم کرنے کی درخواست کی سعید نے فی البدیہہ یہ شعر پڑھا۔

كَانَ رَجُلٌ أَكْرُؤُضٍ لَمَّا أَتَتْ فَتَتْ عَلَيْنَا مِسْكَ عَطَارِ
كَانَمَّا أَبْرَيْقُنَا طَاعِئُ يَحُلُّ يَا قُوْتًا مِنْ عَارِ

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص نے المنصور کو گلاب کا پھول غیر موسمی لا کر دیا

لے کتاب فصوص دریا میں ڈوب گئی اور اسی طرح جو چیز پھل ہوگی وہ تین بیٹھے گی۔

۳ پٹ گئے اپنے معدن کی طرف کیونکہ سمندرون کی تین نگینے پائے جاتے ہیں۔

۴ بیکار غمیں ہوائی تو اس نے ہم عطار زبانی مشک کو چھڑکا۔ ہمارا جام شراب اس پر نہ کشل ہر کس کی منتظرین دانہ یا قوت ہو۔

اتفاقاً سعید ہی اس وقت موجود تھا۔ اس نے فوراً یہ شعر پڑھا۔

أَتَيْتُكَ بُوعَا مِرٍ وَرَدَةً	يُذَكِّرُكَ الْمِسْكُ نَفْسَهَا
كَعَذْرَاءٍ أَبْصَرَهَا مُبْصِرٌ	فَغَطَّتْ بِأَلْمَامِهَا رَأْسَهَا

المنصور ایسے نادر اور برجستہ کلام سے نہایت محظوظ ہوا لیکن ابن العارف نے المنصور سے کہا کہ یہ اشعار سعید کے نہیں بلکہ ایک بغدادی شاعر کے ہیں جو قاسمہ میں رہتا ہے اوس نے اپنے قلم سے میری ایک کتاب میں لکھ دیئے ہیں المنصور نے اوس کتاب کے لانے کا حکم دیا ابن العارف فوراً ایک شاعر ابن بدر نامی سے یہ اشعار نظم کرا لیا جنہیں سعید کی شعر ہی ترجیح دیں۔

عَشَوْتُ إِلَى قَهْرٍ عَبَّاسَةٍ	وَقَدْ جَدَلْتُ الْيَوْمَ حُرَّاسَهَا
فَالْقَيْدُهَا وَهِيَ فِي خَدِّهَا	وَقَدْ صَوَّغَ الشُّكْرُ أَنَا سَهَا
فَقَالَتْ أَسَارِي عَلَى هَجْعَةٍ	فَقُلْتُ بَلَى فَرَمَتْكَ سَهَا
وَمَدَّتْ يَدَيْهَا إِلَى وَرْدَةٍ	يُحَاكِي لَكَ الطِّيبُ أَنْفَاسَهَا
أَتَيْتُكَ بُوعَا مِرٍ وَرَدَةً	يُذَكِّرُكَ الْمِسْكُ نَفْسَهَا
كَعَذْرَاءٍ أَبْصَرَهَا مُبْصِرٌ	فَغَطَّتْ بِأَلْمَامِهَا رَأْسَهَا
وَقَالَتْ خِفَلِ اللَّهُ لَا تُفْضَحَنَّ	فِي ابْنَةِ عَمِّكَ عَبَّاسَهَا

فَوَلَّيْتُ مِنْهَا عَلَى غَفْلَةٍ
وَلَا مَحْصُتٌ نَا سِجِّي لِأَنَا سَهَا

ابن العارف نے یہ اشعار ایک مصر کی کہی ہوئی کتاب میں چسپان کیے
المنصور کے سامنے پیش کیے المنصور نے دوسرے روز ایک نہایت
عمدہ کشتی مختلف چیزوں سے سچی ہوئی اپنے سامنے رکھی اور سعید سے کہا کہ آج
تیری لیاقت اور سچائی کا امتحان ہم کو منظور ہے اسی وقت فی البدیہہ کشتی کی
تعریف میں کچھ اشعار کہہ سعید نے فوراً یہ قصیدہ نظم کیا اور پڑھا۔

قصیدہ

أَبَا عَامٍ هَلْ غَيْرُ جَدِّكَ وَكَفْتُ
يَسُوقُ إِلَيْكَ الدُّهْرُ كُلَّ غَرِيبَةٍ
وَسَائِعِ نَوَاصِعِهَا هَامُ الْحَيَا
وَهَلْ غَيْرُ مَنْ عَاكَ فِي الْأَرْضِ خَائِفُ
وَأَحْجَبُ مَا يَلْقَاهُ عِنْدَكَ وَاصِفُ
عَلَى حَافَتَيْهَا عَبَقُ رَوْافِ

حاشیہ صفحہ ۱۹۵۔ قمر عباس کی طرف میں شب میں پہنچا وہاں کی بابا بان کو نیند نے خواب غفلت میں لٹا دیا مہتا میں نے عباس سے
ملاقات کی جبکہ وہ اپنے خیمہ میں تھی اور نشہ نے اس کے ہنسنیوں پر غلبہ کر لیا تھا۔ پس عباس نے کہا کہ کیا تو میرے عالم سیداری میں
آگیا ہر میں نے کہا ہاں۔ یہ سن کر اس نے اپنے ہاتھ پر بالہ پسند کیا اور اپنا ہاتھ گلاب کی طرں دراز کیا جو علی درجہ خوشبو دار تھا ابو عامر میر
پس گلاب لایا ہر اس کی خوشبو خشک کو یاد دلاتی ہر دورہ شل و س کنواری لڑکی کہے کہ جب کسی ذرا سے دیکھا تو اس نے تینوں کے اپنا سر چوبلیا
پہلو سے لٹکھا کر اس سے ڈر و راس لڑکی کو رسوا کر کہ عباس اس کا چہرہ اپس میں لے کر غفلت میں پٹ گیا اور زمین پر گولون جانی آؤنا کو لوگوں نے

قصیدہ

يَا حِرْزَ كُلِّ مَخُوفٍ وَأَمَانَ كُلِّ مُشْرِدٍ وَمُعِزَّ كُلِّ مُذَلَّلٍ
يَا سَلَاةَ كُلِّ قَضِيْلَةٍ وَنَظَامَ كُلِّ حَزِيْلَةٍ وَتَرَاوِعَ كُلِّ مُعْبِلٍ
عَبْدٌ جَذَبَتْ بِضَبْعَةٍ وَفَعَتْ مِنْ عُدَاةٍ أَهْدَى إِلَيْكَ تَائِلٍ
لِسِمَّةٍ غَرَسِيَّةٍ وَبُعْيَةٍ لَصَحَّ فِيهِ تَمَائِلٌ وَتَقَاوُلٌ

حسن اتفاق سے جس روزیہ قصیدہ جس میں غریب کا بھی ذکر تھا پیش ہوا اسی روز عرب قوم قسطلہ کو جس کا نام غریب تھا اور جو اتفاقاً شکار کیلئے نکلا تھا گرفتہ و بستہ دربار میں حاضر لائے المنصور اس نادر واقعہ سے بہت مخطوط ہوا اور سعید کو پہلے سے بھی زیادہ عزیز کرنے لگا۔

المنصور نہایت انصاف پسند اور رعایا پرور حاکم تھا عدالتی احکام میں اس نے کبھی بلاوجہ معقول دخل نہیں دیا اور نہ ایسے معاملات میں کبھی سعی و سفارش پر عمل کیا۔
لے لے تعویذ نہ خائف کے اور امان ہر گز نہایت کے اور عزت بخش ہر خوار و پریشان کے ہذا ملک فضیلت کے اور نظام پیشکش اور دولت و ثروت ہر عیالدار کے چس بندہ کا تو فہم باز و تہام کمر اپنی جانب کھینچا اور جس کو اندازہ ہو تو سنے بلکہ کیا اوس نے یہی حد ہر ایک قلیل پیش کیا جو روزگار غریب کی پیدائش کو وقت کے حال حسب پرہیز و زانی ہوں یا اور بُنیۃ پر عنوان شباب میں جو دو خواہشیں لگے ہیں ایک لیر میاں اور میری گفتگو اس کے بارے میں صحیح ہو۔ یہاں اتفاق وقت کے اوس گرفتار شدہ کا نام بھی غریب تھا جس کا ذکر متن میں ہے۔

ایک روز المنصور نے فصد لینے کی غرض سے اپنے جراح محمد نامی کو طلب کیا۔ معلوم ہوا کہ وہ کسی الزام میں قاضی کے حکم سے قید کر دیا گیا ہے المنصور نے جراح کو قید خانے سے بلوایا اور فصد لینے کے بعد جب اس جراح نے زانیہ رہائی کی درخواست کی تو جواب دیا کہ میں عدالت کے احکام میں بشرطیکہ وہ صحیح اور منصفانہ ہوں ہرگز دخل نہیں دیتا۔ یہ کہہ کر جراح کو جیل خانہ واپس بھیج دیا۔

المنصور امراء اور رعایا سب کے حالات خفیہ طور پر دریافت کیا کرتا تھا بالخصوص عیسائیوں کی نگرانی اور ان کی سازشوں نے اس پر دن کا چین اور رات کی نیند حرام کر رکھی تھی تمام شب اسی فکر و اندیشہ میں بسر ہوتی تھی۔ ایک بار کسی امیر نے شب کو آرام لینے کی نسبت اصرار کیا المنصور نے جواب دیا کہ رعایا کی استراحت و آرام۔ ملک کا امن و امان میری بیداری پر موقوف ہے۔

یہ کہہ کر المنصور نے ایک سوار کو حکم دیا کہ شہرِ پناہ کے دروازہ پر کھڑا ہوا اور علی الصباح جو شخص پہلے باہر نکلے اس کو میرے پاس حاضر کر۔ چنانچہ صبح کو ایک نہایت عمر عیسائی گدھے کو ہکاتا ہوا شہر کے باہر نکلا۔ سوار نے بڑھے کے اس بیان پر کہ میں لکڑی لانے کے واسطے جکل جا رہا ہوں اور نیز اس خیال سے کہ ایک ضعیف ازکا رفتہ کا لیجانا بے سود ہے اس سے معترض نہ ہوا اگر المنصور کے حکم کی تعمیل

کے خیال نے کہ پہلا شخص جو دروازہ سے باہر نکلے حاضر کیا جائے اس سوار کو ایسا
 یسین کیا کہ وہ اس بڑے کے پیچھے دوڑا اور کشان کشان اس کو دربار میں لایا
 المنصور نے اس بڑے کی جامہ تلاشی کا حکم دیا جب اس کے پاس سے کوئی
 چیز برآمد نہ ہوئی تو گدھے پر جو ایک چڑاڑا ہوا تھا دیکھا گیا۔ بہت کچھ تلاش کے بعد اس
 چڑے میں سے ایک خط نکلا اس میں شہر کے عیسائیوں نے اپنے ہم مذہب مسیحیوں
 یہاں کے واقعات سے مطلع کر کے عربوں پر فوج کشی کی رائی دی تھی المنصور
 نے ان باغیوں کو فوراً گرفتار کر لیا۔

اس کے زمانے میں جس قدر عرب عربوں کا عیسائیوں پر چھایا تھا وہ
 واقعات مذکورہ بالا سے ظاہر ہے کہ عیسائی صرف اس کے رایت لشکر کو دور سے
 دیکھ کر شہروں کو چھوڑ کر پہاڑوں میں جا چیتے تھے ایک نے عجیب جنگ کے بعد اپنے
 ملک کو واپس ہوئے ایک علم ان کا شہر کے قریب کسی بلند مقام پر گڑا رہ گیا۔ باوجود
 تمام فوج کو سونے دوڑا رکھی تھی لیکن پہرے کو ہوا میں ابلہا تا دیکھ کر کئی روز تک
 دروازے شہر کے بند رہے اور کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ شہر سے باہر نکل کر اس واقعہ کو
 دریافت کرتا۔ میدان جنگ میں المنصور کا نام سن کر بہادر ترین عیسائیوں کے
 زہرے آب ہوتے تھے اور قبل از جنگ یہ خیال ان کے دلوں میں جم جاتا تھا

کہ اس کے مقابلے میں کامیابی ممکن نہیں۔ بعض وقت جب اس کو عیسائی گھیر
 لیتے تھے اور ظاہر ہار مانی کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی و سو قہقہا کی ہمت مروا دے
 کار نمایان ظہور میں آتی تھیں جس کے دوست دشمن دونوں معرفت میں چنانچہ
 المنصور ایک بار ان لوگوں سے جنگ میں مصروف تھا اور ایک نہایت تنگ
 و تاریک راستے سے جو دو سب بفلک کشیدہ پہاڑوں کے پیچ میں واقع تھا گزر کر
 دشمن کے ملک میں داخل ہوا۔ لیکن ہنوز عیسائیوں سے مقابلہ نہیں ہوا تھا کہ
 اس نے دیکھا کہ عرب اپنی سرحد سے بہت دور نکل آئے ہیں اور عیسائی جنگ
 سے براہر گریز کر رہے ہیں اور نیز بہت کچھ مال غنیمت عربوں کے ہاتھ آ گیا ہے
 اس نے فوج کی واپسی کا حکم دیا جس وقت عرب اس درہ کوہ کے قریب پہنچے
 تو المنصور نے دیکھا کہ عیسائیوں نے اس پر قبضہ کر لیا ہے اور ایسی حالت میں
 اوس مقام سے گزرنے کی کوشش کرنا اپنے کو اور اپنی فوج کو محض برباد کرنا
 ہے۔ یہ اپنی لشکر گاہ سابقہ پر واپس آیا اور حکم دیا کہ فوج کے رہنے کے لیے مکانات
 تیار ہوں اور اطراف کے تمام مقامات پر قبضہ کر لیا جائے اور سوامی عورتوں اور
 بچوں کے جو عیسائی ملے اوس کو قتل کر کے لاش اس درہ کوہ کے سامنے
 ڈال دی جائے اور عورتوں اور بچوں کو مسلمان ہونے کی ترغیب و تحریض لائی جائے

غرض چند ہی روز میں ایک انبار عظیم ان نعشوں کا عیسائیوں کے سامنے جمع ہو گیا۔ عیسائی اپنے ملک و قوم کو اس طرح تباہ ہوتے دیکھ کر بہت پریشان ہوئے بالآخر المنصور کو کہلا ہیجا کہ جو عورتیں اور بچے مقید ہیں رہا کر دئے جائیں اور مال غنیمت واپس کر دیا جائے تو ہم تجھ کو اور تیری فوج کو بلا تعرض درہ کوہ سے گزرنے دین گے المنصور نے یہ جواب دیا کہ میری فوج فی الحال اس ملک سے جاننا نہیں چاہتی یہاں پر سب قسم کا بند و بست اپنے آرام و آسائش کے لئے کر لیا ہے اور اگر ہم اس وقت واپس گئے ہیں تو سال آئندہ موسم بہار میں ہم کو پہر یہاں آنا ہوگا اس آمد و رفت کی تکلیف گوارا کرنے کی عوض ہمارا یہاں رہنا مناسب ہے۔ اب بغیر کامل فتح ہمارا قدم پیچھے نہ ہٹے گا۔ عیسائی اس کے کمال استقلال اور عظمت کو دیکھ کر بہت ڈرے اور نہایت عجز و انکسار کے ساتھ اپنی غفوی خطا کی درخواست کی المنصور نے اس شرط پر کہ اگر فوج کی بار برداری کے لئے خیر فراہم اور رسد کا ایسا بند و بست کیا جائے کہ عربوں کو اپنی سرحد میں پہنچنے تک کسی قسم کی تکلیف نہ ہو اور نیز لاشوں کا ڈھیر جو راستے کے دہانے پر ہے وہ الگ کر لیا جائے۔ فی الحال درخواست صلیح منظور کر لی۔ ایک منورخ نے اس واقعہ کے متعلق لکھا ہے کہ اس سے زیادہ دشمنان اسلام کی کیا توہین ہوگی اور اس سے زیادہ خدا ہی تعالیٰ کا کیا قہران

مغفروں پر نازل ہو سکتا تھا کہ اپنے مقتولوں کی نعشیں ان کو اوٹھانی پڑیں۔“
عیسائیوں نے ان تمام شرائط کو پورا کر دیا اور عرب بلا تعرض درہ کوہ سے گزر کر اپنے
ملک واپس آئے۔

اگر ہم المنصور کی لیٹاروں عیسائیوں کے ساتھ جس قدر کہ محاربات اس کے
زمانے میں واقع ہوئے ان سے قطع نظر کریں اور صرف سلطنت کی اندرونی حالت
پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ ملک و رعایا کو کس درجہ امن و فراغ البالی حاصل تھی المنصور
کا کچھ ایسا رعب و داب اس ملک پر چھایا ہوا تھا کہ لوگ اگر کوئی اچھا کام بھی کرتے
تھے تو دیکھ لیتے تھے کہ کہیں المنصور کے خلاف طبع نہ ہو۔ ملازمین سلطنت کی کیا بجا
تھی کہ ان سے کسی قسم کی بے رضا بلکہ عداوت پیدا ہو اُسے زبرد ہو جاتی۔ سب سے زیادہ اس کو
اپنی فوج کی راستگی کا خیال تھا۔ ادنیٰ اسے ادنیٰ خلاف و رزمی کی پاداش میں اہل فوج
کو نہایت ہی سنگین سزائیں بلکہ اکثر سزائیں قتل دی جاتی تھی المنصور کے زمانہ میں
فوج کی تعداد چھ لاکھ سے زیادہ تھی۔ ایک روز یہ اپنی فوج کا معائنہ کر رہا تھا اور
رسالے اور پلٹین نہایت ہی باقاعدہ اور با ترتیب بالکل خاموش اس کے سامنے
سے گزر رہی تھیں۔ اس کا حکم تھا کہ ایسے موقعوں پر کہوڑے کی آواز بھی کان تک نہ پہنچے
اتفاقاً کسی سپاہی کی تلوار کی جھلک نظر آئی۔ اس بد قسمت نے خلاف قاعدہ بلا اجازت

اپنے افسر کے تلواریں سے نکال لی تھی المنصور نے اس کو اپنے سامنے طلب کیا اور صرف اتنی سی غفلت پر اس کے قتل کا حکم دیا

المنصور کو تعمیر مکانات کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ اس کے زمانہ حکومت میں جو عمارتیں بنائی گئی تھیں وہ بھی کچھ کم مشہور نہیں ہیں۔ مسجد قرطبہ کو جس کی نسبت ہم بہت کچھ تحریر کر چکے ہیں اس کے زمانے میں وسعت دی گئی اور دار الخلافہ سے کچھ فاصلے پر ۳۸۰ھ میں قلعہ الزاہرہ تعمیر کیا گیا جو رفتہ رفتہ اس کے زمانہ عروج میں ایک خاصہ شہر بن گیا تھا۔ عمدہ اور نفیس مکانات جن کے شہر کے گنبد مثل آفتاب منور تھے اور پر فضائیں گاہوں اور خوشنما بازاروں سے مزین تھادریائی وادی البکیہ پر ایک پل ایک لاکھ چالیس ہزار دینار سرخ کے صرف سے ۳۹۰ھ میں تعمیر کیا گیا تھا علاوہ ان کے اور بہت سی عمارتیں اور پل اندلس اور افریقہ میں اس کے زمانے میں تیار ہوئے۔ المنصور اپنے عقائد مذہبی کا بہت پابند اور مشہور ہے کہ قرآن بھی اپنے ہاتھ سے لکھا کرتا تھا جس وقت یہ اپنی آخری جنگ سے لیون کو فتح کر کے واپس ہو رہا تھا شہر سالم میں ماہ رمضان ۳۹۲ھ مطابق سنہ ۱۰۰۲ء میں اس نے انتقال کیا جب المنصور کے انتقال کی خبر عام طور پر معلوم ہوئی تو صرف اس کے مخالفین ہی کو نہیں بلکہ تمام رعایا کو ایک طرح کی خوشی حاصل ہوئی اور یہ خیال ہوا کہ اب ہمارا خلیفہ

ذات خود اپنی سلطنت کے نظم و نسق کی طرف متوجہ ہو گا سب سے زیادہ آثار مسرت
 کے اہل قرطبہ کے بشرون سے ظاہر تھے اور قصر الزہراء کے باہر ان کے گھر ہائے
 شادمانی سے تمام دارالخلافہ گونج رہا تھا۔ اعلیٰ اور ادنیٰ کا یہی خیال تھا کہ اپنے جابر
 وزیر کے مرنے سے خلیفہ بھی بہت خوش ہو گا لیکن اس زمانہ دراز کی بیکاری نے
 ہشام کو اس قدر آرام طلب اور عیش پسند کر دیا تھا کہ جب اس کو اس واقعہ کی
 اطلاع ہوئی تو بجائے خوشی کے آثار رنج و فکر کے اس کے چہرے سے نمودار ہوئے
 اور عبدالملک بن المنصور کے آنے تک یہ بالکل ساکت رہا جب عبدالملک
 مدینہ سالم سے اپنے باپ کو دفن کر کے قرطبہ آیا ہشام نے اپنے ہاتھ
 سے اس کو خلعت پہنایا اور المنصور کی جگہ اس کو اپنا حاجب مقرر کیا۔ اس تقریر سے
 لوگوں کو تعجب ہی نہیں بلکہ از حد افسوس ہوا اور سب بیدل و مایوس ہو کر اپنے اپنے
 گہروں میں بیٹھ رہے خلیفہ کی یہ حالت دیکھ کر عبدالملک نے اپنے باپ کی
 روش پر چلنا شروع کیا اور بلا خوف و خطر چلے ہمارے لگا۔

عبدالملک بن المنصور نے عنان حکومت کو ہاتھ میں لیتے ہی ۳۹۳ھ
 میں بغرض تالیف قلوب المعزین زیری بن عطیہ کو اس کے حسب استدعا
 بذریعہ فرمان شاہی مغرب الاقصیٰ کا مستقل حاکم مقرر کیا۔ اور مثل اپنے باپ کے

ہر سال عیسائیوں پر فوج کشی کرتا رہا۔ اس نے اپنے زمانہ حکومت میں آٹھ بار
 ان لوگوں پر فوج کشی کی اور ہر بار کامیاب رہا ۳۹۳ء میں شہر عین بادشاہ حلیقیہ
 کو شکست عظیم دیکر اوس کے پامی تخت لیون کو تاراج کیا جس کے صلہ میں سلطان
 نے اس کو سیف الدولہ اور المظفر کا خطاب عطا فرمایا عبد الملک نے
 تقریباً نو سال کی حکومت کے بعد ماہ محرم ۳۹۹ء میں انتقال کیا۔
 عبد الملک کے بعد اس کا بیٹا عبد الرحمن بن المنصور حاکم
 مقرر ہوا اور خلیفہ کو ایک ^{متن} کشت سبھکہ مثل اپنے باپ اور بیٹا کے بلا مزاحمت
 حکومت کرتا رہا۔ ان واقعات سے صاف ظاہر ہے کہ المنصور نے اپنے زمانہ
 حکومت میں نہ صرف بادشاہ کو قید کر رکھا بلکہ امرا کی قوت کو اس قدر توڑا
 تھا کہ ایک زمانہ دراتک یہ لوگ اس کے خاندان کا مقابلہ نہ کر سکے عبد الرحمن
 نے اپنے تقرر کے چند ہی روز بعد المامون یا جیسا کہ بعض لوگ بیان کرتے ہیں
 الناصر لدین اللہ کا لقب اختیار کیا اور تمام لوازمات اور اقتدارات شاہی کو کام
 میں لانے لگا المنصور نے کوئی حقیقت بادشاہی کی تھی لیکن ہمیشہ اپنے کو ہشام
 کا وزیر ظاہر اور احکام فرمان شاہی خلیفہ ہی کے نام سے جاری اور نافذ کرتا تھا لیکن
 عبد الرحمن نے اس ظاہر تالیف بداری اور خیر خواہی کو بھی بالائی طاق رکھا اور

حکم اور فرمان بھی اپنے ہی نام سے جاری کرنے لگا۔ موجودہ امرامی دربار چونکہ
 سب اسی خاندان کے ساخت و پرواختہ تھے ہر حالت میں اسی کے
 طرفدار و معاون بنے رہے علاوہ برین عامہ خلافت بھی اب اس طرز حکومت
 کی عادی ہو گئی تھی کسی نے ان باتوں پر اعتراض نہیں کیا عبدالرحمن
 نے جب یہ حالت دیکھی جس کی اس کو خود امید نہ تھی اس نے ہشام پر اور زیادہ
 زور اور باوڈالنا شروع کیا۔ چونکہ یہ تباہی اور زلزلہ ہشام کو خود اپنے ہاتھوں نصیب
 ہوئی تھی اب اس میں کہاں اتنی قدرت تھی کہ اپنے زبردست وزیر کے احکام
 کو منسوخ یا اون پر اعتراض کرے۔ رفتہ رفتہ یہ نوبت پہنچی کہ عبدالرحمن کے
 دل میں تاج اور تخت کی ہوس پیدا ہوئی اور اس نے ایک فرمان ابوحنیفہ بن
 سے تیار کرا کر اس کی ایک نقل خود سلطان سے جبرگرائی اور اس حکم سلطانی کا اعلان
 تمام ممالک محروسہ میں کیا گیا۔ یہ فرمان جو کہ ایک معاہدہ کی شکل میں تھا حسبِ فیل ہے
 امیر المؤمنین ہشام المومئد باللہ ثبت دستخط خاص اپنی عزیز عیال سے بھلت
 یہ وعدہ کرتا ہے کہ جو کچھ کہ اس فرمان میں درج ہے اس کی پوری پوری پابندی
 کریگا بعد بہت غور اور تاہل اور اون عنایات اور بخششہای ایندوی کو پیش نظر رکھ کر جو
 خدا تعالیٰ نے بمقتضای کرم و فضل خلیفہ ہشام بن خلیفہ الحکم المستنصر باللہ بن

خلیفہ عبدالرحمن الناصر لدین اللہ کو عطا فرمائی ہیں اور اس کو عامہ خلائق
 کا امام اور امیر المؤمنین گردانا ہے یہ خوف عظیم امیر المؤمنین کے دل میں پیدا ہوا کہ اگر
 میں اپنے فرائض منصبی کے ادا کرنے میں قاصر رہا اور اپنی غریزہ رعایا اور ملک کا جن کو خدا
 نے بطور ولایت میرے سپرد کیا ہے بغیر معقول انتظام کیے بے یار اور مددگار
 اور بغیر ایسے سرپرست کے سپرد کیے جو سچا خیر خواہ ملک و رعایا کا ہو اس جہان فانی سے
 کوچ کر گیا اس وقت منتقم حقیقی کو کیا جواب دیا جائے گا پس خلیفہ نے مصمم قصد کر لیا ہے
 کہ خاندان قریش یا اون عربوں میں سے جنہوں نے اس ملک کو اپنا وطن گردانا ہے
 کسی ایسے شخص کو اپنا جانشین اور وارث ملک و قوم کا نگہبان مقرر کر دے جو قوم کا
 سچا پیکر اور دلی ہی خواہ ہو اور جو سچے عفت و عدل کے ساتھ اپنے مذہب کا پورا
 پابند ہو جس کا آئینہ قلب رنگ خود غرضی اور خود ستانی اور مردم آزاری کی ضلالت کے
 صاف اور روشن ہو۔ جو معدلت گستری اور رعایا پروری اور راست بازی میں مشہور
 عالم ہو۔ غرض وہ ایسا آدمی ہو جو ہمیشہ اپنے خدا اور رسول سے ڈرتا رہے اور ان کے
 احکام سے سرمو انحراف نہ کرے اور جس سے خدا اور رسول اور عامہ خلائق خوش
 رہیں۔ بعد جوئی بسیار امیر المؤمنین نے ایک ایسے شخص کا انتخاب کیا ہے جو ان تمام
 جوہروں سے آراستہ اور تمام صفات سے پیراستہ ہے جس کا نام المطرف عبدالرحمن

بن المنصور ابن محمد ابن ابی عامر ہے یہ شخص ایک خاندان حالی شان کا
 رکن اعظم ہے اور بلحاظ لیاقت اور متانت اور سنجیدگی اور دیگر صفات حمیدہ اور
 خصال ستودہ اس قابل ہے کہ میرے بعد خلافت اندلس کو انجام دے
 اس کا نادر العصر اور اس میں ان تمام باتوں کا جمع ہونا جو کہ بادشاہوں میں لازمی
 اور ضروری ہیں جن کے باعث اس کو اپنے ہم عصرون پر ہر طرح فوق حاصل ہے
 کوئی تعجب خیز امر نہیں۔ اس لئے کہ یہ شخص المنصور کا بیٹا اور المظفر کا بہن
 ہے۔ ایک دوسری نہایت اہم وجہ اسی شخص کو منتخب اور دوسروں پر ترجیح
 دینے کی یہ ہوئی کہ جب امیر المومنین نے علم نجوم سے کام لیا تو معلوم ہوا کہ خلیفہ کے
 بعد ایک شخص بنی قطن سے تخت خلافت کو زینت چسکی تصدیق عبد اللہ ابن
 عمرو ابن القاص اور ابو ہریرہ کی اس تحریر سے ہوتی ہے کہ ایک روز
 رسول خدا صلعم نے فرمایا تھا کہ ایک وقت وہ آئے والا ہے کہ بنی قطن کا ایک
 شخص آدمیوں کو اپنے سامنے لکڑی سے ہٹکائے گا۔ چونکہ اس آدمی میں تمام
 خوبیاں جس سے انسان انسان بنتا ہے موجود ہیں اور چونکہ کوئی اس کا ہم
 نظر نہیں آتا لہذا یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ وہی آدمی ہے۔ پس امیر المومنین اپنی خاص
 خواہش اور رغبت سے بلا جبر واکراہ اور گواہوں کے سامنے خدا اور رسول اور

چار خلفاء اشدین کو اپنے اس فعل کا گواہ گردانکر اپنے زمانہ زندگی میں المامون
عبدالرحمن بن المنصور کو سلطنت کا انتظام سپرد کرتا ہے اور بعد اس کے
انتقال کے یہی تخت و تاج کا وارث ہوگا المامون عبدالرحمن بن المنصور
جو اس وقت حاضر ہے اس کو قبول کر کے وعدہ کرتا ہے کہ اپنے کار مفوضہ
کے انجام دینے میں ہمہ تن مصروف رہے گا۔

یہ فرمان جس کو سند ولی عہدی کہنا چاہیے مہ ربیع الاول ۳۹۹ھ مطابق
ستلہ عین دربار عامین بہ حاضری و زراعی سلطنت اور اعیان دولت وغیرہم
بڑا گیا اور حاضرین دربار کی اس پر دستخطیں لگیں اسی روز عبدالرحمن ولیعہد شہور ہوا
الغرض جب عبدالرحمن کی امیدیں پوری ہوئیں اور اس کی ولیعہدی کا
اعلان مسجد قرطبہ کے منبر سے کیا گیا تو اس نے نہایت اطمینان اور استقلال
کے ساتھ اپنے خیالات کے موافق سلطنت کا انتظام شروع کیا لیکن ابھی اس کا
ستارہ اقبال اپنے کمال عروج تک پہنچا تھا کہ اس کے ساتھ ہی آثار انحطاط اور
بد اقبالی کے نمودار ہونے لگے جس کا آخر نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی تباہی کے ساتھ اس کا
خاندان بھی برباد ہوا وہ امرائی عرب جو اب تک اس شہاب ثاقب کی تیز رفتاری اور
غیر معمولی روشنی سے متحیر اور بے حس و حرکت ایک سکتے کے عالم میں پڑے تھے

ایک دفعہ چونکہ تو دیکھا کہ ایک شخص جس کا باپ ان کی خوشامد اور کفش برداری کو اپنا کمال فخر سمجھتا تھا اس کے دل میں اب اس عظیم الشان سلطنت کے تاج و تخت کی آرزو پیدا ہوئی بلکہ اس نے ایک حد تک کامیابی بھی حاصل کر لی ہے عجیب و غریب تماشا دیکھ کر بنی امیہ اور قرشیوں نے اس کی مخالفت شروع کی۔ ان کی خوب بخت سے چند ہی روز میں اون کو عمدہ موقع اس کے مقابلہ کا ملا یعنی عبدالرحمن نے اپنے تین اس ملک کا مستقل حاکم جان کر ظلم و زیادتی شروع کر دی اور رعایا کو بڑے وقت تک اگر اس کی طرفدار نہ تھی تو مخالفت بھی نہ تھی اس کی زیادتیوں سے بد دل ہونے لگی اسی اثنا میں عبدالرحمن نے مثل اپنے باپ کے عیسائیوں سے جنگ کا قصد کیا اور فوج لیکر بذات خود قرطبہ سے جلیقیہ کی طرف روانہ ہوا۔ امرا ہی عرب نے رعایا کو مختلف تدبیروں سے اس جدید انتظام سے ناخوش اور برداشتہ خاطر کر ہی یا تھا اس کی عدم موجودگی میں انہر فوج کو جس کے سپرد عبدالرحمن نے دار الخلافہ کا انتظام کیا تھا قتل کر ڈالا اور خلیفہ کو مغرول کر کے خلیفہ عبدالرحمن الناصر لدین اللہ کے دوسرے بیٹوں میں سے محمد بن ہشام بن عبد الجبار کو ہشام کی جگہ تخت خلافت پر بٹھایا اور قلعہ الزاہرہ کو بھی منہدم کر ڈالا۔



باب ہشتم

طوایف الملوکی - محمد ابن عبد الجبار المہدی - سلیمان - سلطان ہشام کلاو بار تخت پر

بیٹھا - اہل بربر کی بغاوت - قتل عام - خلیفہ ہشام کا قتل -

محمد المہدی باللہ کے مختصر حالات یہ ہیں کہ اس کے باپ ہشام ابن عبد الجبار نے عبد الملک ابن المنصور کے زمانہ حکومت میں تخت پر بیٹھنے کی کوشش کی تھی لیکن بہت جلد عبد الملک کو اس کے ارادے کی اطلاع ہو گئی اور اس نے ۳۹۷ھ مطابق ۹۷۷ء میں اس کو قتل کر ڈالا۔ اس کے قتل کے بعد محمد ابن ہشام کا جو کہ ایک صاحب ہمت و جرات آدمی تھا یہ قصد ہوا کہ اپنی باپ کے شروع کئے ہوئے کام کی تکمیل کرے لیکن عبد الملک کی ہوشیاری اور حسن انتظام نے اس کو اس قصد سے باز رکھا۔ جب عبد الرحمن اپنے بہائی کی جگہ وزیر مقرر ہوا اور یحییٰ خلیفہ کو معطل کر کے اپنی ولیعہدی کا اعلان کیا۔ محمد ابن ہشام نے عامہ خلائق کو اس بات سے بے انتہا ناراض اور

عبدالرحمن کی عدم موجودگی میں میدان خالی پا کر اس کے خلاف میں سازش شروع کر دی حسن ابن یحییٰ اور ایک شخص مطرف نامی نے اس سازش میں اس کو بہت کچھ مدد دی علاوہ اس کے اس نے اپنے گرد بہت سے بد معاشوں اور ایسے جرایم پیشہ لوگوں کو جو محض اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اپنی جان عزیز دینے پر آمادہ اور تیار تھے فراہم کر لیا۔

عبدالرحمن نے قرطبہ چھڑنے کے قبل خزانہ کی تفتیش کی اور احمد ابن حزم اور عبداللہ ابن عمر کو جن کی خیر خواہی اور ہوشیاری پر اس کو پورا بہروسہ تھا دارالخلافہ کا حاکم مقرر کیا چونکہ اس کو پورے طور پر یقین ہو گیا تھا کہ اب میرے مقابلہ میں کوئی شخص سبب شورش نہیں اوٹھا سکتا لہذا دارالخلافہ میں زیادہ فوج چھڑنے کی چندان ضرورت نہ سمجھی اس سہل انگاری کا یہ ثمر ملا کہ اس کے جاتے ہی اس کے مخالفین درپے اس کی بربادی کے ہو گئے محمد ابن ہشام ابن عبدالحجاز کے لوگوں میں سے کسی کی غلطی سے قبل از وقت تمام شہر میں یہ افواہ پھیل گیا کہ ایک زبردست شخص ابن ابی عامر سے عنقریب حکومت چھینا چاہتا ہے ابن عمر نے جب اس خبر و شست اتر کر سنا تو فوراً شہر میں اس گناہم شخص کے گرفتار کرنے کی غرض سے جاسوس مقرر اور مشتبہ اشخاص کی نگرانی کے لیے سخت احکام جاری کیے۔ اس

غلطی کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند روز تک باغیوں کو اپنا کام ملتوی کرنا پڑا لیکن تھوڑے روز
 بعد موقع پا کر بتاریخ ۵ ارجادی الاخریٰ روز دوشنبہ ۳۹۹ھ مطابق سنہ ۹۹۹ھ محمد
 ابن عبد الجبار نے اپنے ہمرازوں میں سے تیس آدمیوں کو جن کی جرأت اور
 خیر خواہی پر اس کو پورا اطمینان تھا سپہ حکم دیا کہ یہ پُل کے دروازہ سے قرطبہ میں
 داخل ہوں اور فصیل پر چھان شام کو لوگ بطور سیر و تفریح جمع ہوا کرتے ہیں مثال تاشانچہ
 کھڑے ہوں اور حکم کے منتظر رہیں۔ ان کی روانگی کے بعد محمد ابن عبد الجبار
 خود ایک خچر پر سوار ہوا اور تنہا اس دروازہ پر آیا جس کی فصیل پر یہ لوگ حکم کے منتظر
 کھڑے تھے۔ جب یہ قریب پہنچا اس کے ساتھی جو اندر پوشیدہ موجود تھے اونہوں
 نے دروازہ کھول دیا اور دربان وغیرہ جو ان کے سدراہ ہوئے ان کو قتل کرتے
 ہوئے ابن عمر کے مکان پر حملہ آور ہوئے۔ اس وقت ابن عمر دو عورتوں کے
 ساتھ میکشی میں مشغول تھا محمد ابن عبد الجبار خود خواجگاہ میں گھس آیا اور ابن عمر کو
 اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ اس عرصہ میں اس کے تمام رفقا جمع ہو گئے ان کے
 ساتھ محمد ابن عبد الجبار قصر شاہی کی طرف آیا۔ یہاں حاکم شہر کے قتل کی پہلی ہی
 خبر پہنچ چکی تھی دروازے قصر کے بند کر کے ہر جگہ فوج متعین کر دی گئی تھی باغیوں
 تعداد بمقابلہ فوج شاہی کہیں زیادہ تھی باب السباع اور باب الجناح کی دیوار

کو توڑتے اور فوج کو شکست دیتے ہوئے قصر میں داخل ہو گئے محمد ابن عبد الجبار
 بھی اس وقت بالبدست کی طرف سے ان کی مدد کے لیے پہونچا باوجودیکہ قلعہ الزاہرہ میں
 اعلیٰ عہدہ دار اور افسران فوج مثل ابو عمر ابن خرم اور عبد اللہ ابن سلامہ
 وغیرہم مع فوج موجود تھے اور ان کو اس ہی روز عصر کے وقت تک اس بغاوت
 کی اطلاع ہو گئی تھی لیکن مثل سابق اس کو محض ایک افواہ سمجھی۔ ان کا اس بغاوت
 کا اس وقت یقین ہوا کہ جب المہدی نے قصر شاہی پر قبضہ کر لیا۔ با این ہمہ
 دفع بغاوت کی تدبیر نہ کی اور صرف قلع کے دروازے بند کر کے رات بہر مسلح
 یورش کی انتظار میں بیٹھ رہے۔ قرطبہ میں جب خلیفہ ہشام کو المہدی
 کے قصر میں گھس آنے کی خبر ہوئی تو اس نے کھلا ہیجا کہ اگر تو میری ہلاکت سے
 درگزرے تو میں سلطنت سے دست بردار ہو جاتا ہوں المہدی نے جواب دیا
 کہ خدا میری نیت سے واقف ہے کہ میں اپنے خاندان کا دشمن نہیں اور نہ میں
 اپنے رشتہ داروں میں سے کسی کے قتل کا قصد رکھتا ہوں ہشام اگر اس ملک
 کی حکومت سے کنارہ کش ہو تو میں اس کے ساتھ وہی برتاؤ کروں گا جو اس کے
 لائق اور سزاوار ہوگا۔ اس کے بعد اس نے علماء اور امراء اور رعایا کے سربراہوں کو
 لوگوں کو جمع کیا اور ایک فرمان تیار کر لیا جس کا مضمون یہ تھا کہ ہشام سلطنت سے

دست بردار اور محمد ابن ہشام ابن الجبار المہدی اوس کی جگہ تخت نشین ہوا۔ اس دستاویز پر تمام حاضرین دربار نے اپنے دستخط کیے۔

بروز چار شنبہ علی الصباح سلطان محمد اول المہدی نے مستقل طور پر دار الخلافہ کا انتظام شروع کیا۔ اس نے سب سے پہلے اپنے ایک چچا زاد بھائی محمد ابن المغیرہ کو حاجب اور دوسرے امیہ ابن الحاف کو صاحب المذنبۃ یعنی حاکم قرطبہ مقرر کیا اور ان دونوں کو حکم دیا کہ فوراً جدید فوج کی بہرتی بلا لحاظ قوم اور پیشہ شروع کر دی جائے۔ اس کی فیاضی کی خبر سن کر اتنے لوگ بخوشی ملی جمع ہوئے کہ قلیل عرصہ میں عمدہ فوج تیار ہو گئی۔ اس انتظام کے بعد المہدی نے اپنے حاجب کو الزاہرہ کی تسخیر کا حکم دیا۔ مگر دار الخلافہ پر قبضہ کرنے کے بعد اہل اس ایسے مایوس و سست بہت ہوئے کہ بغیر لڑے دروازے فوراً کھول دیے۔

محمد ابن المغیرہ قلعہ میں داخل ہوا باوجودیکہ وہ ان کی رعایا کے کسی قسم کی مخالفت نہیں کی تھی تاہم چند روز تک لوٹ مار کا بازار گرم رہا۔ عامہ خلایق اور شاہی مکانات اور امرا کے باغ وغیرہ سے نہ صرف مال و متاع ہی لیا بلکہ مکانات کو اس قدر شکستہ و برباد کیا کہ یہ قلعہ چند ہی روز میں خراب ہو گیا مگر المغیرہ نے اس غارتگری اور تباہی پر

یہ المہدی، قطاز ہے کہ اس لوٹ سے شہر لاکھ دینار اور اکیس لاکھ پیڑھاں صلیح بن النیر کے حصہ میں آیا تھا۔

بھی اکتفانہ کیا اور بتاریخ ۱۹ جمادی الآخر ۳۹۹ھ قلعہ میں آگ لگا کر اوس کو بالکل
 نیست و نابود کر دیا اوس ہی روز محمد المہدی حسن شاہانہ کے ساتھ تخت خلافت
 پر ٹمکن ہوا اور مسجد قرطبہ میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور اوس خطبہ میں
 عبد الرحمن بن المنصور کی بہت کچھ مذمت کی گئی۔ ختم خطبہ کے بعد عامہ
 خلیق کی اطلاع کے واسطے ایک فرمان جو مشتمل باس مضمون تھا کہ بجای ہشام
 المہدی فرمان رواسی اندلس ہوا صادر ہوا اور ہشام کی نسبت جو محل کے
 ایک حصہ میں قید تھا مصلحتاً مشہور کیا کہ خلیفہ فوت ہو گیا۔ بتاریخ ۲۵ جمادی الآخر
 ۳۹۹ھ مطابق ۱۹ جمادی الآخر المہدی نے مسجد قرطبہ میں بذات خود جا کر عامہ خلیق
 کے ساتھ نماز پڑھی اس کے بعد امام نے ممبر پر کھڑے ہو کر حاضرین سے آواز
 بلند کہا کہ امیر المؤمنین کا یہ حکم ہے کہ میری عزیز رعایا مجھ کو عبد الرحمن اور اوس کے
 ساتھیوں کے استیصال میں مدد دے۔ اس حکم کے مشہور ہوتے ہی دو درو
 سے لوگ جو عبد الرحمن کی طرز حکومت سے نالاں تھے قرطبہ میں جمع ہوئے
 اور فوج میں شریک کر لیے گئے۔ اس نئی فوج کو حکم ہوا کہ قرطبہ کے باہر میدان
 سراق میں خلیفہ کے خیمے کے گرد اقامت پذیر ہو۔
 ادھر دار الخلافہ میں یہ واقعات پیش تھے اور وہ عبد الرحمن ابن المنصور

ان معاملات سے بالکل بے خبر کمال اطمینان اور خوشی کے ساتھ آگے بڑھتا چلا جاتا لیکن جب یہ مع فوج شہر طلیطلہ میں داخل ہوا تو اس کو یہ خبر وحشت انگیز پہنچی کہ قرطبہ پر مخالفین کا قبضہ ہو گیا ہے فوج اور ملازمین بلکہ اس کے تمام رفقاء جن پر اس کو کمال اطمینان اور بہروسہ تھا باغیوں کے شریک ہو گئے ہیں اور روز بروز المہدی کی قوت اور حکومت بڑھتی جاتی ہے۔ یہ فوراً طلیطلہ سے قلععات واپس آیا اور فوج اور جو عہدہ دار اس کے ساتھ تھے ان سب سے خیر خواہی کا عہدہ موافقت لینا چاہا لیکن فوج نے حلف اٹھانے سے قطعی انکار کیا اور صاف جواب دیا کہ ہم ایک بار حلفاً اقرار کر چکے ہیں وہی کافی ہے اس جواب سے **شیشول** نہایت حیران اور غمناک ہوا کہ شاید بغاوت کا اثر یہاں تک پہنچ گیا ہے۔ چنانچہ جب اس نے محمد ابن علی الرضائی کو جو ان شکروں میں شریک تھا بلا کر یہ سول کیا کہ تیرے اور میرے عہدہ اور وقعت میں کوئی فرق مابہ الامتیاز ہے یا نہیں اس امیر نے جواب دیا کہ میں صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ میرے علاوہ اس فوج میں کوئی شخص تجھ کو ایسا نہ ملے گا جو تیرے حکم سے یا تیرے بچاؤ کے لیے اپنی تلوار کو میان سے کھینچے عبد الرحمن نے پہر پوچھا کہ تیرے پاس اس فوج کے کنخرف ہو جانے کا کیا ثبوت ہے اس نے جواب دیا کہ تو اپنے باورچیوں اور خیر خواہوں کو

یہ حکم دے کہ یہ لوگ طلیطلہ روانہ ہوں خود معلوم ہو جائے گا کہ اس فوج میں سے کون تیرا ساتھ دینے پر آمادہ ہے۔ یہ سن کر شنشول نہایت برداشتہ خاطر ہوا اور حالت غضب میں کہا کہ تیرے بیان کی تصدیق ابھی ہو جاتی ہے اس وقت عبد الرحمن کے ہمراہ ایک عیسائی حاکم ابن عوس بھی موجود تھا اس نے عبد الرحمن کو اس حالت پریشانی میں دیکھ کر صلاح دی کہ مناسب وقت یہی ہے کہ تو میرے ملک کو چلا چل بعد دستی لشکر میں بھی تیرا ساتھ دینے پر ہم تن آمادہ ہوں۔ چونکہ عبد الرحمن کے تنزل کا زمانہ آگیا تھا اس عیسائی کی نیک ہمت کو نا منظور کیا اور کہا کہ میں قرطبہ ضرور جاؤں گا اور مجھ کو قطعی امید ہے کہ جب لوگ مجھ کو دار الخلافہ کے قریب دیکھیں گے تو یقیناً میری مدد کے لیے آمادہ ہو جائیں گے ابن عوس نے بار دیگر باصرہ اتمام اوس کو اس ارادے سے باز رکھنا چاہا اور کہا کہ ایک امید موہوم پر اپنی جان کہو نا عقلندی اور دانشوری سے بعید ہے۔ بخدا کہتا ہوں کہ اقبال نے تجھ سے اپنا منہ پھیر لیا اور فوج تجھ کو صاف جواب دہ کی ہے جب اس عیسائی نے دیکھا کہ شنشول اپنی تباہی اور ہلاکت پر بالکل آمادہ ہے مجبوراً کہا کہ بہتر ہے کہ جو امر تجھ کو مناسب معلوم ہو اوس پر عمل کر میں تیرا ساتھ کسی حالت میں نہ چھوڑوں گا حالانکہ میں یہ خوب جانتا ہوں کہ جو طرز کہ تو اختیار کرنا چاہتا ہے وہ ہم دونوں

تباہ کر گیا۔ مگر عبدالرحمن اپنے ارادہ پر قائم ہوا و مع ابن عومس قرطبہ کی طرف کوچ کیا باوجودیکہ اس کو اثنائی راہ میں یہاں پہنچتی گئی کہ دور دور سے لوگ بخوشی تمام آکر المہدی کی فوج میں شریک ہو رہے ہیں عبدالرحمن اسی طرح بڑھتا چلا گیا اور بتاریخ ۲۹ جمادی الاخری ۳۹۹ھ اس نے قرطبہ کے قریب مقام کیا اسی رات کو بربری فوج جو پہلے سے منحرف تھی المہدی کی فوج میں جا کر شریک اور صبح تک باقی ماندہ فوج بھی بلا اطلاع قرطبہ کی طرف روانہ ہو گئی صرف اس کے چند خانگی ملازم اور ابن عومس مع اپنی فوج کے رہ گئے اس عسائی نے عبدالرحمن کی تباہ حالت دیکھ کر اس کو پہنچایا کہ اس آفت عظیم سے بچنے کے لیے جو قلیل وقت باقی رہ گیا ہے اس کو غنیمت سمجھو اور اپنی بربادی کے قبل بہاگ چل لیکن شنشول نے پہرہی جو اب دیکھنا میں ضرور قرطبہ جاؤں گا ہاں قبل رہی میں اپنے قاضی کو پہنچا دیا ہاں آئے کی اجازت منگوا لیتا ہوں لیکن اس احتیاط سے بھی اس نے قطع نظر کی اور وہاں سے چل کر بتاریخ ۳۰ رجب روز چار شنبہ دیر شوش میں مقام کیا۔ اسی اثنائے میں محمد المہدی کو عبدالرحمن کے آنے اور اس کی فوج کی بغاوت کی اطلاع پہنچی اس نے محمد ابن المغیرہ کو دو سو سوار دیکر اس کی گرفتاری کے لیے بھیجا۔ حاجب نے دیر شوش کے قریب ایک افسر ابن ذریعی

کو ایک رسالے کے ساتھ آگے جانے کا حکم دیا ابن ذری نہایت احتیاط اور ہوشیاری سے بروز جمعہ علی الصبح دیر شوس کے سامنے نمودار ہو لہذا عبد الرحمن نے فیصل پر سے ذری کے آنے کی وجہ دریافت کی اور کہا کہ میں المہدی کی فرمانبرداری کے لئے ہمت من موجود ہوں یہ کہہ کر اس نے گرجا کے دروازے پر کھول دینے کا حکم دیا اور خود مع ابن عوس اور عیسائی افسروں کے ابن ذری کے ساتھ ہو گیا اسی روز بعد ظہر ابن المغیرہ بھی وہاں آیا اور ان سب کو ساتھ لے کر قرطبہ کی طرف روانہ ہوا۔

ایک زمانہ وہ تھا کہ عبد الرحمن نے تحت خلافت کا دعویٰ کیا تھا اور ان قدیم اعرابی عرب کو جن کو اپنی نسل اور خاندان پر کمال فخر تھا اپنے ملازمین کی سے بھی بدتر سمجھتا تھا اور اب یہ زمانہ ہے کہ محض اپنی جان کے خوف سے عبد الرحمن نے حاجب کی صرف تعظیم ہی نہیں کی بلکہ اس کے گھوڑے کے سمون اور ٹپھوں کو بوسہ دیا ابن عوس ستر کن بالکل خاموش ایک طرف کھڑا ہوا اس انقلاب عظیم کا تماشا دیکھتا رہا۔ دوسرے روز جب یہ لوگ اپنی قیامگاہ سے روانہ ہونے لگے تو قبل ازروانگی حاجب کے حکم سے عبد الرحمن کی مشکین خوب مضبوط باندھی گئیں

لے ایک نہایت مستحکم عسائیون کا معابد تھا۔

کچھ دور تو یہ مشکل تمام چلا لیکن جب اس تکلیف کے برداشت کرنے کی قوت نہ رہی
 تو اس نے نہایت ہی عجز و انکسار سے اپنی رہائی کی استدعا کی ابن المغیرہ کو
 بھی اس کے حال زار پر رحم آیا اور اس کی مشکلیں کھول دینے کی اجازت دی
 لیکن عبدالرحمن کی بدبختی اور کوتاہ اندیشی کو دیکھنا چاہیے کہ جب دیر شوس کی
 بلندی اور استحکم دیواریں اس کو اپنی آغوشِ پناہ میں لے لے ہوئے تھیں اس نے اپنے
 بچانے کی مطلقاً فکر نہ کی بلکہ برضاً و رغبت خود اپنے کو دشمنوں کے حوالے کر دیا اور
 جبکہ یہ ان لوگوں کے قبضے میں پوری طرح آچکا اس نے صرف اپنے ہاتھوں کو رٹا
 پا کر ایک چھری سے جو اس کے کپڑوں میں پوشیدہ تھی ایک سپاہی پر جو اس کے
 قریب کھڑا تھا حملہ کیا مگر قبل اس کے کہ یہ کسی کو ضرر پہنچائے محمد ابن المغیرہ نے
 آگے بڑھ کر اس کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا اور اسی طرح ابن عجمس کو راہِ عدم کھا کر
 ان دونوں کے سر اور عبدالرحمن کی لاش قرطبہ لایا یہاں عبدالرحمن کا سر
 باب السدة پر لٹکایا گیا اور اس کی لاش کو دروازے کے سامنے ایک ستون پر
 نصب کر دیا اور اس کی فوج کو خاص افسر الرسان نامی کو نعرش کے قریب کھڑا کیا
 اور اس کو حکم دیا کہ باواز بلند کہتا رہے کہ شنشول المامون یہی ہے۔ اس کے
 اور میرے سروں پر خدا ہی تعالیٰ اپنا قہر نازل کرے۔

عبدالرحمن ابن المنصور راہ محرم ۳۹۹ھ مطابق ستمبر ۱۰۰۸ء میں خلیفہ
ہشتم کا حاجب مقرر ہوا تھا اور ۳۴۹ھ مطابق ۳ مارچ ۱۰۰۸ء میں
تقریباً سات مہینہ کی حکومت کے بعد قتل ہوا اس قلیل زمانہ میں جو عروج کہ اس کو
حاصل ہوا اس کا ذکر ہم پہلے تحریر کرتے ہیں اس کے ذاتی حالات کی نسبت
صرف اس قدر کہنا کافی ہے کہ گویا مثل اپنے باپ اور بہائی کے نہایت ہوشیار
اور تجربہ کار اور لائق بھی تھا لیکن المنصور اور عبدالملک میں عمدہ خصایل بھی
ایسے تھے کہ ان حکمرانیوں کو جو انہوں نے اپنے بادشاہ کے ساتھ کیں تھیں
ایک حد تک ملتا جلتا اور ان کو قوم و ملت کا سچا خیر خواہ ظاہر کرتے ہیں عبدالرحمن
ان عمدہ خصائل سے معز تھا۔ یہ اس قدر خود غرض تھا کہ اس کو سلطنت کی بربادی
اور یہودی کی پروانہ تھی صرف اپنے ذاتی نفع سے غرض رکھتا تھا یہی سبب تھا
کہ فوج اور رعایا المنصور اور المنظر کو عزیز رکھتی تھی اور عبدالرحمن کے برتاؤ سے
ناراض ہو کر بالکل برگشتہ ہو گئی تھی۔ علاوہ اس کے سب لوگ اس کی زنا کاری
اور شراب خواری اور فسق و فجور سے نہایت متنفر تھے ایک روز حسب اتفاق
اس کے سامنے مسجد قرطبہ میں موزن نے اذان دی تو اس نے کہا کہ اس
شخص کو یہ اذان دینی چاہیے کہ یہاں اگر خدا سے انکار کرو چوں کہ عبدالرحمن

لاد لہتھا اور کوئی عزیز بھی اس کا موجود نہ تھا پس خاندان ابن عامر کا خاتمہ اس ہی ہو گیا
 محمد المہدی کو عبد الرحمن بن المنصور و دیگر مخالفین کے استیصال کے
 بعد بھی بغاوت سے نجات نہ ملی قوم بربر جس نے المنصور اور المنظر کو اس قدر
 مدد دی اور جو ہمیشہ ان کے اور ان کے خاندان کے خیر خواہ تھے اب
 عبد الرحمن کے طرز بتاؤں سے ناراض ہو کر محمد المہدی کے شریک ہو گئے تھے
 باوجودیکہ عامہ خلایق اس قوم کے مظالم سے جان بلب ہو گئی تھی اور یہ خوب
 جانتا تھا کہ اگر جب خواہش رعایا اس ظلم و زیادتی کا فوراً انتقام نہ لیا گیا تو عام بلوہ
 و فساد کا بڑا اندیشہ ہے مگر کچھ ایسے واقعات چند و چند پیش تھے کہ المہدی کو
 بمقابلہ رعایا اہل بربر کی طرف داری کرنی پڑی خلاف امید پادشاہ کو اپنے دشمنوں کا
 معاون پا کر رعایا ایسی برا فروختہ خاطر ہوئی کہ خاص قمر طبع میں ایک ہنگامہ عظیم برپا
 ہو گیا اور بربری افسردن کے مکانات ایک آن میں زمین دوز کر دئے گئے۔
 المہدی نے اہل بربر کے دباؤ اور خوف سے جو لوگ اس فساد کے بانی تھے
 ان کے قتل کا حکم دیا اور جو لوگ راستوں پر بربر امرا کی توہین کے مرتکب ہوتے
 تھے ان کو بھی سخت سزائیں دی گئیں۔ ان واقعات سے المہدی کے ساتھ
 رعایا کا نفاق اور مخالفت دن بدن بڑھتی گئی اگرچہ المہدی بظاہر بربر کا شریک و

معاون تھا لیکن باطناً ان کا مخالف اور ان کی قوت کے توڑنے کی فکر میں تھا مگر اہل بربر کو اس کی طرز روش سے مخالفت کے آثار معلوم ہونے لگے جب اس نے پوشیدہ طور پر ان کا بندوبست کرنا چاہا تو اس قوم نے مخالفت کی خبر یا کر ان سب سے فوراً باہم مشورہ کیا کہ المہدی کو فوراً تخت سے اتار کر اس کے رشتہ دار ہشام بن سلیمان کو تخت پر بٹھانا چاہیے۔ اس سازش کی اطلاع حبوت امرائی عرب کو ہوئی اور انہوں نے بہ مشارکت رعایا ان کو حیرا دار الخلافہ کے باہر کر دیا اور ہشام بن سلیمان اور اس کے بھائی ابو بکر کو گرفتار کر کے المہدی نے ان کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ ان ہی کا ایک غریب سلیمان بن الحکم ہمیں بدل کر بمشکل تمام قرطبہ کے باہر برون مین آہلا۔ اہل بربر نے سلیمان کو فوراً المستعین باللہ کے لقب کے ساتھ اپنا بادشاہ بنایا اور چاہا کہ قرطبہ پر چڑھ کر لیکن سلیمان نے اپنے مین حملہ کی قوت نہ پائی اور ان لوگوں کو بمشکل راضی کر کے ثنا غریبی طلیطلہ کی سرحد پر لے آیا یہاں اس نے احمد ابن نصیب کو اپنا وزیر مقرر کیا اور وادی الحجاز پر چڑھ کر کے اس مقام کو اپنے قبضہ میں لایا اس کے بعد سلیمان نے وضع العامری حاکم مدینہ سالم کو ترغیب دیکر

لے ہشام کا سلسلہ خلیفہ عبدالرحمن الثابت سے ملتا ہے۔

اپنا معاون اور طرفدار بنانا چاہا مگر واضح نے عبدالرحمن کو قتل کر کے ہی المہدی
 کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا تھا سلیمان کے خوشامد امین الفاظ اور ترقی کے وعدہ پر
 بالکل التفات نہ کیا اور اپنے بچاؤ کا ہر طرح بندوبست کر لیا جب المہدی کو
 خبر پہنچی کہ سلیمان اپنی فوج لیکر واضح پر حملہ کرنا چاہتا ہے اس نے فوراً
 چند رسالہ اپنے غلام قمیصر کے ساتھ اوس کی امداد کے لئے روانہ کیئے
 ان دونوں مخالف فوجوں میں متعدد لڑائیاں ہوئیں اور ہر بار المہدی کی فوج
 کو شکست ملی مگر آخر جنگ میں دونوں طرف بے انتہا مسلمان ایک دوسرے کی
 شمشیر خون آشام کے لقمہ ہوئے اور قمیصر قتل ہوا واضح بمشکل تمام باقی ماندہ
 فوج کے ساتھ مدینۃ السلام میں قلعہ بند ہو گیا اور بربرون کو پے در پے کھڑا
 اور شب فوجوں اور نایابی غلے نے اس قدر پریشان کیا کہ صرف پندرہ ہی روز میں
 ان پر فاقہ کشی کی نوبت پہنچی جو مقامات شاداب اس شہر کے اطراف و اکناف
 میں واقع تھے ان کو واضح نے بالقصد تباہ کر دیا تھا۔ الغرض جب سلیمان نے
 دیکھا کہ رسد وغیرہ کا اگر فوراً کوئی انتظام نہ ہوا تو بربرشکستہ دل اور تاب فاقہ کشی نہ لاکر
 منتشر و فرار ہو جائیں گے اس نے اپنے فوجی افسروں سے مشورہ لیا اور بموجب
 صوابدید ان کے دو آدمی بطور سفیر اسن مادویہ ایک عیسائی قومس کے پاس

نہیجے اور اوس سے درخواست کی کہ تم ہماری اور المہدی کی مصالحت
 کرادو اور اگر المہدی صلح پر راضی نہ ہو تو پہریم اور تم دونوں قرطبہ چھلے
 کریں گے۔ جب سفارت ابن مادویہ کے پاس پہونچی سفیرون نے دیکھا
 کہ المہدی اور واضح کے قاصد بھی اس عیسائی کو اپنی مدد پر آمادہ کرنیکی
 غرض سے آئے ہوئے ہیں اور قریب ہے کہ اس کو بہت کچھ طمع دیکر اپنا طفلہ
 اور معاون بنالین۔ المہدی نے منجملہ دیگر وعدوں کے یہ بھی کہلا بھیجا تھا کہ
 بشرط کامیابی سرحدی قلعوں پر تمہارا قبضہ کرادیا جائے گا۔ ادھر سلیمان کے
 لوگوں نے بھی ابن مادویہ کے ہموار کرنے میں کوشش تبلیغ کی۔ بالآخر
 عیسائیوں نے سلیمان کے شرائط کو منظور کر لیا اور بہت کچھ سامان غرونوش
 مع ایک ہزار بیل اور گائے اور پندرہ ہزار کبرے اور ضروری لباس وغیرہ سلیمان
 کو بھیجا۔ اس مدد کے پہونچتے ہی برون کی مایوسی بالکل رفع ہو گئی۔ واضح
 اور سلیمان اون کو ہر طرح جنگ کے واسطے آمادہ پاکر مدینۃ السلام آیا اور
 واضح سے صلح کا خواستگار ہوا مگر واضح نے اس کو مدد دینے سے انکار کر دیا
 اہل بربراہ محرم منہ نہ مطابق فتاویٰ میں قرطبہ کی طرف روانہ ہوئے
 واضح بھی المہدی کی مدد کے لئے ان کے عقب میں چلا مگر اس سے ایک

بڑی غلطی یہ ہوئی کہ اپنی فوج کو کافی اور قوی سمجھ کر اٹھارہ مین سلیمان کے ساتھ
 جنگ شروع کر دی اس جلدی کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ شکست فاش کہا کر مشکل تمام کیہ و تنہا
 قرطبہ بہاگ آیا۔ یہاں تو اہل بربر اور المہدی کے طرفداروں میں قرطبہ
 کے حوالی میں بازار حرب و ضرب گرم تھا۔ وہاں یعنی دار الخلافہ کی چار دیواری کے
 اندر المہدی ان واقعات سے بالکل بے پروا نشہ حکومت سے میست
 نامی و نوش میں مصروف تھا۔ جس وقت واضح اور اس کے بعد اس کی فوج
 کے چار سو آدمی ہزیمت خوردہ نہایت پریشان اور تباہ قرطبہ میں داخل ہوئے
 تب المہدی کی آنکھیں کھلیں اور بحالت پریشانی دوسرا سیکمی اس نے شہر کے
 باہر میدان سراوق میں اپنی فوج کو فراہم کیا۔ لشکر کے اطراف ایک نہایت
 عمیق خندق بنوائی۔ یہ ہنوز انتظام میں مصروف تھا کہ اس کا ایک خواجہ سرالمیق
 نامی دو سو سواروں کے ساتھ افتان و خیزان سلیمان کی فوج کے ہراول سے
 اپنی جان بچا کر آیا ہی تھا کہ اتنے میں سلیمان کی فوج نمودار اور وہیں شہر کے
 سامنے خمی زن ہوئی المہدی نے حکم دیا کہ شہر میں جو مرد ہتھیار اوٹھائے ان کے
 قابل ہیں وہ سب مسلح میدان سراوق میں حاضر ہو جائیں۔ الحاصل بتاریخ
 ۱۳ ربیع الاول ۳۸۸ھ مطابق ۱۳ نومبر ۱۰۰۰ء دونوں فوجیں با ترتیب اور

صف بستہ ایک دوسرے کے سامنے استادہ ہوئیں سب سے پہلے سلیمان
 فزینی خاص تین ہزار جنگ آزمودہ سواران خوشن پوش کو حلقہ کا حکم دیا۔ ان سواروں نے
 اس دلیری اور شجاعت سے المہدی کی فوج پر حملہ کیا کہ جسکی تاب قرطبی نہ لاسکتا
 اور پرگندہ ہو کر شہر کی طرف بہاگ نکلے واضح العامری اپنی جان بچا کر طلیطلہ
 کی طرف بہاگ آیا محمد المہدی نے جب اس تباہی کا سامنا دیکھا میدان
 جنگ سے سید با قہر شاہی واپس آیا اور خلیفہ ہشام کو قید سے رہا کر کے اعلان
 کیا کہ جب کہ ہمارا بادشاہ زندہ اور سلامت ہے میں کسی طرح سلطنت کا مستحق
 نہیں ہو سکتا میں صرف امیر المومنین کا وزیر اور فرمان بردار ہوں۔ اس کے بعد
 المہدی نے پہلے خود خیر خواہی اور جان نثاری کا حلف کیا اور پہر حاضرین
 و بار سے بھی اطاعت و راست بازی کا حلفی وعدہ لیا۔ پہر المہدی نے بواسطت
 اپنے قاضی کے اہل بربر کو یہ کہلا بھیجا کہ میں صرف امیر المومنین خلیفہ ہشام کا
 ایک ادنیٰ سچا غلام ہوں وہ میرا خلیفہ برحق ہے اور میں اوس کا حاجب ہوں۔
 ملکے رعایا کا وہی مالک ہے۔ ہر پرہیزگار نے جواب دیا کہ اے دروغگو ہمارے
 سامنے سے فوج چلا جا۔ کیا ہم نہیں جانتے کہ یہ کل ہی کا واقعہ ہے کہ یہ مشہور کیا
 گیا تھا کہ خلیفہ ہشام کا انتقال ہو گیا اور تو ہی نے اوس کی نماز جنازہ بھی پڑھی تھی

اور تو ہی اب یہ کہتا ہے کہ امیر المومنین زندہ ہے اور یہ خلافت اوس ہی کو منسوب ہے ہم کس بات کو باور کریں۔ قاضی اس طرز گفتگو سے نہایت خائف ہوا اور کسی حیلہ و بہانہ سے قمر طیبہ واپس آیا قمر طیبہ کی رعایا ان خانگی لڑائیوں سے اور نیز محمد المہدی کی طرز حکومت سے اس قدر تنگ اور پریشان تھی کہ اس لڑائی کے بعد ہی ہر کس و ناکس شہر کا سلیمان کے پاس آیا اور اس فتحیابی پر ہر شخص نے اپنی خوشنودی ظاہر کی سلیمان نے رعایا کو جب اپنا اس قدر طرفدار پایا تو یہ شہر میں داخل ہوا قصر شاہی میں یہہ معلوم ہوا کہ المہدی اپنی جان بچا کر کسی طرف بھاگ گیا ہے۔

جب سلیمان المستعین باللہ نے دار الخلافہ پر اپنا قبضہ کیا تو اب اس مادویہ نے ایفائی وعدہ کی درخواست کی سلیمان نے جواب دیا کہ ابھی تمام ملک میرے زیر حکومت نہیں آیا ہے بعد تسلط و اطمینان قطعی کے تمام شرائط کیل کر دوں گا۔ اس قرارداد کے بعد ابن مادویہ بتاریخ ۲۳ ربیع الاول ۳۸۵ھ مطابق ۱۸۷۱ء اپنے ملک واپس چلا گیا سلیمان نے اس عیسائی کے جانکے بعد سب سے پہلے خلیفہ ہشام کو محل میں قید کیا اور عبدالرحمن کی نعش کو ستون سے اوتار کر اوس کے باپ اور بہائی کی قبر کے پائنتی فن کر دیا المہدی

چند روز تک قرطبہ میں اپنے ایک دوست کے مکان میں روپوش رہا اور بالکل مستحکم رہا۔
 اپنی جان بچا کر بتایا کہ یکم جمادی الاول سنہ ۲۰ مطابق ۲۰ دسمبر ۱۸۹۹ء طلیطلہ پہنچا
 یہاں کے باشندے خلاف امید بدارا پیش آئے جس سے اس کا انتشار کستہ
 برطرف ہوا لیکن چند روز میں جس بات کا اس کو خوف تھا وہی پیش آئی یعنی بتایا
 ۱۸ جمادی الآخر سنہ ۲۰ مطابق ۲۰ جنوری سنہ ۱۳۰۰ سلیمان کا بیٹا ہشام اس کی
 گرفتاری کی غرض سے مع فوج طلیطلہ وارد ہوا شہر میں داخل ہوئے قبل اس کے
 چند علماء کو بجانب شہر بدین غرض روانہ کیا کہ رعایا کا خیال المہدی کی نسبت
 دریافت اور اگر عامہ خلایق اس کی مدد اور طرفداری پر آمادہ ہو تو اس کو اس سے باز رہا
 کی کوشش کریں۔ اہل طلیطلہ نے المہدی کا ساتھ چھوڑنے سے قطعی انکار
 کر دیا۔ اس ہی اثنا میں ایک شخص القریشی نے بغاوت کے جھنڈے کو بلند
 کیا سلیمان نے اپنے ایک افسر علی ابن داعہ کو اس شخص کی تنبیہ کے لئے
 بھیجا علی نے القریشی کو شکست دیکر گرفتار کر لیا۔

سلیمان نے بذات خود بائیں امید طلیطلہ کا غم کیا کہ یہاں کی رعایا میری
 رو و رعایت سے المہدی کی طرفداری نہ کرے گی۔ چنانچہ یہ یلغار کر کے مدینہ السلام

لے القریشی قرطبہ میں حکم سلیمان قتل کیا گیا۔

آیا اور ابن مسلمہ بھی اس کی فوج خاص لیکر یہاں پہنچا واضح ہے جب اس کے
 آنے کی خبر سنی تو وہ یہاں سے بہاگ کر طرطوشہ میں پناہ گزین ہوا اور منافقانہ
 صلح کی درخواست بشرط جان بخشی پیش کی سلیمان اس کے دہوکہ میں ایسا آیا کہ
 اس نے صرف واضح کی خطاؤں کو معاف ہی نہیں کیا بلکہ اس سمت کی فوج
 اور ملک کا افسر و حاکم اس کو بنا کر مخالف عیسائیوں کے تصفیہ کا حکم دیا اور خود قرطبہ
 واپس چلا آیا۔ واضح کو جب حکومت اور قوت حاصل ہوئی اس نے فحشہ طور پر
 عیسائیوں کو لالچ اور طمع دلا کر بمقابلہ سلیمان اون کو المہدی کی مدد پر آمادہ
 و راضی کیا۔ قلیل عرصہ میں یہ عیسائی اپنی اپنی فوج لیکر المہدی کے پاس جمع
 ہو گئے سلیمان کو جب خبر پہنچی کہ المہدی عیسائیوں کے ساتھ اس کی مقابلہ
 کے لیے آ رہا ہے اس نے بھی اپنی فوج کو درست کیا اور عقبہ البقر کے قریب
 المہدی کی فوج سے آلا۔ بتاریخ ۹ ریا۔ ارشوال سنہ ۱۰۰۰ یہ جنگ شروع ہوئی
 سلیمان اپنے حبشی رسالہ کے ساتھ لشکر کے قلب میں استاد ہتا بربروں نے
 نہایت بہادری کے ساتھ عیسائیوں پر حملہ کیا لیکن ناکام رہے اور عیسائیوں کے
 حملہ کی تاب نہ لاسکے۔ اس ابتدائی جنگ میں اہل بربر کو پسپا دیکھ کر سلیمان کچھ ایسا
 مایوس اور منتشر ہوا کہ بعض مدد اس نے اپنی خاص فوج کو ایسی کا حکم دیا اور

خود بجلت تمام مع مصاحبین قریب ہاگ آیا میں ہمہ برابر باستقلال تمام نہایت شجاعت
 اور مردانگی سے تا دیر عیسائیوں کا مقابلہ کرتے رہے حتیٰ کہ ہر منغید بادشاہ فرنگ
 کو مع نامی افسران فوج کے قتل کیا۔ مگر جب ان کو سلیمان کا میدان جنگ
 سے فوج کو بے سرچوڑ کر بہاگ جانا معلوم ہوا تو حالت غصہ اور ناامیدی میں
 یہ لوگ صف بستہ نہایت اطمینان سے لڑتے ہوئے الزہرہ اور میں داخل
 ہوئے اوس ہی رات کو جب انہوں نے اپنی تیاب و توانائی جنگ اور امید دہ کی
 نہ پائی اس مقام کو بھی خالی کر دیا سلیمان سات مہینہ کی حکومت کے بعد قریب قریب چلا آیا
 جنگ مذکور کے دوسرے روز المہدی مع اپنی عیسائی فوج کے
 دارالخلافین داخل ہوا اور تاریخ ۶ ذیقعدہ سنہ ۲۱ جون ۱۸۱۸ء میں
 عیسائیوں کو بربرون کے قریب کا حکم دیا اور خود بھی ان کے
 ساتھ روانہ ہوا۔ اوس ہی روز ایک سخت جنگ واقع ہوئی جس میں
 تین ہزار عیسائی قتل اور باقی ماندہ نہایت تباہ حال المہدی کے ساتھ قریب
 بہاگ آئے۔ یہاں عیسائیوں نے حالت رنج و غصہ میں اس قدر ظلم و زیادتی شروع
 کی کہ رعایا محلی شہر جو پہلے ہی ان خانگی جگہوں سے تباہ و تنگ تھی از حد پریشان و
 برباد ہوئی۔ بالآخر ان عیسائیوں نے لڑنے سے انکار کر دیا اور سب اپنے ملک کو

چلے گئے المہدی دوبارہ برون کا مقابلہ کرنے کے لیے آمادہ ہوا فوج کی واسطے
 رعایا سے بھیر رو پیدا وصول کیا مگر یہ نئی فوج تاب مقاومت نہ لاسکی اور بغیر لڑے
 واپس چلی گئی۔ جب المہدی نے فوج کی یہ حالت دیکھی تو اب بغرض خط
 خود ایک عیسق خندق شہر کے گرد اور اس کے قریب ایک نہایت مستحکم دیوار
 تیار کرائی لیکن جابی افسوس ہے کہ باوجود ملک کی تباہی اور عامہ خلائق کی بربادی
 اور متواتر شکستوں کے اس خندق و دیوار کو سد سکندری سمجھ کر پہر بعات معہود
 عیش و عشرت میں مصروف ہو گیا۔ فوج نے بادشاہ کو عیش پسند اور بے خبر
 اور اپنے کو مطلق العنان پاکر خلائق پر ظلم و تعدی شروع کر دی واضح گو بظاہر المہدی
 کا طرفدار تھا اور اس میں شک نہیں کہ اس نے المہدی کا برابر اس وقت تک
 ساتھ دیا لیکن قرطبہ اور رعایا کی یہ سخت تباہی اس سے دیکھی نہ گئی پہلے اس نے
 خود المہدی سے ان امور کی اصلاح کی درخواست کی۔ جب اس نے دیکھا
 کہ المہدی اس طرف متوجہ ہی نہیں ہوتا تو اس نے چند باخدا امراء سے مشورہ
 کیا گو المہدی کو واضح کی یہ کثرت بہت ناگوار گزری مگر بخوف بغاوت دم بخود ہو رہا
 اور خفیہ طور پر جو کچھ زور و جاہ اور اس وقت قصر میں موجود تھا تمام و کمال بذریعہ البو فرح
 طلیطلہ بھیجا واضح المہدی کی بے پروائی اور مذموم حرکات سے متنفر ہو کر

باغیوں سے جا ملا اور تاریخ ۲۱ ذی الحجہ سنہ ۱۰۰۰ واضح العامری اپنی فوج اور غلاموں کو ساتھ لے کر اور سب یہ نعرہ مارتے ہوئے کہ ہم اپنے حقیقی خلیفہ ہشام کے حلقہ گوش اور فرمان بردارین قصر شاہی کی طرف آئے اور ہشام کو قید سے رہا کر کے تخت خلافت پر بٹھایا المہدی اوس وقت حمام میں مصروف تھا یہ خبر وحشت اثر سن کر فوراً دربار میں آیا اور ہشام کے ساتھ تخت پر بیٹھنے کا قصد کیا کہ ایک خواجہ سرغنبر نامی نے اس کو یکڑ کر نیچے اوتارا اور جبراً تخت کے نیچے بٹھا دیا۔ خلیفہ اس کی تکفرائی کا ذکر اور نکایت تادیر کرتا رہا۔ بعدہ غنبر نے تلوار اس کے قتل کی نیت سے پہنچی۔ المہدی اپنی موت کو سامنے دیکھ کر غنبر کے جسم سے لیٹ گیا اور نہایت عاجزی سے اپنی جان بخشی جا ہی لیکن کسی نے اس کی تضرع و زاری پر رحم نہ کیا اور غنبر نے اس کو اوس ہی حالت میں قتل کیا۔ اس کی لاش شہر کی فصیل سے خندق میں پھینک دی گئی محمد ابن عبد الجبار المہدی ۵۰ سالگی میں دس مہینہ کی حکومت کے بعد قتل ہوا ابن ہشام نے اس کی حکومت چند روز کو یوں سلک نظم میں کہنیا ہے۔

بِمِلَّتِ الْفُسْقِ وَالْمُجْرِمِ
لَوْلَاهُمَا زَالَ بِالْمَصُونِ

قَدْ قَامَ مَهْدِيًّا وَلَكِنْ
وَشَارَكَ النَّاسَ فِي حَرِيمِ

مَنْ كَانَ مِنْ قَبْلِ ذَا أَجَاءَ | فَالْيَوْمَ قَدْ صَارَ ذَا قُرُونٍ

خلیفہ ہشام نے بار دیگر اپنے آبائی تخت خلافت پر بتاریخ ۱۱۲۵ ہجری تک
مطابق ۲۴ جولائی ۱۷۱۱ء میں جلوس کیا اور بمشورہ وزرا المہدی کے سر کو
اہل بربر کے پاس بمقام وادی شوس بھیجا۔ ان کو بغاوت اور سلیمان کی
شرکت سے باز کہنے کی کوشش کی لیکن خلافت امید بربروں نے ہشام
کی اطاعت سے یکجہت انکار کر دیا اور جو لوگ منجانب خلیفہ آئے تھے ان کو یہ
کہا کہ اگر اپنی اپنی جان عزیز رکھتے ہو تو فوراً چلا دو پس کرنا واجب واضح ہے کہ صلح کی
کوئی امید باقی نہیں رہی اور سلیمان نے اس قدر رسوخ چل کیا ہے کہ بربر
اپنے خلیفہ کے ساتھ برسرِ پناہ ہیں ناچار دار الخلافہ کے قلعہ اور بربروں کے
استحکام اور بندوبست کی طرف متوجہ ہوا اور دشمن کے سواروں کے روکنے
کے لیے خندقیں کھدوائیں اور مناسب موقع پر جدید فرج تیار کیے۔ اودھر سے
سلیمان مع اپنی فوج شہر کی طرف بڑھا لیکن متعدد یورشوں کے بعد جب اس نے
دیکھا کہ شہر قبضہ کرنا ممکن نہیں۔ بتاریخ ۲۴ ربیع الاول ۱۷۱۱ء مطابق ۱۷ نومبر ۱۷۱۱ء

۱۷۱۱ء (۱۱۲۵ ہجری) میں ہمدی نے طریقہ فتنہ اور گستاخی پر حکومت کی۔ اور اپنی حریم (یعنی دولت و حکومت) میں
اور لوگوں کو شریک نہ کرنا تو محفوظ تھا۔ اس سے قبل جو شخص کہ اپنے سرنگ نہ کہتا تھا آج اس کے سرنگ نکل آئے

قصر الزہراء کی طرف متوجہ ہوا اور اس مقام پر پہر قبضہ کر کے قتل عام کا حکم دیا اور
 پہر تاریخ ۲۴ شعبان ۱۸۸۵ء مطابق ۲۷ فروری ۱۸۸۵ء قمر طبع کی تاریخ کے
 خیال سے شہر کے اطراف و اکناف جو باغات اور میوہ دار درخت اور کہیت
 جنین نہرین آب شیرین کی بہار شہر کو سیراب کرتی تھیں واقع تھے نہایت بیدری
 سے تباہ کرنا شروع کیے۔ ان مقامات کی رعایا حیران اور پریشان ہو کچھ سرمایہ
 ہاتھ آیا لیکر قمر طبع میں پناہ گزین ہونے لگی۔ شہر میں پہلے ہی سے سامانِ جنگ و
 کی تکلیف تھی ان لوگوں کے جمع سے فاقہ کشی کی نوبت پہنچی یہاں تک کہ
 گھوڑوں کے دوپیمانے تین سو درہم کو بھی نہایت دشواری سے دستیاب ہو
 تھے اس حالت نزاع و پریشانی میں ابنِ مادویہ نے تکمیل معاہدہ کا تقاضا کیا۔ ایسے
 نازک وقت میں اس عیسائی کو ناراض کرنا خلافِ مصلحت تھا بہت گفت و شنید کے
 بعد اس وعدہ پر کہ عیسائی خلیفہ کے خلاف کوئی امر نہ کریں گے اور اس کو دشمنوں کو
 کسی قسم کی مدد نہ دیں گے دو سو قلعہ علاوہ چند بڑے شہروں کے جو خلیفہ الحکم
 مستنصر باللہ کے زمانہ سے عربوں کے قبضہ میں چلے آتے تھے ابنِ مادویہ
 کے حوالہ کر دئے گئے۔ اس انحطاط و کمزوری کو دیکھ کر عیسائی نے سرشور
 اٹھایا۔ چنانچہ ابنِ سیالسن نے اپنی بغاوت کا خوف لاکر چند قلعوں کی نوہست کی جو مجبوراً منظرِ کریم

اہل برہمن نے عیسائیوں کی اس سرکشی پر مطلقاً التفات نہ کیا بدستور ملک کو تاراج کرتے رہے جو شہر اور قصبے کہ سیکڑوں سال کی محنت اور عرق ریزی سے آباد اور سرسبز ہوئے تھے ان کو نیست و نابود کر دیا صرف چند شہر مثل مدینہ سالم اور طلیطلہ جو اس حصہ ملک سے باہر تھے تباہی سے محفوظ رہے۔

ملک اور رعایا اس قدر تاراج ہوئی کہ اگر کوئی شخص گھوڑے پر دو مہینہ تک سفر کرتا تو راستہ میں کسی فرد بشر سے ملاقات نہ ہوتی۔ چونکہ خلیفہ کی حفاظت اور شہر و باشندگان شہر کی امن و آسائش کا دار و مدار فوج ہی پر تھا لہذا فوج کے ساتھ ہیشام بہت رعایت کیا کرتا تھا لیکن اب رفتہ رفتہ جب فوج پر بھی وہی سختیاں گزرنے لگیں تو فوج میں بھی آثار عدول حکمی اور سرکشی کے پیدا ہونے لگے یہ حالت دیکھ کر فوج نے واضح کو ذمہ دار تمام اون آفات کا جو ان پر گزر رہی تھیں گردانا تھا، سلیسے واضح نے اپنی بیجا وکی نیت ایک باپہر اپنے خاص رفیق ابن بکر کو سلیمان کے پاس بھیج کر برون کو راہ راست پر لانا چاہا مگر جب ابن بکر برون سے مل کر شہر میں داخل ہوا برداشتہ خاطر فوج نے اس کو بلا وجہ قتل کر ڈالا اور اس کے خون آلودہ سر کو ایک تیرہ پر بلند کر کے شہر کا گشت لگایا فوج کی اس حرکت سے واضح کو اپنی جان کا خوف پیدا ہوا اور اس نے خفیہ طور پر یہاں سے فرار ہونے کا بندوبست کیا

لیکن اس کی نصیبی سے اس کے ایک مخالف ابن ابی ودعاعہ کو اس کے ارادہ کی خبر پہنچ گئی ابن ابی ودعاعہ نے فوراً گروا صلیح کو گرفتار کیا اور دوسرے فوجی لوگوں کی شرکت سے اس کو اسی وقت اور نیچو لوگ کہ اس کے دوست اور معاون سمجھے جاتے تھے سب کو قتل اور اون کے گھروں کو زمین دوز کر دیا۔ واضح تاریخ ۵ اربیع الاول ۳۸۵ھ مطابق ۱۶ اکتوبر ۳۸۵ء قتل ہوا اسی روز ابن ابی ودعاعہ والی مدینہ مقرر کیا گیا۔

سیلمان ان اندرونی واقعات سے ناواقف نہ تھا۔ اس فیبرورن کو لیکر محاصرہ میں سختی کی۔ بالآخر ایک زمانہ دراز کے محاصرہ کے بعد تاریخ ۳ شوال ۳۸۵ھ مطابق ۷ اپریل ۳۸۵ء بعد جنگ و قتل عظیم سیلمان غالب آیا اور تاریخ ۵ شوال قصر شاہی میں داخل ہوا اور خلیفہ ہشام کو اپنے سامنے طلب کر کے اس سے سوال کیا کہ تمہکو کیا یاد نہیں کہ تو نے بطور خود خلافت کو میرے سپرد کیا تھا یہ کہیں تو اپنے وعدہ سے منحرف ہوا خلیفہ نے جواب دیا کہ جو واقعات کہ مجھ سے سرزد ہوئے اون کا میں اپنی خواہش نفس سے مرکب نہیں ہوا بلکہ یہ امور مجھ سے بحالت مجبوری وقوع میں آئے۔ اس جواب و سوال کے بعد ہی خلیفہ ہشام ابن خلیفہ الحکم خفیہ طور پر سیلمان کے حکم سے مار ڈالا گیا۔

ان اہل افریقہ نے جو ظلم و ستم کہ عامہ خلاق پر کیا وہ احاطہ تحریر سے باہر ہے وہ دن دار الخلافہ کے لئے قیامت کا نمونہ تھا جو شہری راستہ پر ان ظالموں کے سامنے آتا تھا بے تامل اور بلا خوف منصف حقیقی لقمہ تیغ اجل ہوتا تھا اس قتل عام میں مشہور علمائے وقت اور فضلاء عصر اور امام زمانہ اور قاضی جن کو خلفائے سابق نے نہایت محنت اور قدردانی اور شوق علم سے فراہم کر کے دار الخلافہ قمر طیبہ کو وہ رونق اور زینت بخشی تھی جس پر بغداد اور شام اور مصر کو رشک آتا تھا شہید ہوئے۔ ان میں ابو الولید ابو محمد عبداللہ ابن یوسف ابن نصر طبرستانی جو زیادہ ابن الفراضی کے نام سے علمی دنیا میں مشہور ہے شریک تھا۔

غرض اس ظلم اور خون ریزی کے بعد سلیمان المستعین باللہ سیحجا کہ اب کوئی مخالف ایسا باقی نہیں رہا جو اس کا معترض ہو لیکن اس خانہ جنگی سے ملک میں ایسی بظمی پہلی تھی کہ مستحق و غیر مستحق جس کسی نے اپنے کو قمر طیبہ سے دور اور کسی قدر مقتدر یا یا شراب غرور سے سرمست سلطنت کا دعویٰ دار بن بیٹھا سب سے پہلے سلیمان کو قوم بربکام مقابلہ کرنا پڑا جس کی مدد سے اس کو خلافت نصیب ہوئی تھی بربرون نے بڑے بڑے شہروں اور مختلف ملک کے حصوں پر اپنا قبضہ کیا اور خود مختاری کا دم پھرنے لگے چنانچہ بادلین ابن جابوس نے غرناطہ پر اور

البرزائی نے قمر موہ پر اور حرز و نذر سریش پر اپنا قبضہ کر لیا جس کا ذکر آئندہ کیا جائیگا
 جن بربروں نے سلیمان کا ساتھ دیا تھا ان میں دو شخص نہایت با وقف
 علی اور القاسم بھی شریک تھے ان کا دادا اور لیس خلیفہ ہارون الرشید
 کے خوف سے افریقہ چلا آیا تھا اور بربروں کے ملک میں اقامت اختیار کی تھی
 چند روز میں یہاں اس نے ایک عظیم الشان سلطنت قائم کی اور ایک زمانہ تک
 خلیفہ مذکور کے ملک پر متواتر حملہ کرتا رہا اور لیس کے بیٹے اور لیس نامی نے
 شہر فاس کو آباد کیا تھا علی اور قاسم دونوں المنصور کے زمانہ حکومت میں
 اندلس وارد ہوئے اور فوجی ملازمت اختیار کی۔ دونوں آدمی نہایت جری
 اور دلیر تھے۔ چند ہی روز میں عیسائیوں کی جنگ میں ان دونوں نے وہ جوہر
 مردانگی اور شجاعت دکھائے کہ المنصور نے ان کو مختلف فوجوں کا افسر مقرر
 کر دیا۔ جب یہ جنگ بربریہ قرطبہ میں شروع ہوئی تو یہی دو آدمی تھے جنہوں نے
 سلیمان کا ساتھ دیکر خاندان ابن ابی عامر کو تباہ اور سلیمان کو تخت پر بٹھا کر
 بنی امیہ کو دوبارہ ترقی دی سلیمان نے اس خیر خواہی اور اعانت کی صلہ میں

لے علی اور القاسم کا سلسلہ یہ ہے۔ ابن حمود ابن احمد ابن علی ابن عبداللہ ابن عمر ابن اور لیس ابن عبداللہ

ابن حسن ابن حسین ابن حضرت علی کرم اللہ وجہہ ابن ابی طالب۔

فتن پر نہت امرا سی بربر کو افسہ مقرر کیا اور انہیں بین سے بعض کو صوبوں کی
 حکومت سپرد کی چنانچہ علی ابن ہشام، طغیہ اور دیگر جو بجات افریقیہ کا والی مقرر ہوا
 یہاں اس نے پوری غوث و مختاری کے ساتھ حکومت کی کو ظاہرہ سلیمان کا مطیع
 بنارہا لیکن تب اس نے دیکھا کہ بعض صوبوں کے حاکم سلیمان سے نفرت ہو گئے
 ہیں اس لئے یہی اطاعت اور فرمان برداری اور پاس نہک کہ بالائی طاق رکھا
 اور اپنے دائرہ حکومت کو بڑھانے کی کوشش شروع کر دی اس امیر کی بغاوت کی
 خاص وجہ یہ تھی کہ خلیفہ ہشام الموند باللہ نے علم نجوم کے ذریعہ سے جس میں
 اس کو کامل دستگاہ تھی یہ دریافت کیا تھا کہ بنی امیہ کی حکومت کا زمانہ ختم ہو چکا ہے
 اور ایک شخص ایسا پیدا ہو گا جو اس کے سلسلہ حضرت علی ابن ابی طالب
 اور جس کا نام حضرت عتہ بن مسعود کا اور وہ شخص اس ملک کا بادشاہ ہو گا جب
 سلیمان نے وقت طبع کو فتح کیا اور خلیفہ ہشام کے قتل کے درپے ہوا ہشام
 نے علی ابن حموہ کے کہو اس زمانہ میں امرا سی بربرین سے بر آوردہ تھا حالات
 دریافت کیے اور اس کو لکھا کہ میں یقین رکھتا ہوں کہ توفرو مالک تخت و تاج ہو گا
 مجھ کو اپنی زندگی کی امید باقی نہیں اگر سلیمان نے مجھ کو قتل کیا تو یقیناً انتقام تیرے
 سپرد کرتا ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان الفاظ نے اس امیر کے دل پر ایسا اثر کیا کہ وہ

زمانہ سے سلطنت کی ہوس اوس کے دل میں پیدا ہوتی بہر کیف علی ابن حمود نے اپنے بیٹے یحییٰ کو اپنا جانشین کیا اور خود مع فوج جہاں آبادی طارق کو عبور کر کے اندلس میں داخل ہوا والی المیرۃ خیران اس کی مدد پر آمادہ ہو گیا علی نے اندلس پہنچ کر مشہور کیا کہ میں صرف خلیفہ ہشام کے خون ناحق کا انتقام لینے کی غرض سے یہاں آیا ہوں سلیمان کو جس وقت اس کا منشاء فساد معلوم ہوا یہی فوراً اس کی طرف متوجہ ہوا۔ ماہ محرم ۳۸۶ھ مطابق سنہ ۹۹۶ء عین طاعون کے میدان میں سخت جنگ واقع ہوئی جہاں سلیمان کی فوج نے شکست کھائی اور یہ خود گرفتار ہوا علی ابن حمود نے بغیر تعرض قمر طبع پر قبضہ کیا اور جنگ کے چند روز بعد اسی ماہ محرم میں سلیمان اور اوس کے باپ الحکم کو قتل کروا ڈالا اور خود تخت خلافت پر متمکن ہوا۔

خلیفہ سلیمان المستعین باللہ نے صرف تین سال چند ماہ حکومت کی تھی۔ وہ بھی اوس زمانہ غدر میں جبکہ تمام ملک میں خانہ جنگی کی آگ بھڑک رہی تھی لیکن پہرہی چونکہ یہ بذات خود ذی علم شخص تھا بالخصوص شعر و سخن میں مہارت کامل رکھتا تھا اس نے دار الخلافہ میں علم و فن کو فروغ دینے کی بہت کچھ کوشش کی تھی اگر یہ سلطنت پر پوری مسلط ہو جاتا تو متمکن تھا کہ اس کی حکومت سے ملک اور رعایا کو بہت کچھ فائدہ پہنچتا۔

لہٰذا اس کو امایکا کہتے ہیں۔ یہ میدان اسٹبلز کے قریب واقع تھا۔

